تتمہ: مرغوب المسائل ج:۲

مختلف موضوعات پر لکھے گئے چند فتاوی کا عمدہ مجموعہ، جس میں اکثر فتاوی تفصیل اور تحقیق سے لکھے گئے ہیں، اکثر فتاوی میں صرف عبارات فقہاء پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ ان کے ساتھ ساتھ قرآن کریم اور احادیث بھی بطور استدلال ذکر کی گئی ہیں۔ بہت مفید اور کارآمد فتاوی کا بہترین لائق مطالعہ مجموعہ ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم، پبلشرز، کراچی

اجمالی فہرست

۱	دوربین سے رویت ہلال............	۳۱
۲	مہینوں کے آگے پیچھے کرنا............	۳۸
۳	عبادت خانہ میں اعتکاف کا حکم............	۵۵
۴	حالت احرام میں سلی ہوئی لنگی پہننا؟............	۶۲
۵	طواف زیارت کے بغیر کوئی وطن واپس آجائے تو کیا حکم ہے............	۷۰
۶	بلاگواہ کے نکاح جائز نہیں............	۷۹
۷	نکاح کے بعد مصافحہ، اور مبارک باد دینا کیسا ہے............	۹۵
۸	نکاح کے بعد کھجور لٹائے یا تقسیم کرے؟............	۱۱۲
۹	متبنی کے چند مسائل............	۱۱۸
۱۰	بیوی کو مارنا............	۱۳۳
۱۱	طلبہ کو مارنا اور اس کی حد............	۱۵۷
۱۲	عورتوں سے اختلاط کا حکم............	۱۹۹

۱۳	عورت کا ڈرائیونگ سیکھنا........................	۲۳۷
۱۴	غیر مسلم کے تہوار کا ہدیہ لینا کیسا ہے؟..............	۲۴۸
۱۵	مضاربت کے چند مسائل........................	۲۵۲
۱۶	شرکت کے چند مسائل........................	۲۹۱
۱۷	شریک کی وفات سے مرحوم کی شرکت ختم ہوجائے گی....	۳۴۴
۱۸	اجرت کے مسائل........................	۳۵۱
۱۹	مدرس کو وقت معین کے علاوہ اپنے دوسرے کسی کام سے روکنا........................	۴۲۹
۲۰	ڈاڑھی مونڈنے کی اجرت حلال ہے یا نہیں؟............	۴۳۶

فہرست مقالہ: ''دوربین سے رویت ہلال''

دوربین سے رویت ہلال	۳۲
حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا فتوی	۳۲
حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہم کا فتوی	۳۳
حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہم کا فتوی	۳۳
حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مدظلہم کا فتوی	۳۴
حضرت مولانا مفتی سلمان صاحب منصور پوری مدظلہم کا فتوی	۳۴
حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی رحمہ اللہ کی رائے	۳۵
''فتاوی حقانیہ'' کا فتوی	۳۵
دار العلوم کراچی کا فتوی	۳۵
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا فتوی	۳۶
حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہم کی رائے	۳۶

فہرست رسالہ ''مہینوں کے آگے پیچھے کرنا''

مہینوں کے آگے پیچھے کرنا..................................	۳۹
قرب قیامت میں چاند پہلے سے دیکھ لیا جائے گا..................................	۴۵
بڑا چاند دیکھ کر دوسری تاریخ کا کہنا جائز نہیں..................................	۴۶
وقت سے پہلے روزہ رکھنے پر آیت کا نزول..................................	۵۰
روزے کے افطار سے قبل افطار کرنے کی سزا..................................	۵۱
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا چاند کے ثبوت کے بغیر رمضان شروع کرنے پر ارشاد..................................	۵۳

''عبادت خانہ میں اعتکاف کا حکم''

عبادت خانہ میں اعتکاف کا حکم..................................	۵۶

''حالت احرام میں سلی ہوئی لنگی پہننا؟''

حالت احرام میں سلی ہوئی لنگی پہننا..................................	۶۲
حالت احرام میں ایسی گول لنگی کا استعمال جس میں سلائی نہ ہو..................................	۶۹

''طواف زیارت کے بغیر کوئی وطن واپس آجائے تو کیا حکم ہے؟''

طواف زیارت کے بغیر کوئی وطن واپس آجائے تو کیا حکم ہے؟..................................	۷۱
''فتاوی رحیمیہ'' کا تسامح..................................	۷۹

فہرست: ''بلا گواہ کے نکاح جائز نہیں''

بلا گواہ کے نکاح جائز نہیں، اور گواہوں کی تفصیل	۸۰
اللہ تعالی اور رسول ﷺ کو گواہ بنا کر نکاح کرنا	۸۰
نکاح میں گواہی کی شرط ہونے کی مصلحت	۸۱
نکاح کی گواہی میں دس باتیں شرط ہیں	۸۱
جہاں کوئی گواہ نہ ہو وہاں بلا گواہ نکاح کا حکم	۸۳
نبی کریم ﷺ نے نکاح السر سے منع فرمایا	۸۹
کتب فقہ کی چند عبارتیں	۹۱
حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے نکاح کے گواہوں کی تحقیق	۹۲
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی بلا گواہ ہوا	۹۳

فہرست: ''نکاح کے بعد مصافحہ، اور مبارک باد دینا کیسا ہے''؟

نکاح کے بعد مصافحہ، اور اہل خاندان کو مبارک باد دینا کیسا ہے؟...............	۹۶
نکاح سے پہلے وعظ کا ثبوت نہیں، مگر ناجائز نہیں....................	۹۷
دعا میں لفظ ''عَلَیْک'' پر اشکال کہ ''عَلَیْک'' تو ضرر کے لئے آتا ہے.....	۱۰۰
ختم خواجگان کا اہتمام ثابت نہیں مگر پڑھا جاتا ہے....................	۱۰۱
فتاوی محمودیہ میں اس مسئلہ پر شدت کی وجہ....................	۱۰۲
خوشی کے وقت میں معانقہ ومصافحہ کرنے کی احادیث....................	۱۰۳
مسجد میں شور کرنے کی ممانعت....................	۱۰۷
مسجد میں شور کرنے پر سرخ آندھی، مسخ اور خسف کی وعید....................	۱۰۹
نکاح میں شور کیا جائے تو مسجد میں نکاح کرنا مکروہ ہے....................	۱۱۰

فہرست رسالہ ’’متبنی کے چند مسائل‘‘

منہ بولے بیٹے سے پردہ، سفر، نکاح اور وراثت کا حکم؟..........................	۱۱۹
منہ بولے بیٹے سے پردہ نہ ہو اور سفر جائز ہو سکے، اس کا ایک حل..............	۱۲۱
اپنے باپ کے علاوہ دوسرے باپ کی طرف نسبت کرنے پر وعید..............	۱۲۶
آپ ﷺ کا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا بنانا..........................	۱۲۸
منہ بولے بیٹے کو بڑا کیا، اب پردہ کیسا؟ میراث سے کیوں محروم؟ اب اجنبی ہو گیا؟ ان سوالات کے قرآنی جوابات..	۱۲۹

فہرست رسالہ ’’بیوی کو مارنا‘‘

بیوی کو مارنے کا حکم؟................................	۱۳۴
﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾................................	۱۳۴
عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو................................	۱۳۵
عورتوں کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو................................	۱۳۵
عورتوں کے بارے میں صبر کرنے والے ہی صبر کریں گے................................	۱۳۶
عورتوں کی جہالت کو خاموشی سے برداشت کرو................................	۱۳۶
اپنے اہل پر رحم کرنے والے کے لئے بغیر اور کسی نیکی کے جنت کا حکم........	۱۳۶
کامل ایمان والا وہ ہے جو اپنے اہل پر مہربان اور ان کے حق میں بہتر ہو........	۱۳۷
بیوی کو مارنے کی ممانعت................................	۱۳۸
آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو کبھی نہیں مارا................................	۱۳۸
اپنے گھر والوں سے کسی معاملہ میں جھگڑا نہ کرو................................	۱۳۸
سب سے برا شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو تنگی میں رکھتا ہو................................	۱۳۸
عورتوں کو نہ مارو، نہ برا کہو................................	۱۳۹
اللہ تعالی کی بندیوں (یعنی اپنی بیویوں) کو نہ مارو................................	۱۳۹
اپنی بیوی کے معاملہ میں تخفیف کرو اور اس کے اوپر اپنی لاٹھی کو نہ اٹھاؤ........	۱۴۰
بیوی کو مارنے والا آپ ﷺ کو پسند نہیں................................	۱۴۰
بیوی کو مارے پھر اس سے جماع کرے؟................................	۱۴۰
آپ ﷺ کا بیوی کو مارنے والے سے شادی نہ کرنے کا مشورہ دینا........	۱۴۱

قرآن مجید میں بیوی کو مارنے کا ذکر اور اس کی تفسیر............	۱۴۲
عورتوں کو مارنے کی روایتیں............	۱۵۱
کھلاؤ، پہناؤ، چہرہ پر نہ مارو، نہ برا کہو............	۱۵۲
بیوی کو مارے پھر اس سے جماع کرے؟............	۱۵۳
عورتوں کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو............	۱۵۳
بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا عورتوں کو مارنا............	۱۵۴

فہرست ''طلبہ کو مارنا اور اس کی حد''

اپنے ماتحتوں کو سزا دینا اور سزا کی حد	۱۵۸
غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو رکھنا پہلوانی ہے	۱۵۹
ماتحتوں پر ظلم کیا تو قیامت کے دن بدلہ دلایا جائے گا	۱۶۱
مسلمانوں کو مارنے کی ممانعت	۱۶۳
غلام کو مارنے والا ناشکرا ہے	۱۶۴
غلام کو مار کر آزاد نہ کرنے پر جہنم کی وعید	۱۶۴
طالب علم کے ساتھ نرمی کی وصیت	۱۶۵
آپ ﷺ نے اپنے ماتحتوں کو کبھی نہیں مارا	۱۶۷
آپ ﷺ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اف تک نہ فرمانا	۱۶۸
کبھی سزا دینی بھی پڑتی ہے	۱۶۹
تربیت کے لئے کوڑے لٹکانے کا حکم اور اس کی ترغیب	۱۶۹
حد سے تجاوز کرنے والا خود سزا کا مستحق ہے	۱۷۰
یتیم کو اتنا مار جتنا تو اپنے بچے کو مارتا ہے	۱۷۲
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یتیم کو تادیبا مارنا	۱۷۳
چہرہ پر مارنے کی ممانعت	۱۷۴
بوقت ضرورت مارنے کی حد	۱۷۶
کرسی بٹھانا، برداشت سے زیادہ کھڑے رکھنا یا رکوع کروانا	۱۸۰
مؤمن کو تکلیف پہنچانے کا گناہ	۱۸۰

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں........	۱۸۰
مسلمان کو تکلیف پہنچانے اور دھوکہ دینے پر لعنت........	۱۸۱
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا فتوی........	۱۸۱
حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کا فتوی........	۱۸۲
بچے کا ہاتھ، پاؤں ٹوٹ جائے تو تاوان ہوگا یا نہیں؟........	۱۸۳
شفقت اور رحمت کی چند احادیث........	۱۸۴
جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے، وہ میری امت میں سے نہیں........	۱۸۶
بکری پر رحم کرنے پر اللہ تعالی کی رحمت........	۱۸۶
ذبح کے وقت جانور پر رحم کرنے کی فضیلت........	۱۸۷
کتے پر رحم کرنے کی وجہ سے مغفرت........	۱۸۷
بلی کو ستانے پر جہنم........	۱۸۸
آپ ﷺ کی تنبیہ: اس چڑیا کو کس نے بے چین کیا........	۱۸۸
نشانہ مارنے کے لئے جانور کو نصب کرنے اور مثلہ کرنے پر لعنت........	۱۸۹
ماتحتوں کو گالی دینا......اور مسلمان کو گالی دینے کی مذمت........	۱۹۰
ماتحتوں کا استہزاء اور مذاق اڑانا........	۱۹۳
ماتحتوں کو برے القاب سے پکارنا........	۱۹۴
ماتحتوں کو بات بات پر طعنہ دینا........	۱۹۵
خلاصہ کلام........	۱۹۸
ارباب اہتمام سے ایک عاجزانہ درخواست........	۱۹۸

فہرست رسالہ ”عورتوں سے اختلاط کا حکم“

عورتوں سے اختلاط کا حکم	۲۰۰
ضرورت پڑ جائے تو بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کریں	۲۰۱
عورتوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو	۲۰۱
عورتوں کو گھر میں رہنے کا حکم	۲۰۲
’پہلی جاہلیت‘ سے اشارہ ہے کہ ایک جاہلیت آخر میں بھی آنے والی ہے	۲۰۲
شریعت مطہرہ نے عورتوں پر کمائی کا بوجھ نہیں ڈالا	۲۰۳
عورت سے تنہائی میں ملنے اور اس کے پاس جانے کی ممانعت	۲۰۴
عورت کے ساتھ تنہائی میں جمع ہونے پر شیطان کی معیت	۲۰۶
عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنے سے آسمان سے گر جانا بہتر ہے	۲۰۷
مردوں پر عورتوں سے بڑا مضر فتنہ کوئی نہیں	۲۰۷
آپ ﷺ نے نابینا مردوں سے اختلاط کو بھی گوارہ نہ فرمایا	۲۰۹
دس سال کی عمر میں بھائی، بہن کے بستر علیحدہ کرنے کا حکم	۲۰۹
بلا محرم عورت کے لئے سفر کی ممانعت	۲۱۰
غیر محرم عورت کو سلام کرنا	۲۱۱
غیر محرم عورت کو مصافحہ کرنا	۲۱۳
عورتوں کو راستہ کے بیچ میں چلنے کی ممانعت	۲۱۵
مرد دو (اجنبی) عورتوں کے درمیان میں نہ چلے	۲۱۶
عورتوں کے لئے طواف میں اختلاط کی ممانعت	۲۱۷

عورتوں کے لئے حجر اسود کے استلام میں اختلاط کی ممانعت....................	۲۱۸
مدارس میں عورتوں سے اختلاط اور بلا پردہ اسباق....................	۲۱۹
مجلس وعظ یا درس تفسیر وغیرہ میں مرد وعورت کا اختلاط....................	۲۲۰
مطلقہ یا بیوہ کا اجنبی مرد کے ساتھ ایک گھر میں رہنا....................	۲۲۱
اجنبی مرد کے ساتھ کار میں سوار ہونے کا حکم....................	۲۲۱
عورت کا اجنبی مرد سے ڈرائیونگ سیکھنا....................	۲۲۱
لفٹ میں اجنبی کے ساتھ خلوت کا حکم....................	۲۲۲
عورت کا مرد درزی سے کپڑا سلوانے کے لئے ناپ دینا....................	۲۲۲
اجنبی مردوں کے ہاتھ سے چوڑیاں پہننا....................	۲۲۲
عورت کا مرد سے بال کٹوانا....................	۲۲۲
عورت کا مرد ڈاکٹر سے علاج کرانا....................	۲۲۳
نرس عورتوں کا مردوں کی خدمت کرنا جائز نہیں....................	۲۲۳
اسکول سے عورت ٹیچر کا بالغ بچوں کے ساتھ سیر وتفریح کے لئے جانا..........	۲۲۴
عورتوں کا بالغ بچوں کو اسکول میں پڑھانا جائز نہیں....................	۲۲۴
دفاتر میں مردوں کے ساتھ کام کرنا....................	۲۲۴
عورت کا گھر سے باہر کام کرنے کے لئے جانا....................	۲۲۴
شادی ہال اور ریسٹوران میں مردوں وعورتوں کا اختلاط کرنا اور کھانا کھانا.......	۲۲۶
عورتوں کا بغیر محرم کے مزاروں پر جانا جائز نہیں....................	۲۲۶
پیر سے اختلاط بھی حرام ہے....................	۲۲۶

عورتوں کو خلوت میں بیعت کرنا جائز نہیں	۲۲۶
عورت کو علیحدہ مکان میں وظیفہ بتانا، بلا محرم حلقہ کرانا جائز نہیں	۲۲۷
علاج کے لئے بھی عامل سے اختلاط جائز نہیں	۲۲۷
عورت کا قاضی بننا	۲۲۷
عورت کا پارلیمنٹ کا رکن بننا	۲۲۸
مسجد میں نماز کی صف بلا پردہ کے ہونے پر اعتراض اور اس کا جواب	۲۲۹
مرد اور عورتوں کے دروازے علیحدہ ہوں	۲۲۹
آپ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں فرض نماز کے بعد فوراً اٹھ جاتی تھیں	۲۳۰
نماز کے بعد فوراً عورتیں اپنی چادروں میں لپٹ کر واپس ہو جاتی تھیں، اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا	۲۳۱
اختلاط کی وجہ سے عورتوں کو راستہ کے درمیان میں چلنے سے منع فرمایا	۲۳۲
سفر حج میں پردہ کا اہتمام نہایت ضروری ہے	۲۳۳

فہرست رسالہ ''عورت کا ڈرائیونگ سیکھنا''

عورت کا ڈرائیونگ سیکھنا چند شرائط کے ساتھ مباح ہے........................	۲۳۸
عورت صرف ضرورت سے کار چلائے اور بلا ضرورت گھر سے نہ نکلے........	۲۳۸
کار کی سروس وغیرہ کاموں کے لئے کسی محرم کو بھیجے........................	۲۳۸
مفتی کے لئے زمانہ کے عرف وعادات سے واقفیت........................	۲۳۹
احوال زمانہ سے واقفیت کی قید اور اس کی وجہ........................	۲۳۹
ایک عورت کا واقعہ........................	۲۴۰
عورت‘ عورت سے ڈرائیونگ سیکھے........................	۲۴۱
صحابیات رضی اللہ عنہن کا سواری فرمانا........................	۲۴۲
چند نا قابل اعتبار روایات سے ڈرائیونگ کا عدم جواز........................	۲۴۶

''غیر مسلم کے تہوار کا ہدیہ لینا کیسا ہے؟''

غیر مسلم کے تہوار کا ہدیہ لینا کیسا ہے؟........................	۲۴۹

فہرست رسالہ ’’مضاربت کے چند مسائل‘‘

مضاربت کے چند مسائل	۲۵۳
مضاربت کی تعریف	۲۵۳
مضاربت کے صحیح ہونے کی شرطیں	۲۵۴
مضاربت کی دو قسمیں ہیں: مقید، اور مطلق	۲۵۶
کن چیزوں سے مضاربت فاسد ہو جاتی ہے	۲۵۹
مضاربت عقد لازم نہیں	۲۶۶
مضاربت ختم ہونے کی صورتیں	۲۶۶
مشارکت اور مضاربت میں فرق	۲۶۷
مشارکت اور مضاربت کا اجتماع	۲۶۸
اکابر کے چند مفید فتاوی	۲۶۹
رب المال پر عمل کی شرط لگانے کا حکم	۲۶۹
مضاربت میں مالک کو تنخواہ دار ملازم رکھنا جائز نہیں	۲۶۹
سرمایہ دار کا بلا شرط تبرعا مدد کرنے کا حکم	۲۶۹
مضاربت میں منافع کی جہالت کا حکم	۲۷۰
مضارب کا اپنی کمپنی سے عقد کرنے کا حکم	۲۷۰
مضارب کے لئے عقد تولیہ کا حکم	۲۷۰
مضارب کا اپنی کمپنی سے عقد کرنے کا حکم	۲۷۱
مضاربت میں محدود ذمہ داری کا حکم	۲۷۱

مضارب کے لئے زیادہ نفع متعین کرنے کا حکم	۲۷۲
کمپنی کو بطور مضاربت مال دینے کا حکم	۲۷۳
اسلامی اصولوں پر نفع حاصل کرنے کا طریقہ	۲۷۳
ٹیلیفون کمپنی کے ساتھ مضاربت کا حکم	۲۷۴
سرمایہ دار کا اپنے بیٹے کو مضاربت میں شامل کرنے کی شرط لگانا	۲۷۵
نفع کی ایک مقدار تک مضاربت ختم نہ کرنے کی شرط لگانا	۲۷۵
مضاربت ختم کرتے وقت رب المال کو مال دینا ضروری نہیں	۲۷۶
اسلامک بینک میں مضاربت کی تفصیل	۲۷۷
مشترکہ مضاربت	۲۷۷
مضاربت میں استمرار	۲۷۸
تقسیم سے پہلے ورثاء کا مال مضاربت پر لگ گیا تو؟	۲۷۹
مدرسہ کا مال مضاربت میں لگانا	۲۷۹
مدرسہ کے زائد مال سے چندہ دینے والوں کی اجازت سے مضاربت	۲۷۹
کپڑا خرید کر سینے کی شرط سے مضاربت	۲۸۰
عقد مضاربت کے ختم پر مضارب کا غیر ضروری شرط لگانا	۲۸۰
مضاربت کے معنی اور وجہ تسمیہ	۲۸۱
مضاربت کی مصلحت وحکمت	۲۸۱
مضاربت سے متعلق چند احادیث وآثار	۲۸۳

فہرست رسالہ ''شرکت کے چند مسائل''

شرکت کے چند مسائل......شرکت کی تعریف....................	۲۹۲
شرکت کی قسمیں: شرکت املاک، اور شرکت عقود....................	۲۹۲
شرکت عقود اور اس کی قسمیں....................	۲۹۴
شرکت اموال اور اس کی شرطیں....................	۲۹۵
شرکت اعمال اور اس کی شرطیں....................	۲۹۶
شرکت وجوہ اور اس کے شرائط واحکام....................	۲۹۹
طبی وتعلیمی شرکت....................	۳۰۰
شرکت مفاوضہ اور اس کی شرطیں....................	۳۰۰
شرکت مفاوضہ کے احکام....................	۳۰۲
شرکت عنان....................	۳۰۳
شرکت لازمی معاملہ ہے یا غیر لازمی....................	۳۰۹
شرکت کے چند ضروری احکام....................	۳۰۹
شرکت کی عمومی شرطیں....................	۳۱۰
مشارکہ اور مضاربہ کا اجتماع....................	۳۱۱
مشارکہ اور مضاربہ میں فرق....................	۳۱۲
اکابر کے چند مفید فتاوی....................	۳۱۴
شریک اپنا حصہ بیچے تو دوسرے شرکاء مقدم ہوں گے....................	۳۱۴
شرکاء جو قانون مرتب کریں ان کی پابندی تمام شرکاء پر ضروری ہوگی..........	۳۱۴

بلامحنت نفع میں شرکت کا حکم	۳۱۴
ترکہ میں بعض وارثین نے شرکت میں نفع کمایا تو؟	۳۱۴
غیرشرعی طریقہ پر کمپنی کا نفع ہوا تو؟	۳۱۵
کمپنی کا وقت طے کرنا اور ملک کی تعیین کی شرط لگانا	۳۱۵
مشترکہ تجارت پر زکوۃ کا حکم	۳۱۵
شریک کے لئے تنخواہ مقرر کرنے کا حکم	۳۱۶
ایک شریک کا بجائے نقد کے ضرورت کا سامان مہیا کرنا	۳۱۷
بلاعقد بیوی کا شوہر کی مدد کرنے کا حکم	۳۱۸
کسی کے شرکت ختم کرتے وقت سامان کا ویلیو لگانے کا حکم	۳۱۹
جس کمپنی میں: ۹۰ رفیصد آمدنی حلال ہو اس میں شرکت کا حکم	۳۱۹
سرکہ بنانے میں مسلمان کی شرکت کا حکم	۳۱۹
استعفاء میں کسی مدت کی تعیین ہو تو؟	۳۲۰
معاہدہ نامہ میں شرکت تجارت کی مقدار متعین نہ ہو تو؟	۳۲۰
کوئی شریک معاہدہ کے مطابق کام کرنا چھوڑ دے تو؟	۳۲۰
شرکاء نے شرکت ختم کرنے والے کے استعفاء کا جواب نہ دیا تو؟	۳۲۱
شرکت ختم کرنے کے باوجود دوسرے شرکاء حصہ دیتے رہے تو؟	۳۲۱
استعفاء دوسرے شرکاء کو نہ دیا تو شرکت باقی رہے گی	۳۲۱
کسی شریک کو شامل کرنے پر بعض شرکاء چپ رہے تو؟	۳۲۲
کم حصے والے پر نقصان کم عائد ہوگا، اور زیادہ والے پر زیادہ	۳۲۲

دو شریک میں سے ایک کے نام پر کوئی ٹھیکا لینا	۳۲۳
ایک شریک کا گھر پر کام کرنا، دوسرے کا کسی اور جگہ	۳۲۳
مشین ایک کی، کام دوسرے شرکاء کا	۳۲۳
مرد کے ساتھ عورت کی شرکت کا حکم	۳۲۳
ایک شریک نے دوسرے شرکاء کی اجازت سے کچھ خرچ کیا تو؟	۳۲۳
مرحوم کے مال سے شرکت جاری رکھی اور نقصان ہو گیا تو؟	۳۲۳
منافع تقسیم ہونے کے بعد کسی کو اعتراض کا حق نہیں	۳۲۴
شرکاء کی اجازت کے بغیر چندہ دینے کا حکم	۳۲۴
شرکت ختم کرنے کی ایک شرط کی تفصیل	۳۲۴
ایک کا لائسنس اور دوسرے کا مال اور محنت، اس شرکت کا حکم	۳۲۵
کسی شریک کو سستی قیمت سے چیز بیچنا	۳۲۶
بعد میں شامل ہونے والے شریک کا حصہ کتنا ہوگا؟	۳۲۶
شرکت میں قرعہ کے ذریعہ نفع و نقصان کی شرط لگانا	۳۲۶
بکری کو پالنے اور مادہ بچے میں شرکت کی شرط	۳۲۷
عرب ممالک میں مقامی باشندہ کے نام سے شرکت کا حکم	۳۲۷
موروثی جائداد کے منافع کی تقسیم کا حکم	۳۲۸
شرکت کے معنی، اور اسلامی شرکت کی خصوصیت	۳۲۹
آیات کریمہ......شرکت سے متعلق چند احادیث و آثار	۳۳۴
شریک کی وفات سے مرحوم کی شرکت ختم ہو جائے گی	۳۴۴

فہرست رسالہ ''اجرت کے مسائل''

اجارہ کے چند مسائل................................	۳۵۲
اجارہ کی تعریف................................	۳۵۲
اجارہ کے صحیح ہونے کے چند مسائل................................	۳۵۲
اجارہ کی قسمیں: اجارہ فاسدہ......اجارۂ باطلہ......اجارۂ لازمہ................	۳۵۳
اجارہ کی نوعیت................................	۳۵۴
عقد اجارہ کا فسخ................................	۳۵۴
اجارہ کے چند بنیادی قواعد................................	۳۵۵
کرایہ کا تعین................................	۳۵۷
اثاثے کی انشورنس................................	۳۵۸
شرکت متناقصہ................................	۳۵۸
بینک کے ذریعہ اجارہ (lease)................................	۳۵۹
مختلف مراحل................................	۳۶۰
ضروری احکام................................	۳۶۱
مکان کرایہ پر لینے اور دینے کے مسائل................................	۳۶۴
پگڑی اور اس کے چند مسائل................................	۳۶۸
اکابر کے چند فتاوی................................	۳۷۱
غیر آباد جگہ پر مکان بنا کر کرایہ لینا................................	۳۷۱
پڑوسی کو تکلیف دینے والے کو مکان کرایہ پر دینا................................	۳۷۱

ماہانہ کرایہ کے ساتھ منافع میں سے متعین فیصد بطور کرایہ دینے کا حکم..........	۳۷۱
کرایہ دار لمبا عرصہ رہنے پر مالک نہیں بن سکتا..........................	۳۷۲
سوسال پر کرایہ پر لینے کا حکم....................................	۳۷۳
مکان کا کرایہ ماہانہ زیادہ اور یک مشت کم............................	۳۷۳
بینک کو مکان کرایہ پر دینا..	۳۷۳
سود لے کر مکان خریدنا اور اس کو کرایہ پر لگانا.........................	۳۷۳
شراب خانہ کے لئے مکان، یا دوکان کرایہ پر دینا.........................	۳۷۴
گمراہ فرقوں کو عمارت کرایہ پر دینا...................................	۳۷۴
جمعہ کے دن دوکان کھولنے کی شرط لگانا..............................	۳۷۵
متعدی بیماری کی وجہ سے کرایہ دار سے مکان خالی کرانا.....................	۳۷۵
مجبور کرایہ دار کو مالک کا خالی کراتے وقت کوئی رقم اپنی خوشی سے دینا........	۳۷۶
کرایہ دار کا مدت بڑھانے کے لئے عدالت سے اپیل کرنا......................	۳۷۶
مالک مکان کو مکان خالی کرانے کا حق ہے.............................	۳۷۶
کرایہ دار کا دوسرے کرایہ دار کو مکان دینا.............................	۳۷۷
لفٹ کی مرمت کس کے ذمہ ہے؟..................................	۳۷۷
مینٹینس کی رقم کا حکم...	۳۷۷
کرایہ دار دوکان میں شراب بنانے والا گڑ بیچے تو؟.........................	۳۷۸
زانیہ کو مکان کرایہ پر دینا.......................................	۳۷۸
عاقدین کی موت سے اجارہ کا حکم..................................	۳۷۸

فریقین کی موت سے اجارہ کا حکم	۳۷۸
کافر کے ساتھ عقد اجارہ کا حکم	۳۸۰
عاریت پر لی ہوئی چیز کو کرایہ پر دینا	۳۸۰
زمین کے اجارہ میں نقد کے ساتھ جنس کی شرط لگانا	۳۸۰
غیر مسلم کو شادی ہال کرایہ پر دینا	۳۸۱
شادی ہال بک کرانے کے بعد کینسل کرنے پر ڈپازٹ کا حکم	۳۸۱
عقد اجارہ میں پیشگی کرایہ لینا	۳۸۱
چشمہ بنانے کے دوران نقصان کا تاوان	۳۸۱
کار، ٹیکسی وغیرہ کرایہ پر لینے اور دینے کے مسائل	۳۸۲
وقت سے پہلے کرایہ کی چیز واپس کردے تو؟	۳۸۳
ٹیکسی، ڈرائیور کو کرایہ پر دینا	۳۸۳
جہاز میں کرایہ پر لی ہوئی جگہ دوسرے کو دینا	۳۸۴
اجارہ کے چند متفرق مسائل	۳۸۵
کتاب کرایہ پر لگانا	۳۸۵
اجارہ فاسدہ میں اجرت مثل واجب ہوگی	۳۸۶
صلح کی قیمت آئندہ کے اجارہ کی دلیل نہیں	۳۸۶
وزن کرانے کی اجرت بائع کے ذمہ ہے	۳۸۶
درزی کا کپڑے کے ذریعہ بل وصول کرنا	۳۸۶
ملازمت کے لئے حلفیہ عہد و پیمان کرنا	۳۸۶

ملازمت کے لئے جانے والا سفر کے خرچ کا مستحق ہے............	۳۸۷
تاخیر سے تنخواہ دینا............	۳۸۷
مدرس کو وقت معین کے علاوہ دوسرے وقت میں آنے پر مجبور کرنا............	۳۸۷
جائز اجرتیں............	۳۸۸
تعلیم، وعظ، امامت، فتوی لکھنے، اذان، نکاح خوانی وغیرہ پر اجرت............	۳۸۸
طلبہ سے فیس لے کر پڑھانا اور اس سے تنخواہ لینا............	۳۸۸
گھر پر جا کر ٹیوشن پڑھانے کی اجرت............	۳۸۸
نابالغ کے مال سے معلم کو اجرت دینا............	۳۸۸
ریڈیو پر تلاوت قرآن کے اجرت............	۳۸۸
سرکاری مدارس میں ملازمت کی اجرت............	۳۸۹
مریض کی طرف سے طواف کرنے کی اجرت............	۳۸۹
ملازم کو جو ہدیہ دیا جاتا ہے، وہ اس کا حق دار ہے............	۳۸۹
مدرس کو پیشگی تنخواہ دینا............	۳۹۰
مدرس رمضان کی اجرت کا مستحق ہے............	۳۹۰
واعظ مدرس کے لئے غیر حاضری کی تنخواہ لینا............	۳۹۰
استاذ کے حکم پر مہتمم کو بلا اطلاع دیئے چلے جانا............	۳۹۰
ملازم کا دوسرے کو اپنا نائب بنانا اور آدھی تنخواہ دینا............	۳۹۰
ملازمت سے برطرفی کے زمانہ کی تنخواہ............	۳۹۱
امتحان کے پرچے بنانے اور ان کو دیکھنے کی اجرت............	۳۹۱

مقررہ مدت سے پہلے ملازمت ختم کرنا اور تنخواہ لینا....................	۳۹۱
مدرس کا مختصر وقت کے لئے جانا....................	۳۹۲
ہڑتال کے دنوں کی تنخواہ....................	۳۹۲
چھٹی کے دنوں کی تنخواہ لینا....................	۳۹۲
ملازم بیماری کے دنوں کی اجرت کا مستحق ہوگا؟....................	۳۹۲
منتظم بیماری کے دنوں کی تنخواہ دے تو....................	۳۹۲
مہتمم خلاف قاعدہ غیر حاضری پر تنخواہ دے تو؟....................	۳۹۳
امام و مدرس کا اپنے فارغ وقت میں دوسرا کام کرنا....................	۳۹۳
وقف کے متولی کا اجرت لینا....................	۳۹۳
مدرس کو خارجی وقت میں تعلیم سے روکنا....................	۳۹۳
مصیبت کے دفعیہ کے لئے قرآن کریم پڑھ کر اجرت لینا....................	۳۹۳
قبر کھودنے، کفن سینے، میت کو غسل دینے کی اجرت....................	۳۹۳
تعویذ پر اجرت....................	۳۹۴
فیصلہ کرنے کی اجرت....................	۳۹۴
شامیانے وغیرہ سامان کرایہ پر لینا و دینا....................	۳۹۴
گیسٹ ہاؤس میں ناجائز کام کا حکم....................	۳۹۴
میڈیکل اسٹور میں نشہ آور دوائیں بکتی ہوں تو؟....................	۳۹۵
آٹا پیسنے کی اجرت میں آٹا لینا....................	۳۹۵
روٹی پکانے کی اجرت میں روٹی دینا....................	۳۹۵

درزی کا غیر شرعی لباس بنانے کی اجرت لینا	۳۹۵
بیت الخلاء اور حمام کی اجرت	۳۹۵
دلالی کی اجرت	۳۹۶
غیر مسلموں کو کرایہ پر برتن دینا	۳۹۶
غیر مسلم کے غیر شرعی کپڑے سینے کی اجرت	۳۹۶
کافر کی قبر کو پختہ بنانے کی اجرت	۳۹۶
ہندو کو جلانے کی اجرت	۳۹۷
شراب پینے والے غیر مسلم کو مزدوری پر رکھنا	۳۹۷
رنڈیوں کی مزدوری کرنا	۳۹۷
رنڈی کے لڑکوں کو پڑھانے کی اجرت	۳۹۷
زانیہ، کافرہ عورت کو دودھ پلانے پر رکھنا اور اس کی اجرت	۳۹۷
غیر مذبوح جانور کا گوشت بیچنے والی کمپنی میں ملازمت	۳۹۸
پچھنا لگانے کی اجرت	۳۹۸
قصاب کی اجرت	۳۹۸
ذبح کرنے کی اجرت	۳۹۸
غیر مسلم کا جانور ذبح کرنا اور اس کی اجرت لینا	۳۹۹
رہن نامہ لکھنے والے کی اجرت	۳۹۹
جائز دستاویز بنانے کی اجرت	۳۹۹
ویزا لگانے فیس اور غلط ویزا کا کام	۳۹۹

کھانے کی مقدار متعین کئے بغیر اجرت پر رکھنا........................	۳۹۹
انٹرنیٹ سروس کی اجرت........................	۴۰۰
پولیس کی ملازمت........................	۴۰۰
سودخور کے یہاں ملازمت........................	۴۰۰
افیون کے تاجر یہاں ملازمت........................	۴۰۰
انشورنس کمپنی میں ملازمت........................	۴۰۱
وکالت میں جھوٹ بولنا پڑے تو؟........................	۴۰۱
بینک کی ملازمت........................	۴۰۱
حکومت اجرت کا معیار مقرر کرسکتی ہے........................	۴۰۲
ناجائز اجرتیں........................	۴۰۳
امام کا صرف ایک نماز پڑھا کر پوری امامت کی تنخواہ لینا........................	۴۰۳
ملازم کا وقت میں خیانت کر کے تنخواہ لینا........................	۴۰۳
مدرسہ کے اوقات میں تعویذ گنڈا کرنا........................	۴۰۳
سفر کا کرایہ معاہدہ سے زیادہ لینا........................	۴۰۳
غلط بیانی سے تنخواہ بڑھانا........................	۴۰۳
غسل میت پر اجرت لینا........................	۴۰۴
زخم کے اچھا ہونے تک علاج کا معاملہ کرنا........................	۴۰۴
دھوبی، درزی، حجام وغیرہ کی خدمت اور اجرت........................	۴۰۴
غیر مسلم کو مسلمان کرنے کی اجرت لینا........................	۴۰۵

قرض کی وجہ سے کم اجرت دے تو یہ جائز نہیں ہے	۴۰۵
کمیشن پر چندہ کرنا	۴۰۵
کنڈکٹر کو رقم دے کر ٹکٹ نہ لینا	۴۰۵
بس اور ریل کا ٹکٹ بیچنا	۴۰۵
بلا ٹکٹ یا آدھا ٹکٹ سفر کرنا	۴۰۶
ٹیلی فون بل میں تعلق کی بناء پر کمی کرنا	۴۰۶
ناجائز کام کے لئے منڈپ کرایہ پر دینا	۴۰۶
گیسٹ ہاؤس میں ناجائز کام کا حکم	۴۰۶
ٹی وی، ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ کی مرمت کی اجرت	۴۰۶
تصویر بنانے کی اجرت	۴۰۷
فلمی کام کرنے والوں کو کمرہ کرایہ پر دینا	۴۰۸
فلمی ویڈیو کو کرایہ	۴۰۸
ممنوع سفر کے ویزا کی کارروائی کی اجرت	۴۰۸
جھیل ماہی گیروں کو کرایہ پر دینا	۴۰۸
جعلی دوا بنانے والے حکیم کی ملازمت کا حکم	۴۰۹
خنزیر کی تجارت کے متعلق خط وکتابت کرنا اور اس کی اجرت لینا	۴۰۹
وکیل کو کارروائی کی ضرورت نہ پڑے تو اجرت لینا	۴۰۹
زخم کے اچھا ہونے تک علاج کا معاملہ کرنا	۴۰۹
دھوبی، درزی، حجام وغیرہ کی خدمت اور اجرت	۴۰۹

ملازمت کے اوقات میں اپنا ذاتی کام کرنا	۴۱۰
چوری کے مال کو حاصل کرنے کی اجرت	۴۱۰
چند شرائط پر جانور کی پرورش کا عقد اور اس احکام	۴۱۱
جانور کی پرورش کی جائز صورت	۴۱۲
جانور کے مرنے سے اجرت پر اثر	۴۱۲
اجیر کا تنخواہ دے کر دوسرے سے کام کرانا	۴۱۲
جانور کی جفتی کرانے کی اجرت کا عدم جواز اور جواز کا حل	۴۱۲
زمین اجارہ پر دینا	۴۱۴
زمین غلہ کے بدلے اجرت پر دینا	۴۱۴
آفات کی وجہ سے اجرت ساقط ہو جائے گی	۴۱۴
درختوں کو کرایہ پر لینا	۴۱۴
فصل کا خوشہ چنوانے کی اجرت	۴۱۵
کٹے ہوئے کھیت سے کھیتی کاٹنے کی اجرت	۴۱۵
سرسوں کا تیل نکالنے کا عوض تیل سے	۴۱۵
ٹیوب ویل کا پانی اجارہ پر دینے کا حکم	۴۱۵
اجرت سے متعلق چند آیات	۴۱۶
اجرت کے متعلق چند احادیث و آثار	۴۱۷
مدرس کو وقت معین کے علاوہ اپنے دوسرے کسی کام سے روکنا	**۴۲۹**
ڈاڑھی مونڈنے کی اجرت حلال ہے یا نہیں؟	**۴۳۶**

دوربین سے رویت ہلال

دوربین سے رویت ہلال، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہم، حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہم، حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مدظلہم، حضرت مولانا مفتی سلمان صاحب منصور پوری مدظلہم، حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی رحمہ اللہ ''فتاوی حقانیہ'' دار الافتاء دار العلوم کراچی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہم کے فتاوی اس مختصر مقالہ میں مع حوالہ جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم، پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوربین سے رویت ہلال

سوال:......دوربین سے کوئی چاند دیکھنے کی گواہی دے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ہمارے اکابر اور اہل فتاوی کی رائے کیا ہے؟۔

الجواب: حامدا و مصلیا و مسلما:......دوربین سے چاند دیکھنا ہمارے ارباب افتاء مثلا: حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی، حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی، حضرت مولانا مفتی سلمان صاحب منصور پوری مدظلہم، صاحب فتاوی حقانیہ، اور دارالعلوم کراچی کے ارباب افتاء وغیرہ حضرات نے دوربین سے دیکھے گئے چاند کو معتبر قرار دیا ہے۔ میں اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے اپنے ان اکابر کی تحریرات نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں:

(۱)......حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

دوربین محض آلہ تحدید بصر است، ورویت ببصر واقع ست، پس حکمش مثل عینک باشد وبریں دیدین رویت کہ مدار جواب احکام ست صادق ست، پس لامحالہ صحیح ومعتبر ومناط احکام باشد، البتہ اگر بدلائل فن ایں امر بہ ثبوت پیوند کہ خاصیت آں دوربین چنیں ست کہ ہلال باوجود تحت افق بودن بواسطۂ آں بنظر می آید حتی کہ شمس ہم باوجود عدم طلوع از افق دراں طالع فی نماید، آرے صحیح ومعتبر نباشد۔

ترجمہ:......دوربین کے ذریعہ محض آنکھ کی روشنی میں اضافہ ہوتا ہے اور دیکھنا آنکھ ہی کے ذریعہ ہوتا ہے، لہذا اس کا حکم چشمہ کے مانند ہوگا اور اس پر رویت جس پر احکام کے جواب

کا مدار ہے، صادق آتی ہے، لہذا یقینی طور پر یہ رویت صحیح، معتبر اور احکام کی بنیاد ہوگی، تاہم اگر دلائل فن سے یہ امر ثابت ہو جائے کہ اس دوربین کی خاصیت یہ ہے کہ چاند افق کے نیچے ہونے کے باوجود اس (دوربین) کے ذریعہ نظر آجاتا ہے حتی کہ سورج افق میں طلوع نہ ہونے کے باوجود اس میں نظر آجاتا ہے تو ایسی صورت میں دوربین کے ذریعہ رویت معتبر اور صحیح نہ ہوگی، (لیکن ایسا نہیں، اس لئے کہ دوربین کے ذریعہ چاند دیکھنا چشمہ کے ذریعہ دیکھنے کے مانند ہے)۔

(۲)......حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا ایک اور فتوی:

دوربین یا خوردبین سے دیکھنے کا کوئی جدا حکم نہیں، بلا آلہ دیکھنے کے جو احکام ہیں وہی اس کے ذریعہ (دیکھنے کے) بھی ہیں۔

(مستفاد: امداد الفتاوی جدید مطول حاشیہ ص۱۹۱/۱۹۲/۱۹۳ ج۴، باب رویۃ الھلال)

(۳)......حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

دوربین محض ایک نگاہ کو بڑھانے والا آلہ ہے جیسا کہ عینک (چشمہ) اس سے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں، نیز جدید آلات کے ذریعہ رویت کی حیثیت محض کشف کی ہے، یعنی ایسا نہیں ہے کہ ایک چیز وجود میں نہ ہو اور اس کی وجہ سے خواہ مخواہ نظر آنے لگے، لہذا ان جدید آلات سے مدد حاصل کرنے کی گنجائش ہے۔

(فتاوی دار العلوم زکریا ص۲۵۲ ج۳، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

(۴)......حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

ہوائی جہاز یا دوربین کے ذریعہ رویت میں جو تکلف ہے وہ شریعت کے مزاج کے خلاف ہے، تاہم اگر اس طرح چاند دیکھا جائے تو اس وقت اس کا اعتبار ہوگا جبکہ ہوائی

جہاز کے ذریعہ پرواز اتنی اونچی نہ کی گئی ہو کہ مطلع بدل جائے۔.....

دوربین کے سلسلہ میں اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اس کے ذریعہ رویت کی حیثیت محض کشف کی ہے، یعنی ایسا نہیں ہے کہ ایک چیز وجود میں نہ ہو اور اس کی وجہ سے خواہ مخواہ نظر آنے لگے، بلکہ وہ ایک موجود شئی کو جسے ہم دوری، غبار یا بصارت ونظر کی کمی کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے، ہمارے لئے قابل دید بنادیتی ہے۔

اس کی نظیر خود فقہاء متقدمین کے یہاں بھی ملتی ہے کہ اگر کوئی شخص بلند مقامات سے چاند دیکھے جبکہ نیچے سے چاند نظر نہ آرہا ہو تو اس کی اطلاع قابل اعتبار ہوگی، اس لئے دوربین سے رویت ہلال بھی معتبر ہوگی، بشرطیکہ اس کا قابل اعتبار مناسب انتظام ہو۔

(جدید فقہی مسائل ص۲۷۱/۲ ج ۳)

(۵)......حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مدظلہم کا فتوی:

فقہاء نے خوردبین اور دوربین کو عینک کا درجہ دیا ہے، لہذا اس سے رویت معتبر ہے۔

(فتاوی قاسمیہ ص۴۴۳ ج ۱۱)

(۶)......آپ ''انوار رحمت'' میں تحریر فرماتے ہیں:

دوربین اور خوردبین سے بھی چاند دیکھنا شرعا معتبر ہوگا، اس لئے اگر دوربین اور خوردبین سے چاند دیکھ کر شہادت دیدیں تو شرعا معبر ہوگی اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہوگا۔ (انوار رحمت ص۵۲۷۔ ایضاح المسائل ص۸۰، مطبع: کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند)

(۷)......حضرت مولانا مفتی سلمان صاحب منصور پوری مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

دوربین اور خوردبین سے بھی چاند دیکھنا شرعا معتبر ہے۔ (کیونکہ یہ آلات صرف دیکھنے میں سہولت پیدا کرتے ہیں، معدوم کو موجود نہیں کر سکتے)۔ (کتاب المسائل ص۱۲۴ ج ۲)

(۸)......حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

جب مطلع صاف ہوتو چاند دیکھنے میں کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے، البتہ اگر مطلع غبار آلود یا بدلی ہو یا ایسا شہر ہو جہاں دس منزلہ اور بیس منزلہ مکان ہی مکان ہوں تو وہاں اگر دوربین سے چاند دیکھنے کی کوشش کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(اسلامی فقہ ص ۳۷۶ ج ۱، نئے آلات کے ذریعہ (چاند کی گواہی))

(۹)......''فتاوی حقانیہ'' کا فتوی:

موجودہ دور میں طرح طرح کے جدید آلات وجود میں آرہے ہیں، جن میں دوربین بھی ایک ایسا آلہ ہے کہ جس کے ذریعہ چاند دیکھنے والوں کی گواہی سے غلبۂ ظن حاصل ہوجاتا ہے، اس لئے ان کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے۔ (فتاوی حقانیہ ص ۱۲۶ ج ۴)

(۱۰)......دارالعلوم کراچی کا فتوی:

ہماری اب تک کی تحقیق کے مطابق وہ دوربین جو محض نظر کی قوت بڑھاتی ہو اور عدسوں وغیرہ کی مدد سے افق پر موجود جرم سماوی کی اپنی روشنی کو جمع کرکے اور اس کی جسامت میں اضافہ کرکے صرف دیکھنے میں سہولت پیدا کرتی ہو، تو اس کے ذریعہ دیکھے جانے والے چاند کی رویت کو اصل چاند کی حقیقی رویت قرار دینا ہمیں شرعا درست معلوم ہوتا ہے۔

لیکن اگر کوئی دوربین بالفرض ان کاموں کے علاوہ کوئی غیر معمولی امر انجام دے کر جرم سماوی کو قابل رویت بناتی ہو، مثلا: جرم سماوی کے افق سے نیچے ہونے کے باوجود اسے دکھاتی ہو، یا جرم سماوی کے حقیقی وجود کے بغیر محض حسابات کی بنیاد پر اس جرم کی خودساختہ شکل یا تصویر دکھاتی ہو، تو ایسی دوربین کے ذریعہ دیکھے گئے چاند کو معتبر نہیں مانا جائے گا، اس لئے کہ رویت کے شرعی اصول کہ ''نفس ہلال کی حقیقی رویت ہو'' کے خلاف ہے، کیونکہ

غیر معمولی طریقہ کے مطابق کی گئی رویت میں فی الجملہ محض چاند کے وجود پر اکتفاء کرنا لازم آئے گا، جس میں شریعت کے مقرر کردہ رویت کے عام اور سادہ اصول کا ترک پایا جائے گا، بلکہ ایسی صورت میں غالب گمان یہی ہوگا کہ یہ رویت کے قابل نہیں تھا تو اس کو نفس ہلال کی حقیقی رویت ماننا ممکن نہیں۔(مأخذہ التبویب:۲۰/۲۵۶۹)

(۱۱)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے دوربین کے ذریعہ دیکھے ہوئے چاند کے سلسلہ میں تفصیل لکھی ہے۔ان کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ چاند تو ہر وقت افق پر رہتا ہی ہے، مگر وہ آنکھ سے نظر نہیں آ سکتا اور عام دوربین سے بھی اس کا دیکھا جانا ممکن نہیں، مگر ایسی مہنگی اور اعلی درجہ کی کوئی دوربین ہو جو سورج کی روشنی اور شعاعوں کو چھپا دے، تو ظاہر ہے جب سورج کی روشنی اور شعاعیں چھپ جائیں گی تو اس دوربین سے افق پر موجود رہنے والا چاند نظر آ سکتا ہے، مگر اس دوربین کی رویت معتبر نہیں ہوگی۔

ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہم کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے، حضرت نے اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحریر ہی کے نقل فرمانے کو کافی سمجھا ہے، دیکھئے! ''محمود الفتاوی'' ص ۲۴۵ ج ۴۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحریر درج ذیل ہے:

شریعت اسلام نے جن معاملات کا مدار چاند کے ہونے پر رکھا ہے اس میں چاند کا وجود فوق الافق کافی ہے یا اس کا قابل رویت ہونا اور عام آنکھوں سے دیکھا جانا ضروری ہے؟۔

شرعی حیثیت سے اس کا جواب معلوم کرنے سے پہلے ایک بات کو تو ہر لکھا پڑھا انسان

جانتا ہے کہ چاند کسی وقت اور کسی دن معدوم تو ہوتا نہیں، اپنے مدار میں کہیں نہ کہیں موجود ہوتا ہے، اس کے لئے نہ انتیس تاریخ شرط ہے اور نہ تیس، وہ اٹھائیس تاریخ کو اور اس سے پہلے بھی فضاء کے کسی بلند افق سے ایسی دوربینوں کے ذریعہ دیکھا جا سکتا ہے جو آفتاب کی شعاع کو انسانی نگاہ کے درمیان حائل نہ ہونے دیں۔......

اور دوربین کے ذریعہ شمسی شعاعوں سے مستور چاند کو دیکھ لینا یا بذریعہ ہوائی جہاز پرواز کر کے بادلوں سے اوپر جا کر چاند دیکھ لینا عام رویت کہلانے کا مستحق نہیں۔

(رویت ہلال ص ۱۲۸۔ جواہر الفقہ جدید ص ۴۴۸/۴۵۲ ج ۳)

مرغوب احمد لاجپوری

۱۰/شوال ۱۴۴۶ھ مطابق: ۹/اپریل ۲۰۲۵ء

بروز بدھ

مہینوں کے آگے پیچھے کرنا

اس مختصر مقالہ میں ﴿ اِنَّمَا النَّسِیْءُ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ ﴾ کی مختصر تفسیر نقل کی گئی ہے، اور اس کے تحت یہ بتلایا گیا ہے کہ مہینوں کو آگے پیچھے کرنا عبادات کو ضائع کرنا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہینوں کے آگے پیچھے کرنا

(۱)......اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُحِلُّوۡنَہٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوۡنَہٗ عَامًا لِّیُوَاطِئُوۡا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فَیُحِلُّوۡا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ ط زُیِّنَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ اَعۡمَالِہِمۡ ط وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ۔(پ:۱۰،سورۂ توبہ،آیت نمبر:۳۷)

ترجمہ:......اور یہ نسیئ (یعنی مہینوں کو آگے پیچھے کردینا) تو کفر میں ایک مزید اضافہ ہے جس کے ذریعے کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اس عمل کو ایک سال حلال کرلیتے ہیں، اور ایک سال حرام قرار دیتے ہیں، تاکہ اللہ تعالی نے جو مہینے حرام کئے ہیں، ان کی بس گنتی پوری کرلیں، اور (اس طرح) جو بات اللہ تعالی نے حرام قرار دی تھی، اسے حلال سمجھ لیں۔ ان کی بدعملی ان کی نگاہ میں خوشنما بنادی گئی ہے، اور اللہ تعالی ایسے کافر لوگوں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتے۔

تفسیر:......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ان آیات کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

پچھلی آیات میں کفار و مشرکین کے کفر و شرک، گمراہی اور بداعمالیوں کا ذکر تھا، ان دو آیتوں میں بھی اسی سلسلہ کا ایک مضمون اور عرب جاہلیت کی ایک جاہلانہ رسم بد کا بیان اور مسلمانوں کو اس سے اجتناب کی ہدایت ہے، وہ رسم بد ایک واقعہ سے متعلق ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ عہد قدیم سے تمام انبیاء سابقین (علیہم الصلوۃ والسلام) کی شریعتوں میں سال کے بارہ مہینے مانے جاتے تھے، اور ان میں سے چار مہینے بڑے متبرک اور ادب و احترام کے مہینے سمجھے جاتے تھے، تین مہینے مسلسل ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک رجب کا۔

تمام انبیاء سابقین (علیہم الصلوۃ والسلام) کی شریعتیں اس پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے، اوران میں کوئی گناہ کرے تو اس کا وبال اور عذاب بھی زیادہ ہے، سابق شریعتوں میں ان مہینوں کے اندر قتل وقتال بھی ممنوع تھا۔

مکہ مکرمہ کے عرب چونکہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کے واسطہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد ہیں، اس لئے یہ سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت ورسالت کے قائل اوران کی شریعت کو ماننے کا دعوی کرتے تھے، اور چونکہ ملت ابراہیم میں بھی ان چار مہینوں (یعنی اشہرحرم) میں قتل وقتال اور شکار ممنوع تھا، عرب جاہلیت پراس حکم کی تعمیل اس لئے سخت دشوار تھی کہ دور جاہلیت میں قتل وقتال ہی ان کا پیشہ بن کر رہ گیا تھا، اس لئے اس میں آسانی پیدا کرنے کے لئے انہوں نے اپنی نفسانی اغراض کے لئے طرح طرح کے حیلے نکالے، کبھی اشہرحرم کے کسی مہینہ میں جنگ کی ضرورت پیش آتی یا لڑتے لڑتے شہرحرام آجاتا تو کہہ دیتے کہ اب کے سال یہ مہینہ حرام نہیں ہوا اگلا مہینہ حرام ہوگا، مثلا محرم آگیا تو کہتے کہ اس سال محرم کا مہینہ حرام نہیں بلکہ صفر کا مہینہ حرام ہوگا، اورمزید ضرورت پڑتی تو کہتے کہ ربیع الاول حرام ہوگا، یا یہ کہتے کہ اس سال صفر کا مہینہ پہلے آگیا، محرم بعد میں آئے گا اس طرح محرم کو صفر بنادیا، غرض سال بھر میں چار مہینے تو پورے کر لیتے تھے لیکن اللہ تعالی کی متعین کردہ ترتیب اور تعیین کا لحاظ نہ کرتے تھے، جس مہینہ کو چاہیں ذی الحجہ کہہ دیں اور جس کو چاہیں رمضان کہہ دیں جس کو چاہیں مقدم کردیں جس کو چاہیں مؤخر کردیں، اور کبھی زیادہ ضرورت پڑتی مثلا لڑتے لڑتے دس مہینے گذر گئے اور سال کے صرف دو ہی مہینے باقی رہ گئے تو ایسے موقع پر سال کے مہینوں کی تعداد بڑھادیتے، اور کہتے کہ اب کے برس چودہ مہینوں کا ہوگا، اسی طرح باقی ماندہ چار

مہینوں کو اشہر حرم بنا لیتے تھے۔

غرض دین ابراہیمی کا اتنا تو احترام کرتے تھے کہ سال میں چار مہینوں کا احترام کرتے اور ان میں قتل وقتال سے باز رہتے تھے، مگر اللہ تعالی نے جو ترتیب مہینوں کی متعین فرمائی اور اسی ترتیب سے چار مہینوں کو اشہر حرم قرار دیا، اس میں طرح طرح کی تاویلیں کر کے اپنی اغراض نفسانی کو پورا کرتے تھے۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس زمانہ میں اس کا امتیاز ہی دشوار ہو گیا تھا کہ کونسا مہینہ رمضان یا شوال کا ہے اور کون سا ذی القعدہ' ذی الحجہ یا رجب کا ہے، ہجرت کے آٹھویں سال جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور نویں سال میں آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو موسم حج میں تمام کفار ومشرکین سے براءت کا اعلان کرنے کے لئے بھیجا تو یہ مہینہ حقیقی حساب سے اگر چہ ذی الحجہ کا مہینہ تھا، مگر جاہلیت کے اسی پرانے دستور کے مطابق یہ مہینہ ذی القعدہ کا قرار پایا تھا، اور اس سال ان کے نزدیک حج کا مہینہ بجائے ذی الحجہ کے ذی القعدہ مقرر تھا، پھر ۱۰ھ میں جب رسول کریم ﷺ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو قدرتی طور پر ایسا نظام بن گیا کہ مہینہ اصلی ذی الحجہ کا تھا، اہل جاہلیت کے حساب میں بھی وہ ذی الحجہ ہی قرار پایا، اس لئے رسول کریم ﷺ نے اپنے منی کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ”ان الزمان قد استدار کھیئة یوم خلق اللہ السموات والارض“۔

یعنی زمانہ پھر پھرا کر اپنی اسی ہیئت پر آ گیا جس پر اس کو اللہ تعالی نے زمین وآسمان کی پیدائش کے وقت رکھا تھا، یعنی جو مہینہ اصلی ذی الحجہ کا تھا جاہلیت والوں کے نزدیک بھی اس سال وہی مہینہ ذی الحجہ کا مہینہ قرار پایا۔.....

بات تو مختصر سی تھی کہ مہینہ کا نام بدل کر مقدم ومؤخر کر دیا، کہ محرم کو صفر اور صفر کو محرم بنا دیا

لیکن اس کے نتیجہ میں سینکڑوں احکام شرعیہ کی تحریف ہوکر عمل برباد ہوا، قرآن مجید کی ان دو آیتوں میں اس رسم جاہلیت کی خرابی اور مسلمانوں کو اس سے بچنے کی ہدایت ہے۔.....

دوسری آیت میں بھی اس رسم جاہلیت کا ذکر اس طرح فرمایا: ''اِنَّمَا النَّسِیْءُ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ'' لفظ ''نسیء'' مصدر ہے، جس کے معنی پیچھے ہٹا دینے اور مؤخر کر دینے کے ہیں، اور بمعنی مؤخر بھی استعمال ہوتا ہے۔

مشرکین عرب نے ان مہینوں کے آگے پیچھے کرنے کو یہ سمجھا تھا کہ اس طرح ہماری اغراض نفسانی بھی فوت نہ ہوں گی، اور حکم خداوندی کی تعمیل بھی ہو جائے گی، حق تعالی نے فرمایا کہ یہ تمہارا مہینوں کو مؤخر کرنا اور اپنی جگہ سے ہٹا دینا کفر میں اور زیادتی ہے، جس سے ان کفار کی گمراہی اور بڑھتی ہے کہ وہ شہر حرام کو کسی سال تو حرام قرار دیں اور کسی سال حلال کرلیں۔

''لِیُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ'' یعنی تاکہ وہ پوری کرلیں گنتی ان مہینوں کی جن کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے، مطلب یہ ہے کہ محض گنتی پوری کر لینے سے تعمیل حکم نہیں ہوتی، بلکہ جو حکم جس مہینہ کے لئے دیا گیا ہے، اسی مہینہ میں اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔

(معارف القرآن ص ۳۷۰ ج ۴)

نوٹ:...... رویت ہلال میں بے احتیاطی سے بھی یہی ہوگا جو حکم جس تاریخ اور جس مہینے کے ساتھ فرض و واجب کیا گیا ہے، وہ غیر اوقات یا غیر ایام کو کیا جائے گا، حالانکہ ان اعمال کا اسی ایام میں یا اسی اوقات میں ادا کرنا ضروری ہیں، مثلا: قربانی کے ایام متعین ہیں، اگر رویت میں گڑبڑ ہوگئی تو قربانی اپنے اوقات میں ادا نہیں ہوگی۔ اسی طرح تکبیر تشریق کے ایام مقرر ہیں، وہ بھی غیر ایام میں پڑھی جائیں گی، اسی طرح اعتکاف بھی غلط دن سے

شروع ہوگا اور غلط دن ختم ہوگا۔ عیدین بھی صحیح دن سے مقدم یا مؤخر ہو جائیں گی، حج جیسا اہم فریضہ بھی بے وقت ادا کیا جائے گا۔

خود نبی کریم ﷺ نے بھی اسی لئے حج میں ایک سال کی تاخیر فرمائی تاکہ حج جیسی عبادت اور اللہ تعالی کا ایک اہم فریضہ بے وقت ادا نہ ہو۔

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

علماء (صحابہ) کا بیان ہے کہ عرب (جاہلیت) میں نسیء کا راج برابر تھا۔ بعض سال وہ کسی مہینہ میں اور اگلے سال کسی اور مہینے میں وہ حج کرتے تھے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: دو سال میں ایک ہی مہینہ میں حج کرتے تھے۔ ذی الحجہ میں دو سال، محرم میں دو سال، صفر میں دو سال اسی طرح ہر ماہ میں دو سال حج کرتے تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ حج وداع سے پہلے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت حج کیا گیا، وہ ماہ ذی قعدہ میں دوسرے سال کا حج تھا، اور اگلے سال جب رسول اللہ ﷺ نے حج وداع کیا تو وہ حج شرعی یعنی ذی الحجہ میں تھا۔ نویں تاریخ کو آپ ﷺ نے عرفات میں قیام کیا اور دسویں تاریخ کو منی میں خطبہ دیا اور بتایا کہ نسیء کے مہینے منسوخ ہو گئے اور چکر کاٹ کر زمانہ (حج) وہیں آ گیا جس پر اللہ تعالی نے آسمان و زمین کی پیدائش کے دن مہینوں کا حساب قائم کیا تھا۔ حضور ﷺ نے اس کی پابندی کا حکم دیا تاکہ اگلے زمانہ میں اس قسم کی تبدیلی نہ کر لی جائے۔

(تفسیر مظہری (اردو) ص ۵۰۴ ج ۳، مطبوعہ: مکتبہ لدھیانوی)

(۱)......عن عمرو بن شعیب عن أبیه رضی الله عنه: عن جده قال: کان العرب یجعلون عامًا شهرا و عاما شهرین، ولا یصیبون الحجّ الا فی کل ستة و عشرین سنة مرة، وهو النسیء الذی ذکر الله عز وجل فی کتابه فلما کان عام حج أبوبکر رضی

الـلـه عـنـه بـالـنـاس وافق فی ذلک العام الحجّ ، فسمّاه الله الحجّ الاکبرَ ، ثم حجّ رسـولُ الـلـه صـلـى الـلـه عليه وسلم من العام المُقْبِل ، فاستقبل الناس الأهلّة ، فقال رسـولُ الـلـه صلی الله عليه وسلم : انّ الزمان قد اسْتدار کهیئته یوم خلق السموات والارض ۔(معجم طبرانی اوسط ص۱۹۶ ج۳، رقم الحديث:۲۹۰۹)

(۲)......عـن ابن عمرَ رضی الله عنهما قال : وقف رسولُ الله صلى الله عليه وسلم بالعقبةِ فقال :” ان النسیءَ من الشيطان زيادةٌ فی الكفر يُضَلُّ به الذين كفروا يُحِلُّونه عـامًـا و يُحرِّمونها عامًا “ فكانوا يُحرِّمون المحرّم عاما ويَسْتَحِلُّون صفرَ ‘ ويُحرِّمون صفرَ عاما و يستحلّون المحرمَ ‘ وهو النبیء۔(الدرالمنثور فی التفسیر بالمأثور ص۳۴۸ ج۷)

اس دور پر فتن میں کئی مما لک اسلامیہ میں بھی رویت ہلال کے سلسلہ میں جان کر یا انجانے میں بے احتیاطی ہو رہی ہے، اس وجہ سے عبادات اپنے صحیح اوقات میں ادا نہیں رہی ہیں، جیسے رویت ہلال کا فیصلہ جلد بازی میں کر دیا گیا اور کما حقہ شہادت پر جرح نہیں کی گئی اور ا کی دکی شہادت پر فیصلہ کر دیا گیا تو رمضان وقت سے پہلے شروع ہوسکتا ہے، اور ممکن ہے اس کے نتیجہ میں عید بھی رمضان میں ہو جائے، اسی طرح اعتکاف بھی وقت سے پہلے شروع ہوگا اور وقت سے پہلے پورا ہوگا، قربانی بھی بلا وقت ہو جائے گی، اور اسلام کا ایک رکن اور فریضہ حج بھی بجائے ۹ ر کے: ۸ ر کو ہو جائے۔

قرب قیامت میں چاند پہلے سے دیکھ لیا جائے گا

اور احادیث مبارکہ اس کی نشاندہی کی گئی ہے کہ: ایک وقت ایسا آئے گا کہ چاند وقت سے پہلے دیکھ لیا جائے گا، قیامت کی علامتوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ چاند پہلے دیکھ لیا جائے گا، یعنی لوگ غلط شہادت دے کر رمضان وعیدن کا فیصلہ کروائیں گے، یا گواہی تو سچی ہوگی مگر انہیں چاند دیکھنے میں اشتباہ ہو جائے گا اور اپنے گمان میں کسی اور چیز کو چاند سمجھ لیں گے اور رویت کی گواہی دیں گے۔ حدیث شریف میں ہے:

(۱):......عن انس رضی الله عنه قال: من اقتراب الساعة ان یری الهلال قَبَلا ، الخ،

ترجمہ:...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: قرب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ چاند پہلے سے دیکھ لیا جائے گا۔ (جمع الفوائد ص۱۴۷ ج۴)

بڑا چاند دیکھ کر دوسری تاریخ کا کہنا جائز نہیں

اور یہ بھی ہوگا کہ صحیح رویت کرنے والوں پر یہ اعتراض کیا جائے گا کہ دیکھو! یہ چاند کتنا بڑا ہے، یہ تو یقیناً کل کا ہی ہے۔ حالانکہ فقہ وحدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے:

مسئلہ:...... چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ چاند بہت بڑا ہے، کل کا معلوم ہوتا ہے، بری بات ہے۔

(بہشتی زیور ص۲۰۰ رتیسرا حصہ، چاند دیکھنے کا بیان (درسی بہشتی زیور خواتین کے لئے ص ۲۰۷)

(۱):...... عن أبی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من اقتراب الساعة انتفاخ الاهلة ، وأن يرى لليلة ، فيقال هو ابن ليلتين۔

(مجمع الزوائد ص۲۶۳ ج ۳، باب فی الاهلة و قوله : صوموا لرؤيته ،كتاب الصوم ، رقم الحديث : ۴۸۰۸)

ترجمہ:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قرب قیامت کی علامات میں چاند کا بڑا نظر آنا ہے، اور یہ کہ چاند پہلی رات کا دیکھا جائے گا اور کہا جائے کہ یہ دوسری رات کا چاند ہے۔

(۲):...... عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من اقتراب الساعة انتفاخ الاهلة ، وأن يرى لليلة ، فيقال هو ابن ليلتين))۔

(مجمع الزوائد ص۲۶۳ ج ۳، باب فی الاهلة و قوله : صوموا لرؤيته ، كتاب الصيام ، رقم الحديث :۴۸۱۱)

ترجمہ:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قرب قیامت کی علامات میں چاند کا بڑا نظر آنا ہے اور یہ کہ چاند پہلی رات کا دیکھا جائے گا اور کہا جائے کہ یہ دوسری رات کا چاند ہے۔

(۳):……عن انس رضی اللہ عنه قال: من اقتراب الساعة ان یری الھلال قَبلا ، فیقال للیلتین ، الخ۔(جمع الفوائد ص۱۴۷ ج۴)

ترجمہ:……حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: قرب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ چاند پہلے سے دیکھ لیا جائے گا، اور (پہلی تاریخ کے چاند) کو کہا جائے گا کہ یہ دوسری کا ہے۔

(۴):……عن عاصم بن بھدلة عن الشعب رضی اللہ عنھما ان : رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال : من اقتراب الساعة انتفاخ الاھلة وان یری الھلال ابن لیلة ، کانه ابن لیلتین۔(السنن الواردہ ص۱۹۷ ج۴)

ترجم:……حضرت عاصم بن بہدلہ شعب رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قرب قیامت کی علامات سے ہے کہ ایک شب کا چاند ایسا دکھائی دے گا جیسا کہ دوسری شب کا ہوتا ہے۔

(۵):……عن عمارة بن مھران قال سمعت الحسن رضی اللہ عنه یقول : قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم : ان من اشراط الساعة ان یری الھلال للیلة ، فیقال ھو للیلتین۔(السنن الواردہ ص۱۹۷ ج۴)

ترجمہ:……حضرت عمارہ بن مہران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: علامات قیامت میں سے ہے کہ پہلی رات کا چاند دیکھا جائے گا اور کہا جائے کہ دوسری رات کا چاند ہے۔

(۶):……عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنه قال : اقتراب الساعة انتفاخ الاھلة

يراه الرجل لليلة ، و يحسبه لليلتين ۔(السنن الواردہ ص۱۹۷ج۴)

ترجمہ:.......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:قرب قیامت کی علامات میں سے چاند کا بڑا دکھائی دینا ہے،آدمی پہلی شب کا چاند دیکھ کر کہے گا کہ دوسری شب کا ہے۔

(۷):.......عن ابی البختری رحمه الله قال : خرجنا للعمرة ، فلما نزلنا نخلة تراء ينا الهلال ، فقال : بعض القوم : هو ابن ثلاث ، وقال بعض القوم : هو ابن ليلتين ، فلقينا ابن عباس رضی الله عنهما فقلنا : انا رأينا الهلال فقال بعض القوم : هو ابن ثلاث ، وقال بعض القوم : هو ابن ليلتين ، فقال : ای ليلة رأيتموه ؟ قلنا : ليلة كذا و كذا ، فقال : ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امده للرؤية فهو لليلة رأيتموه ،

”وفی رواية عنه ‘ قال : اهللنا رمضان و نحن بذات عرق ، فارسلنا رجلا الى ابن عباس رضی الله عنهما فقال ابن عباس رضی الله عنهما : قال : رسول صلى الله عليه وسلم :ان الله تعالى قد امده لرؤ يته ‘ فان اغمى عليكم فاكملوا العدة“۔

(مشکوۃ، باب رؤية الهلال ، الفصل الثالث)

ترجمہ:.......حضرت ابوالبختری (سعید بن فیروز کوفی) رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ہم لوگ عمرہ کی غرض سے نکلے، جب ہم بطن نخلہ (مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے) میں ٹھہرے تو چاند دیکھنے کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے۔ چاند دیکھنے کے بعد بعض لوگوں نے کہا کہ: یہ چاند تیسری شب کا ہے اور بعض نے کہا کہ: دوسری شب کا ہے،اس کے بعد جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہماری ملاقات ہوئی تو ہم نے ان سے لوگوں کا حال عرض کیا،تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:تم لوگوں نے چاند کس رات دیکھا

تھا؟ ہم نے کہا کہ: فلاں رات دیکھا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: (اللہ تعالی نے) رمضان کی مدت کو چاند دیکھنے پر موقوف فرمایا، لہذا چانداسی رات کا ہے جس رات تم نے اسے دیکھا ہے۔

حضرت ابوالبختری رحمہ اللہ کی ایک روایت ہے کہ: ہم نے ذات عرق (جو مذکورہ بالا بطن نخلہ کے قریب ایک مقام ہے) میں رمضان کا چاند دیکھا، چنانچہ ہم نے ایک شخص کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان سے تحقیق کی غرض سے بھیجا کہ یہ چاند کس رات کا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: اللہ تعالی نے شعبان کی مدت کو رمضان کا چاند دیکھنے تک دراز کیا ہے، لہذا اگر مطلع ابرآلود ہو تو (شعبان) کی گنتی پوری کرو اور اس کے بعد روزہ رکھو۔

نوٹ:...... تفصیل کے لئے دیکھئے! راقم کا رسالہ ''قرب قیامت اور رؤیت ہلال''۔

(مرغوب الفقہ ص ۱۴۷ ج ۶)

وقت سے پہلے روزہ رکھنے پر آیت کا نزول

وقت سے پہلے روزہ رکھنے پر قرآن وحدیث میں ممانعت اور وعید بیان فرمائی گئی ہے:

(۱)......﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾۔

(پ۲۶/سورۂ حجرات،آیت نمبر:۱)

ترجمہ:......اے ایمان والو! اللہ تعالی اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھا کرو۔

تفسیر:......زجاج نے کہا:

لا تقدموا أعمال الطاعات قبل وقتها الذى أمر الله تعالى به و رسوله صلى الله عليه وسلم۔

جن عبادات کے اوقات اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے مقرر ہیں ان کے وقت آنے سے پہلے ان عبادات کو ادا نہ کرو۔

(الجامع لاحکام القرآن ص۳۵۴ ج۱۹،سورۂ حجرات (تفسیر قرطبی)۔النکت والعیون ص۳۲۶ ج۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ: نبی کریم ﷺ سے پہلے روزہ نہ رکھو۔ایک روایت میں ہے کہ: حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ایک یا دو دن رمضان سے پہلے ہی آپ ﷺ کی موجودگی میں روزہ شروع کردیتے تھے۔

''طبرانی'' کی روایت میں ہے کہ: مہینہ کی ابتدا جلدی سے شروع فرمادیتے اور روزہ رکھنے لگتے تھے،اس پر اللہ تعالی نے اس آیت کو نازل فرماکر حکم فرمایا کہ: اس طرح وقت سے پہلے روزہ نہ رکھو۔

(۲)......أخرج ابن مردوية عن عائشة رضى الله عنها فى قوله ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾ قالت : لا تصوموا قبل أن يصومَ نبيُّكم۔

(۳)......وأخرج ابن النجار فی " تاریخه " عن عائشة رضی الله عنها قالت : کان الناس یتقدّمون بینَ یدی رمضانَ بصیامٍ– یعنی یوما أو یومین – فانزل الله : ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾۔

(۴)......وأخرج الطبرانی فی "الاوسط " وابن مردویة عن عائشة رضی الله عنها ' ان ناسا کانوا یتقدّمون الشهر فیصومون قبل النبی صلی الله علیه وسلم فأنزل الله : فی قوله ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور ص۵۲۸/۵۲۹ ج۱۳، سورۂ حجرات)

روزے کے افطار سے قبل افطار کرنے کی سزا

(۱)...... ابو اُمامة الباهلی رضی الله عنه قال : سمعت رسول صلی الله علیه و سلم یقول : بینا أنا نائم اذ أتانی رجلان فأخذا بضَبْعَیَّ فأتیا بی جبلا وعرًا فقالا : اصعَدُ ، فقلت : انّی لا اُطیقُه ، فقالا : انّا سَنَسُهَلُهُ لک ، فصعدتُّ حتّی اذا کنتُ فی سواء الجبل اِذا بأصواتٍ شدیدةٍ ' قلتُ : ما هذه الاصوات ؟ قال : هذا عُواء أهل النّار ' ثم انطلق بی فاذا أنا بقومٍ معلّقین بعَراقیبِهم ' مُشقّقةٍ أشداقُهُم تسیل اشداقُهم دماً ' قال :قلتُ : من هؤلاء ؟ قال : هؤلاء الذین یُفْطِرون قبل تَحِلَّةِ صومهم ' فقال : خابت الیهود والنّصاری ، فقال سلیمان : ما أدری أَسَمِعَه ابو امامة من رسول الله صلی الله علیه وسلم ' أم شیءٌ من رأیه ، ثم انطلق فاذا بقوم أشدّ شیءٍ اِنتِفاخا ' وأنتَنِه ریحا ' وأسوئه مَنْظرا ، فقلت : مَن هؤلاء ؟ فقال : هولاء قَتْلی الکُفّار ، ثم انطلق بی فاذا أشد شیء انتفاخا وانتنه ریحا کأن ریحهم المَراحِیض ، فقلت : من هؤلاء ؟ قال : هؤلاء الزّانون والزّوانی ' ثم انطلق بی فاذا بنساء تَنْهَشُ ثَدْیَهُنّ الحیّات ' قلت : ما

بـال هـؤلاء ؟ قال هؤلاء يمنَعْنَ اولادَهُنّ البانَهُنّ ، ثم انطلق بى فاذا انا بغلمانٍ يلعبون بين نهرين ' قلت : من هؤلاء ؟ قال : هؤلاء ذَرارى المؤمنين ، ثم شَرَف شرفًا فاذا أنا بـنفرٍ ثلا ثةٍ يشربون من خمرٍ لّهم ، قلت : من هؤلاء ؟ قال : هؤلاء جعفرٌ و زيدٌ وابن رواحةَ ، ثـم شـرفـنـى شـرفـا آخر ، فاذا انا بنفرٍ ثلا ثةٍ ، قلت : من هولاء ؟ قال : هذا ابراهيم وموسى وعيسى وهم ينظُرُونى۔

(صحیح ابن خزیمہ، باب ذكر تعليق المفطرين قبل وقت الافطار بعراقيبهم و تعذيبهم فى الآخرة بفطرهم قبل تحلة صومهم ، جماع ابواب فضائل شهر رمضان و صيامه ، رقم الحديث:۱۹۸۶۔

صحیح ابن حبان (آخری حدیث)، باب ذكر وصف عقوبة اقوام من اجل اعمال ارتكبوها ارى رسول الله صلى الله عليه وسلم اياها ، كتاب اخباره نن مناقب الصحابة ، رقم الحديث:۷۴۹۴)

ترجمہ:......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: میں سو رہا تھا کہ دو شخص میرے پاس (خواب میں) آئے اور میرے بازو پکڑ کو مجھ کو ایک سخت پہاڑ پر لائے اور کہا کہ چڑھو، میں نے کہا کہ: مجھ میں اس کی طاقت نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ: ہم اس کو آپ لئے آسان بنا دیں گے، چنانچہ میں چڑھا، اور جب پہاڑ کی ہموار سطح پر پہنچا تو بہت کچھ سخت آوازیں سنائی دیں، میں نے پوچھا: یہ آواز کیسی ہیں؟ فرشتوں نے کہا کہ: یہ عام دوزخی ہیں، پھر مجھ کو آگے چلایا گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ کچھ آدمی پنڈلیوں کے بل لٹکے ہوئے ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ جو روزے کے افطار سے قبل افطار کیا کرتے تھے، پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ: بڑے خسارے میں رہے یہود و نصاری (کہ انہوں نے قبل از وقت افطار کیا) سلیم راوی کہتے ہیں کہ: اس لفظ کہ متعلق میں نہیں کہہ سکتا

کہ: ابوامامہ نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سنا (اور نقل کیا) یا اپنی طرف سے کہا۔ پھر مجھ کو آگے چلایا تو دیکھتا کیا ہوں کہ کچھ آدمی نہایت درجہ پھولے ہوئے اور نہایت بد بودار تھے کہ پاخانہ کی سی بد بو آتی تھی، اور نہایت بد شکل تھے، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتوں نے کہا کہ: یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں، پھر مجھ کو چلایا گیا تو عورتیں نظر پڑیں کہ ان کی پستانیں سانپ نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا کہ: ان کا کیا قصہ ہے؟ جواب ملا کہ: یہ وہ عورتیں ہیں کہ جو اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ پھر مجھ کو چلایا گیا تو بچوں کو دیکھا کہ دو نہروں کے درمیان کھیل رہے ہیں، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ: یہ مسلمانوں کی صغیر سن اولاد ہیں۔ پھر مجھ کو اوپر چڑھایا گیا تو تین آدمی نظر آئے کہ اپنی شراب پی رہے ہیں، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ فرشتوں نے کہا کہ: یہ حضرت جعفر اور حضرت زید اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم ہیں جو غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔ پھر مجھ کو دوسری طرف اوپر چڑھایا گیا تو تین اشخاص نظر آئے، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ فرشتوں نے کہا کہ: یہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور وہ مجھے دیکھ رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا چاند کے ثبوت کے بغیر رمضان شروع کرنے پر ارشاد

(۱):......عن عتبة بن عمار بن عياش ، عن أبيه ، قال : أتيت ابن مسعود ، فقلت : صام ناس من الحيّ و ناس من جيراننا اليوم ، فقال : عن رؤية الهلال ؟ فقلت : لا ، قال : لان أفطر يوما من رمضان ثم أقضيه ، أحب اليّ من أن أصوم يوما من شعبان۔

ترجمہ:......حضرت عتبہ بن عمار بن عیاش اپنے والد سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ: میں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور میں نے عرض کیا کہ: محلّہ کے کچھ لوگوں نے اور ہمارے کچھ پڑوسیوں نے آج (شعبان کے آخری دن کا) روزہ رکھا ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا (رمضان کے) چاند کی رویت (کے ثبوت کے بعد) روزہ رکھا ہے؟ میں نے کہا: نہیں تو آپ نے فرمایا: میں رمضان کا ایک روزہ افطار کروں اور پھر اس کی قضا کروں، یہ مجھے پسند ہے اس بات سے کہ میں شعبان کے دن کی (آخری تاریخ کا جو یوم شک ہے) روزہ رکھوں۔

(معجم طبرانی کبیر ص۳۶۲ ج۹، رقم الحدیث :۹۵۶۴۔ مجمع الزوائد ص۲۶۷ ج۳، باب فیمن یتقدم رمضان بصوم ، کتاب الصوم ، رقم الحدیث :۴۸۲۹)

تشریح:......رمضان کے چاند کے ثبوت کے بغیر شعبان کے آخری دن کا روزہ رکھنے پر یہ ارشاد فرمایا: کہ اگر بعد میں کسی کی گواہی پر رمضان کا چاند ثابت بھی ہو جائے اور اس پہلی رمضان کا روزہ قضا کرنا پڑے یہ مجھے پسند ہے اس بات سے کہ چاند کے ثبوت سے پہلے ہی رمضان شروع کردوں۔

عبادت خانہ میں اعتکاف کا حکم

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبادت خانہ میں اعتکاف کا حکم

سوال:...... جو مسجد شرعی نہ ہو یعنی عبادت خانہ ہو، اس میں اعتکاف کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:...... حامدا و مصلیا و مسلما: ہمارے اکابر کے بعض فتاوی میں ہے کہ: اعتکاف کے لئے مسجد شرعی شرط ہے، یعنی جو مسجد شرعی نہ ہو اور عبادت خانہ ہو اگر چہ اس میں پانچ وقت کی نماز ہوتی ہو پھر بھی وہاں اعتکاف درست نہیں۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص۳۸۳ ج۴۔ فتاوی دار العلوم زکریا ص ۵۱۵ ج ۹ ط: زمزم پبلشرز، کراچی)

دوسرے بعض اکابر کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلے میں بھی اعتکاف صحیح ہے، یعنی جو مسجد شرعی نہ ہو صرف نماز کے لئے مصلی تیار کیا گیا ہو اس میں اعتکاف کرنا صحیح ہے۔

(مستفاد: فتاوی رحیمیہ ص ۲۰۹ ج ۵۔ کتاب المسائل ص۲۰۲ ج ۲، باب الاعتکاف)

یورپ اور مغربی مما لک کے بہت سے شہروں اور بستیوں میں شرعی مساجد نہیں ہیں، بلکہ مسلمانوں نے اپنی نماز کی ضرورت کے لئے کسی گھر یا فکٹری یا کسی چرچ یا کسی ہال یا کسی بڑی منزلہ عمارت کے کسی حصہ میں کوئی جگہ نماز کے لئے خاص کر لی ہوتی ہے۔ اگر اعتکاف کے لئے شرعی مسجد کو شرط قرار دیا جائے تو ان مما لک کی ایک بڑی تعداد اعتکاف کی سنت کی ادائیگی سے محروم ہو جائے گی، اس لئے ان مما لک کے باشندوں کے لئے ان اکابر کے فتاوی کو لائحہ عمل بنانا چاہیئے کہ عبادت خانوں میں بھی اعتکاف صحیح ہے۔

فقہاء نے عورتوں کے اعتکاف کے مسئلہ میں اس کی ''مسجد بیت'' کو مسجد کے حکم میں قرار دیا ہے، اس لئے ضرورت کے وقت جماعت خانہ میں بھی اعتکاف درست قرار دینا چاہیئے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ص۲۰۲ ج ۲، باب الاعتکاف)

علماء نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ: اعتکاف سنت علی الکفایہ ہر محلّہ کی مسجد میں ہونا چاہیئے یا بستی کی ایک مسجد میں ادا کرنے سے پورے شہر کے لئے کافی ہو جائے گا؟ تو اس مسئلہ کو تراویح پر قیاس فرما کر لکھا کہ: اس مسئلہ میں اگر چہ کوئی صریح عبارت اور جزئیہ نظر سے نہیں گذرا، مگر تراویح پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ: جس طرح تراویح ہر محلّہ کی مسجد میں مسنون ہے، اسی طرح اعتکاف بھی ہر محلّہ کی مسجد میں مسنون ہے۔

پورے شہر میں ایک جگہ مسجد میں تراویح کی جماعت ادائیگی سنت کے لئے کافی ہے، یا محلّہ کی ہر مسجد میں تراویح سے سنت کی ادائیگی ہوگی؟ ایک مسجد میں تراویح کافی ہے؟ یا محلّہ کی ہر مسجد میں ضروری ہے؟ تو فقہاء نے اس مسئلہ میں تین قول لکھے ہیں:

(۱)...... علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے شہر کی ایک مسجد میں تراویح کو سنت کی ادائیگی کے لئے کافی قرار دیا۔

(۲)...... علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے شہر کی ہر مسجد میں تراویح کو سنت کی ادائیگی کے لئے ضروری فرمایا۔

(۳)...... علامہ شامی رحمہ اللہ نے محلّہ کی ایک مسجد میں تراویح کو سنت کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھا۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ص ۴۹۸ ج ۴۔ کتاب الفتاوی ص ۴۵۴ ج ۳۔ فتاوی حقانیہ ص ۲۰۶ ج ۴۔
فتاوی دار العلوم زکریا ص ۳۳۷ ج ۳ ط: اشرفیہ، دیوبند)

اس مسئلہ میں اس سے بحث نہیں کی گئی کہ تراویح کی ادائیگی کی کفایت کے لئے مسجد شرعی شرط ہے یا مصلی بھی کافی ہے، ظاہر ہے کہ جس بستی میں کوئی شرعی مسجد نہ ہو اور عبادت خانہ ہو تو اس میں تراویح کی ادائیگی ضروری ہوگی، اور اس عبادت خانہ میں تراویح کو نا جائز

نہیں کہا جائے گا۔

اسی طرح ایسے علاقوں میں جہاں مسجد شرعی نہ ہو تو اعتکاف بھی عبادت خانہ میں جائز اور درست ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے قوی امید ہے کہ سنت مؤکدہ اعتکاف کا ثواب ملے گا۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ص۲۰۹ ج ۵۔ کتاب المسائل ص۲۰۲ ج ۲، باب الاعتکاف)

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ نے مسجد نہ ہونے کی صورت میں مدرسہ کا اعتکاف بھی درست قرار دیا ہے۔ سوال و جواب ملاحظہ ہو:

سوال:...... بستی میں مسجد تھی لیکن شہید کردی گئی ہے، اور دوسری جگہ مدرسہ میں نماز با جماعت ادا کرتے ہیں، تو کیا وہاں اعتکاف کر سکتے ہیں؟ اور اعتکاف کرنے سے سنت مؤکدہ اعتکاف ادا ہو جائے گا؟

جواب:...... اگر شہید شدہ مسجد میں اعتکاف کرنا ممکن نہ ہو اور بستی میں دوسری مسجد ہو تو وہاں اعتکاف کیا جائے، مدرسہ کا اعتکاف معتبر نہ ہوگا۔ اگر مسجد نہیں ہے تو صحیح ہو جائے گا، انشاء اللہ۔ (فتاوی رحیمیہ ص۲۰۹ ج ۵)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے قید خانہ میں جہاں جماعت ہوتی ہو اس میں بھی اعتکاف کرنے کی اجازت دی ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص۴۰۴ ج ۱۶ (قدیم)۔ مسائل اعتکاف۔ مرغوب الفقہ ص۲۸۳ ج ۶)

سوال و جواب درج ہیں:

سوال:...... ہم پاکستانی جنگی قیدی ہیں، ہم نماز با جماعت ادا کرتے ہیں، عیدین اور جمعہ اسیری کی وجہ سے معاف ہے، اگر رمضان تک رہنا ہو تو روزہ اور تراویح اور اعتکاف کی کیا پوزیشن ہے؟ نمازیں با جماعت مع اذان ایک کمرہ میں پڑھتے ہیں۔

جواب:......آپ صاحبان کو جب وہاں اذان و جماعت کی سہولت ہے، کوئی رکاوٹ نہیں اور دوسرے کا وہاں داخل ہونا نماز جمعہ سے منع کرنے کے لئے نہیں بلکہ قانونی تحفظ کے لئے منع ہے، ایسی حالت میں بعض کتب فقہ کی عبارات کے تحت وہاں جمعہ اور عیدین ادا کرنے کی گنجائش ہے۔ روزہ، تراویح میں کوئی پابندی نہیں، حکم شرعی کے مطابق روزہ رکھیں تراویح پڑھیں۔ اگر مسجد مستقل نہ ہو تو جہاں جماعت کرتے ہیں وہاں اعتکاف کر سکتے ہیں۔ (فتاوی محمودیہ، ص ۳۸ ج ۸، جامعہ فاروقیہ، کراچی۔ ص ۳۴۲ ج ۱۲، مکتبہ محمودیہ، میرٹھ)

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اعتکاف کے لئے مسجد شرط نہیں..... یورپ اور امریکہ میں مصلی (جماعت خانہ) ہوتا ہے، جب تک حکومت کی طرف سے مسجد بنانے کی باقاعدہ اجازت نہیں ملتی لوگ کوئی گھر وغیرہ کرایہ پر لے کر اس کو عارضی مسجد بنا لیتے ہیں، وہاں پنج وقتہ نماز ہوتی ہے، امام متعین ہوتا ہے، اور نمازی بھی متعین ہوتے ہیں، پھر جب مسجد بنانے کی اجازت مل جاتی ہے تو مسجد بنا لیتے ہیں، ان جماعت خانوں میں مفتیان کرام نے اعتکاف کے جواز کا فتوی دیا ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۱۰۹ ج ۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہاڑوں کی غاروں میں اعتکاف فرمایا تھا۔ آپ کا یہ عمل بھی غیر شرعی مسجد میں اعتکاف کے جواز کی دلیل بن سکتا ہے۔ اگر چہ اس روایت کا جواب بھی دیا جا سکتا ہے اور اس کی تاویل بھی کی جا سکتی ہے۔

(۱)......عن ابن ابی ملیکة قال : اعتکفت عائشة بین حراء و ثبیر فکنا نأتیها هناک و عبدٌ لها یؤُمُّها۔

ترجمہ:......حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

حراءاورثبیر (نامی پہاڑوں) کی (غاروں میں) اعتکاف فرمایا تھا، ہم وہاں ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، (نماز کے وقت) ان کا ایک غلام ان کی امامت کیا کرتا تھا۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۵۰ ج۴، باب لا جوار الا فی مسجد جماعة ، كتاب الاعتكاف ، رقم الحديث:۸۰۲۱)

نوٹ:...... آخر میں اہل علم کے لئے چند عربی عبارات نقل کی جاتی ہیں، تا کہ ان کو دلائل کے سمجھنے میں سہولت رہے۔

(۱)......وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ۔ (پ۲:، سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۸۷)

(۲)......عن عائشة رضى الله عنها قالت :...... ولا اعتكاف الا فى مسجد جامع۔

(ابوداؤد، باب المعتكف يعود المريض ، كتاب الصيام ، رقم الحديث:۲۴۷۳)

(۳)......عن على رضى الله عنه قال : لا اعتكاف الا فى مسجد جماعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۹ ج۲، من قال : لا اعتكاف الا فى مسجد يجمع فيه ، كتاب الصيام ، رقم الحديث:۹۶۷۳۔ مصنف عبدالرزاق ص۳۴۶ ج۴، باب لا جوار الا فى مسجد جماعة ، كتاب الاعتكاف ، رقم الحديث:۸۰۰۹)

(۴)......ثم الاعتكاف لا يصح الا فى مسجد الجماعة۔

(ہدایہ ص۲۴۷ ج۱، باب الاعتكاف ، كتاب الصوم)

(۵)......وكذا المسجد من الشروط أى كونه فيه۔

(فتح القدیر ص۳۰۶ ج۲، باب الاعتكاف)

(۶)......(وباقى أهل المحلة أقامها منفردا) أفاد بهذا التعبير أنها سنة كفاية لكل محلة فيهامسجد فاقامتها بمسجد واحد منها فى البلد لا تسقط الجماعة عن

جـميعهـم حيث تعددت مساجد المحلة ، ويحرر ومقتضى اطلاقهم أنها سنة كفاية أنّ المراد أنها سنة كفاية البلد لا فى المحلة۔

(حاشیۃ الطحطاوی ص۴۱۳، فصل فى صلوة التراويح ،كتاب الصلوة ، دار الكتب العلمية ، بيروت)

(۷)...... قوله : (سنة كفاية) نظيرها اقامة التراويح بالجماعة ، فاذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين‘‘۔

(شامی ص۴۳۰ ج۳، باب الاعتكاف ، كتاب الصوم ، ط : مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة)

(۸)......(أفـاد أن أصـل التـراويـح سـنة عيـن (الـى ان قال) وهل المراد أنها سنة كـفـاية لأهـل كل مسجد من البلدة أومسجد واحد منها أو من المحلة ؟ ظاهر كلام الشارح الأول ، واستظهر ط الثانى ، ويظهر لى الثالث ، لقول المنية : حتى لو ترك أهل محلة كلهم الجماعة فقد تركوا السنة وأساوؤا ‘‘۔

(شامی ص۴۹۵ ج۲، مبحث صلوة التراويح ، باب الوتر والنوافل ، كتاب الصلوة ، ط : مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة)

نوٹ:...... کسی اہل علم اورارباب افتاء کواس فتوی سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ مسائل میں اختلاف دوراول سے رہا اور رہے گا۔ نہ مجھے اس فتوی کے تعاقب کرنے والوں کو کوئی جواب دینا ہے اور نہ ان سے الجھنا اور بحث کرنا ہے۔ البتہ صحیح دلائل کی بنیاد پر بلا تکلف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ والله تعالى اعلم و علمه احكم وا تم

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۱۷/ جمادی الاخری ۱۴۴۵ھ مطابق: ۳۱/ دسمبر ۲۰۲۳

اتوار

حالت احرام میں سلی ہوئی لنگی پہننا

اس مختصر مقالہ میں اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے کہ: عذر کی وجہ سے حالت احرام سلی ہوئی لنگی پہننا جائز ہے، اور جن لوگوں کو لنگی پہننے کی عادت نہیں ہوتی اور ان کو خوف ہو کہ حالت احرام میں وہ اپنے ستر کی حفاظت نہیں کر سکیں تو ان کو سلی ہوئی لنگی پہننا چاہئے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

حالت احرام میں سلی ہوئی لنگی پہننا

سوال:......حالت احرام میں سلی ہوئی لنگی پہننا جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں عامۃً نو جوانوں میں لنگی پہننے کا رواج نہیں ہے، اس لئے انہیں حالت احرام میں لنگی پہننا اور لنگی کی حالت میں ستر نہ کھلے اس کا خیال رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ستر کھلنے کے خوف کی وجہ سے سلی ہوئی لنگی استعمال کر لی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی نے سلی ہوئی لنگی پہن لی تو دم واجب ہوگا یا نہیں؟ امید کہ جواب تفصیل سے اور ہمارے اکابر کی تحقیق اور ان کے عبارات کے حوالوں سے دیں گے۔

الجواب:...... حامدا ومصليا ومسلما: سلی ہوئی لنگی کا حالت احرام میں پہننا جائز ہے، جب جائز ہے تو اس کے استعمال سے دم کے وجوب کے کیا معنی، اس پر کوئی دم واجب نہیں ہے۔

وان زر أحدهما ، أو خلله بخلال ، أو ميله ، أوعقده بأن ربط طرفه الاخر ، أو شده على نفسه بحبل و نحوه أساء ، ولا شيء عليه۔

(غنیۃ الناسک ص ۷۱، باب الاحرام ، فصل فيما ينبغي لمريد الاحرام ، الخ)

البتہ علماء اور ارباب افتاء کی ایک جماعت کا رجحان ہے کہ حالت احرام میں بلا عذر ایسی لنگی استعمال کرنے سے بچنا چاہئے جس میں سلائی ہو، عذر ہو تو کوئی حرج نہیں۔

اس لئے اعلی بات یہ ہے کہ عمرہ یا حج میں جانے والے حضرات کے لئے بہتر ہے کہ بلا سلی ہوئی لنگی پہننے کی عادت ڈالے، تا کہ اس مبارک سفر میں غیر اولی کام سے بچا جا سکے، (ہم اپنے دنیوی کئی امور کے لئے اپنی عادت کے خلاف محنت و مشقت کرتے ہیں) لیکن جن حضرات کو لنگی پہننے کی عادت نہ ہو اور انہیں ستر کھلنے کا غالب گمان ہو تو لنگی کو ضرور سلوا لینا

چاہئے، اس لئے ستر کا کھولنا اور اس پر دوسروں کی نظر کا پڑنے کا باعث بننا گناہ ہے۔ حج اور عمرہ کے سفر میں گروپ میں عورتیں بھی ساتھ ہوتی ہیں، اس لئے اور بھی احتیاط کرنی چاہئے کہ مرد کے ستر پر عورت کی نظر قطعاً نہ پڑے۔

نوٹ:...... راقم الحروف نے کئی مرتبہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ منیٰ ٗ عرفات اور مزدلفہ کے میدان میں کئی مردوں کی لنگی اوپر اٹھ گئی اور بے توجہی سے یا عادت نہ ہونے کی وجہ سے ان کا ستر کھل گیا۔ بعض مرتبہ عورتوں کے سامنے بھی اس طرح کی بے حیائی کا منظر دیکھا گیا۔

چند اکابر کی عبارتیں مع حوالہ درج کی جاتی ہیں:

(۱)...... حضرت مولانا سعید احمد صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

تہبند کے دونوں پلوں کو آگے سے سینا مکروہ ہے۔ اگر کسی نے ستر عورت کی حفاظت کی وجہ سے سی لیا تو دم اجب نہ ہوگا۔ (معلم الحجاج ص: ۱۰۵، مکروہات احرام)

ایک اور جگہ حضرت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

بعضے لوگ احرام کی حالت میں سلی ہوئی چادر یا رزائی کے استعمال کو سلا ہوا ہونے کی وجہ سے ناجائز سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ احرام کی حالت میں مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا ناجائز ہے۔ یہ ٹھیک تو ہے کہ احرام میں مردوں کو سلا ہوا کپڑا پہننا منع ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ سلی ہوئی چادر یا رزائی وغیرہ بھی منع ہے۔ احرام کی حالت میں ایسا سلا ہوا کپڑا پہننا منع ہے جو بدن کی ہیئت پر قطع کر کے سیا گیا ہو، جیسے کرتہ ٗ پاجامہ ٗ اچکن ٗ واسکٹ ٗ اور بنیان وغیرہ، یہ مطلب نہیں کہ جس کپڑے میں بھی سیون ہو وہ ناجائز ہے، ہاں افضل یہی ہے کہ احرام کے کپڑوں میں سلائی بالکل نہ ہو۔ (معلم الحجاج ص: ۳۲۳، احرام کی غلطیاں)

(۲)...... حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ستر کھلنے کا اندیشہ ہو تو احرام کی چادر سی لینے کی گنجائش ہے، بلا ضرورت سینا مکروہ ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ص۲۸۶ ج۸)

(۳)......حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

ستر کھلنے کا اندیشہ ہو تو حالت احرام میں سلی ہوئی لنگی پہننے کی گنجائش ہے، کیونکہ یہ لنگی باندھے بغیر بدن پر نہیں ٹھہرتی، پس لنگی اس لباس میں داخل ہے جس کے استعمال سے دم واجب نہیں ہوتا۔ (محمود الفتاوی ص۱۴۷ ج۴)

(۴)......حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

بہت سے لوگ بغیر سلی ہوئی لنگی پہنتے ہیں جس سے ران کھل جاتے ہیں جو کہ حرام ہے، اور شریعت اس قسم کی حرمت کے ارتکاب کی اجازت نہیں دے سکتی۔

(فتاوی قاسمیہ ص۲۲۰ ج۱۲)

(۵)......حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر کسی شخص کو بے سلی لنگی پہننے کی بالکل عادت نہ ہو، اور ایسی لنگی پہننے سے کشف عورت (ستر کھل جانے) کا واقعی خطرہ ہو تو اس کے لئے سلی ہوئی لنگی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔ (کتاب المسائل ص۱۳۷ ج۳)

(۶)......موصوف اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں:

افضل یہی ہے کہ احرام کی لنگی بالکل سلی ہوئی نہ ہو، لیکن اگر کشف عورت کے اندیشہ سے اسے درمیان سے سی کر پہنا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، اس کی وجہ سے کوئی جنایت لازم نہیں آتی۔ (کتاب النوازل ص۳۲۵ ج۷)

احرام کے لباس میں قاعدہ یہ ہے کہ: حالت احرام میں مرد کے لئے ایسے کپڑے پہننے

ناجائز ہیں جو بدن کی ہیئت اور جسم کی بناوٹ کے مطابق سلے گئے ہوں، جیسے کرتہ، قمیص وغیرہ، اور جو کپڑا بدن کی ہیئت کے مطابق سلا ہوا نہ ہو اس کا پہننا جائز ہے۔

اور اس کی دلیل آپ ﷺ کی یہ احادیث ہیں:

(۱)......ابن عباس رضی الله عنهما قال : سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یخطُب بعرفات : من لم یجدِ النّعلین فَلْیَلْبَسِ الخُفّین ، ومن لم یجد اِزاراً فلْیلبس سّراویل للمحرم۔

(بخاری، باب لُبسِ الخفین للمحرم اذا لم یجد النعلین ، کتاب جزاء الصید ، رقم الحدیث: (۱۸۴۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ: جس کو دو جوتے نہ ملیں وہ دو موزے پہن لے اور جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے، یہ حکم محرم کے لئے ہے۔

(۲)......عن سالم ' عن أبیه عبد الله رضی الله عنه : سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم ما یلبس المحرم من الثّیاب ؟ فقال : لا یَلْبَسِ القمیصَ ' ولا العمائمَ ' ولا السّراویلات ولا البُرُنُسَ ولا ثوبا مسّه زعفران ولا وَرْسٌ ' وان لم یَجِدُ نعلین فَلْیَلْبَسِ الخُفّین وَلْیَقْطَعْهُما حتّی یکونا أسفل من الکعبین۔

(بخاری، باب لُبسِ الخفین للمحرم اذا لم یجد النعلین ، کتاب جزاء الصید ، رقم الحدیث: (۱۸۴۲)

ترجمہ:......حضرت سالم رحمہ اللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا

:وہ قمیص نہ پہنے اور عمامے نہ پہنے اور شلواریں نہ پہنے اور لمبی ٹوپی (جو کان کو ڈھانپ لے) نہ پہنے اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور ورس (ایک جڑی بوٹی جس سے زرد رنگ نکلتا ہے) میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ دے حتی کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

حضرات فقہاء کرام کی عبارات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لنگی کا شمار ان کپڑوں میں نہیں ہے جو جسم کی ہیئت اور ساخت کے مطابق بنائے جاتے ہیں۔

(۱)......ان ضابطة لبس كل شيء معمول على قدر البدن أو بعضه بحيث يحيط به بخياطة أو تلزيق بعضه ببعض او غيرهما ويستمسك عليه بنفس لبس مثله..... قلت : فخرج ما خيط بعضه ببعض لا بحيث يحيط بالبدن مثل المرقعة ، فلا بأس بلبسه۔

(شامی ص۴۹۹ ج۳، مطلب فيما يحرم بالاحرام ومالا يحرم ، كتاب الحج ، ط : مكتبة الباز ، مكة المكرمة)

(۲)......وان لبس ثوبا مخيطا أو غطى رأسه يوما كاملا فعليه دم....ولو أرتدى بالقميص أو اتشح به أواتّزر بالسراويل فلا بأس به ، لانه لم يلبسه لبس المخيط ، و كذا لو أدخل منكبيه فى القباء ، ولم يدخل يديه فى الكمين خلافا لزفر ، لانه ما لبسه لبس القباء ولهذا يتكلف فى حفظه۔ (ہدایہ ص۲۸۹ ج۱، باب الجنايات ، كتاب الحج)

(۳)......وفى فتح القدير تحته :

(قوله لانه لم يلبسه لبس المخيط) لبس المخيط أن يحصل بواسطة الخياطة اشتمال على البدن واستمساك ، فأيهما انتفى انتفى لبس المخيط ، ولذا قلنا فيما

لو أدخل منكبيه فى القباء دون أن يدخل يديه فى الكمين انه لا شئى عليه ، وكذا اذا لبس الطيلسان من غير أن يزره عليه لعدم الاستعمال بنفسه ، فان زر القباء أو الطيلسان يوما لزمه دم لحصول الاستمساك بالزر مع الاشتمال بالخياطة ، بخلاف ما لو عقد الرداء أو شد الازار بحبل يوما كره له ذلك للشبه بالمخيط ولا شئى عليه لانتفاء الاشتمال بواسطة الخياطة۔

(فتح القدیر ص۲۷ ج۳، باب الجنايات ، كتاب الحج ، ط : دار الكتب العلمية ، بيروت)

ہمارے اکابر اور ارباب افتاء کے چند حوالے درج ہیں:

(۱)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’احرام کی چادر میں اگر کوئی پیوند لگا ہو یا لنگی درمیان سے سلی ہوئی ہو تو اس کا مضائقہ نہیں، مگر افضل یہ ہے کہ احرام کا کپڑا بالکل سلا ہوا نہ ہو‘‘۔(احکام حج ص:۳۴)

(۲)......حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

احرام کے کپڑوں میں بہتر یہی ہے کہ وہ بالکل سلے ہوئے نہ ہوں، لیکن اگر کسی نے لنگی کے ایک کونے کو دوسرے سے باندھ دیا یا سلوالیا تو اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہوگی۔

(کتاب المسائل ص۱۳۶ ج۳)

(۳)......حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

(حالت احرام میں) سلی ہوئی لنگی پہننا بلا کراہت جائز اور درست ہے۔

(انوار مناسک ص۲۱۰)

(۴)......حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

آگے سے سلی ہوئی لنگی کا حالت احرام میں پہننا جائز ہے، مگر بلا عذر ایسی لنگی استعمال

کرنے سے بچنا چاہئے، لیکن اگر کسی نے ایسی لنگی حالت احرام میں استعمال کر لی تو اس پر دم وغیرہ واجب نہیں ہوگا۔ (علمی مکتوبات ص ۱۵۳)

حالت احرام میں ایسی گول لنگی کا استعمال جس میں سلائی نہ ہو

راقم کا سوال اور حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہ کا جواب:

سوال:......آج کل ایک کپڑا اس طرح ملتا ہے جو لنگی کی شکل میں گول ہوتا ہے، مگر اس میں کہیں بھی سلائی نہیں ہوتی، اس کی بنائی ہی اس طرح سے کی جاتی ہے کہ اس میں سلائی نہ آئے۔ اس طرح کی لنگی جس کی بنائی میں کسی طرح کی سلائی نہ ہو اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی اس طرح کی لنگی حالت احرام میں استعمال کرے تو دم واجب ہوگا؟

الجواب:......لنگی کی شکل میں گول کپڑا جس میں کہیں بھی سلائی نہیں ہوتی حالت احرام میں اس کا استعمال جائز ہے، حالت احرام میں اس کے استعمال کرنے پر دم واجب نہ ہوگا، کیونکہ سلی ہوئی لنگی کا استعمال فی نفسہ اس وجہ سے مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولی ہے کہ اس میں سلائی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس میں لبس مخیط سے مشابہت پائی جاتی ہے، اور سوال میں ذکر کردہ گول کپڑے میں چونکہ سلائی نہیں ہوتی، اس لئے اس کے استعمال میں کراہت تنزیہی بھی نہیں ہوگی، اور بغیر کسی کراہت کے اس کا استعمال جائز ہوگا۔

(علمی مکتوبات ص ۱۵۴)

واللہ تعالی أعلم وعلمہ أحکم وأتم

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۲۵؍ربیع الاول ۱۴۴۵، مطابق: ۱۱؍ستمبر ۲۰۲۳

بروز بدھ

طواف زیارت کے بغیر کوئی وطن واپس آجائے تو کیا حکم ہے؟

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طواف زیارت کے بغیر کوئی وطن واپس آجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال:...... ایک عورت پچھلے سال حج کو گئی تھی اور اس کو خون شروع ہوگیا تھا اور طواف زیارت کئے بغیر اپنے گھر آگئی تھی، اب آج وہ عمرہ کے لئے جارہی ہے اس نیت کے ساتھ کہ طواف زیارت ادا ہوجائے۔ سوال یہ ہے کہ وہ طواف زیارت ابھی کرسکتی ہے یا حج کے دنوں میں کرنا پڑے گا؟ دم دینا پڑے گا؟۔

نوٹ:...... اس طرح کے حالات بکثرت ہورہے ہیں کہ عورت طواف زیارت کے بغیر واپس اپنے ملک لوٹ آتی ہے۔ اور بعض مرد حضرات بھی ناواقفیت سے بغیر طواف زیارت کے واپس آگئے، اس لئے اس کی تھوڑی سی تفصیل لکھ دیں تو بہتر ہوگا۔

الجواب: حامدا و مصلیامسلما :...... یہ عورت ابھی بھی طواف زیارت کرسکتی ہے، طواف زیارت کی قضا کے لئے حج کے ایام کا ہونا ضروری نہیں، زندگی میں کسی بھی وقت یہ طواف ادا کیا جاسکتا ہے۔

دم دینے کے سلسلہ میں تھوڑی سی تفصیل ہے، وہ یہ کہ اگر وہ عورت دوبارہ مکہ مکرمہ جاکر طواف زیارت ادا کرلے تو اس پر کوئی دم واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کو پاک ہونے کے بعد ایام نحر میں طواف زیارت کا وقت تھا اور اس نے طواف نہ کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس تاخیر کی وجہ سے دم دینا لازم ہوگا، اور حضرات صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر کوئی دم نہیں ہے۔

البتہ اس عورت نے طواف زیارت کے بغیر واپس آکر شوہر سے صحبت کی تو اس پر دم ہوگا، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

یہ عورت آج عمرہ کے لئے جا رہی ہے، یہ غلط ہے، اس کے لئے نیا احرام باندھنا درست نہیں، اس کو بلا احرام ہی مکہ مکرمہ جا کر طواف زیارت ادا کرنا ہوگا، بعد میں مسجد عائشہ یا جعرانہ سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔اب اس عورت پر عمرہ کا احرام (یعنی احرام پر احرام) باندھنے کی وجہ سے ایک دم واجب ہوگا۔

اب آپ کے حکم کی تعمیل میں اس مسئلہ کی قدرے تفصیل لکھی جاتی ہے: ہر جزئیہ کو الگ الگ مسئلہ کے عنوان سے لکھتا ہوں تا کہ سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

مسئلہ:……اگر طواف زیارت سے پہلے کسی عورت کو حیض یا نفاس آجائے تو ایسی تدبیر اختیار کرنا ضروری ہے، جس سے وہ پاک ہونے کے بعد طواف زیارت کر کے ہی مکہ معظّمہ سے واپس ہو سکے، جیسے ٹکٹ اور ویزا کی تاریخ بڑھانا' اور روانگی کو مؤخر کرنا۔اور اگر کوئی ایسی صورت ممکن نہ ہو سکے' اور دوبارہ وطن سے واپسی بھی مشکل ہو' اور وہ حالت حیض ہی میں طواف زیارت کر لے' تو اگر چہ وہ گنہگار ہوگی، لیکن اس کا طواف زیارت شرعاً معتبر ہوگا' اور وہ پوری طرح حلال ہو جائے گی، مگر اس پر بدنہ یعنی بڑا جانور مثلاً: اونٹ یا گائے کی قربانی واجب ہوگی۔

اگر کسی وجہ سے قربانی نہیں کی' اور وہ عورت کسی موقع پر طواف زیارت کا اعادہ کر لے' تو قربانی کا وجوب اس سے ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ:……عورت کو اگر یہ خطرہ ہے کہ طواف زیارت یا طواف عمرہ کے زمانہ میں حیض آجائے گا اور ایام حیض گذر جانے تک انتظار کرنا بھی بہت مشکل ہے' تو ایسی صورت میں پہلے سے مانع حیض دوا' استعمال کر کے حیض کو روک لیتی ہے اور اسی حالت میں طواف زیارت یا طواف عمرہ کر لیتی ہے تو صحیح اور درست ہو جائے گا، اس پر کوئی جرمانہ بھی نہ ہوگا'

بشرطیکہ اس مدت میں کسی قسم کا خون کا دھبہ وغیرہ نہ آیا ہو۔مگر شدید ضرورت کے بغیر اس طرح کی دوا استعمال نہ کرے،اس لئے کہ اس سے عورت کی صحت پر نقصان دہ اثر پڑتا ہے

مسئلہ:......ناپاکی کی حالت میں کسی بھی مسجد میں داخل ہونا سخت منع ہے، پھر مسجد حرام میں اس کی قباحت اور بڑھ جاتی ہے۔اس لئے پہلے سے تاریخ اس طرح طے کرنی چاہئے کہ اس قسم کی نوبت نہ آئے۔

مسئلہ:......طواف زیارت حج کا رکن اعظم ہے،اس کو ناپاکی کی حالت میں ادا کرنا بہت بڑا جرم ہے،حتی الامکان اس سے بچنے کی پوری کوشش اور تدبیر اختیار کرنی چاہئے۔

مسئلہ:......طواف زیارت حج کا بڑا فرض اور اہم ترین رکن ہے،اس کی ادائیگی کے بغیر حج نہیں ہوتا،اس لئے بغیر طواف زیارت کے حج کے سفر سے واپس آنا جائز نہیں۔

مسئلہ:......طواف زیارت کو ایام نحر یعنی (۱۰/۱۱/۱۲) کے اندر اندر پورا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ:...... بلا عذر طواف زیارت کو ایام نحر سے مؤخر کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک دم دینا واجب ہوگا۔اور حضرات صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک دم واجب نہیں ہے۔

مسئلہ:......طواف زیارت کے بغیر میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے حلال نہیں ہیں۔

مسئلہ:......اگر وقوف عرفہ کے بعد حلق اور طواف زیارت سے پہلے جماع کیا تو ایک بدنہ یعنی اونٹ یا گائے کا دم دینا واجب ہے۔

مسئلہ:......اگر وقوف عرفہ کے بعد حلق یا قصر کرا چکا تھا،لیکن ابھی طواف زیارت باقی تھا یا طواف زیارت کر لیا تھا،مگر حلق نہیں کرایا تھا،تو اس وقت جماع سے صرف دم جنایت بکری کی صورت میں لازم ہوتا ہے،بدنہ لازم نہیں ہوتا۔

نوٹ:...... وقوف عرفہ کے بعد حلق یا قصر اور طواف زیارت سے پہلے جماع کے ارتکاب

سے بالاتفاق بدنہ واجب ہوتا ہے، لیکن حلق کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے جماع کی صورت میں بدنہ واجب ہے یا بکری؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور کا قول یہ ہے کہ بکری واجب ہوگی۔ دوسرا قول جسے بعض محقق مشائخ نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس صورت میں بدنہ واجب ہوگا۔ اس دوسرے قول میں احتیاط زیادہ ہے، لیکن پہلا قول بھی فقہاء کا اختیار کردہ ہے۔

مسئلہ:...... پھر جتنی مرتبہ ہمبستری کرے گی تو ایک ایک دم واجب ہوتا جائے گا۔

مسئلہ:...... البتہ دوسری مرتبہ جماع احرام چھوڑنے کے ارادہ سے کیا جائے تو پھر کوئی دم لازم نہیں ہوگا، یعنی پہلی مرتبہ پر تو بدنہ، پھر ہر مجلس پر ایک ایک دم، مگر دوسری مرتبہ کے بعد جب احرام کے ترک کا ارادہ کرلیا تو کوئی دم واجب نہ ہوگا۔ اور اس طرح کے حالات میں عامۃً دوسری مرتبہ صحبت سے رفض احرام کا ارادہ ہوجاتا ہے، اس لئے ایک بدنہ اور ایک دم واجب ہوگا، اور دوسری کے بعد کی صحبت سے کچھ واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ:...... اگر کسی عورت نے حیض کی وجہ سے طواف زیارت نہ کیا اور وطن واپس آگئی تو وہ شوہر پر حرام ہے جب تک کہ مکہ مکرمہ جا کر طواف نہ کرے۔

مسئلہ:...... طواف زیارت کے بغیر جو عورت واپس اپنے ملک آگئی ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ دوبارہ مکہ مکرمہ جا کر طواف زیارت کرے۔

مسئلہ:...... اس طواف کا کوئی بدل نہیں، نہ کسی کی نیابت جائز ہے کہ دوسرے سے یہ طواف کرالے۔

مسئلہ:...... یہ عورت دوبارہ مکہ مکرمہ جائے تو دوسرا احرام نہیں باندھے گی، بلکہ وہی پہلے والے احرام میں شمار ہوگی اور بلا احرام جا کر طواف زیارت ادا کرے گی۔

مسئلہ:......اگر کسی عورت نے طواف زیارت ناپاکی کی حالت میں کیا، مثلاً حیض یا نفاس کی حالت میں اوراس کی قضا کے بغیر وطن واپس آ گئی تو اب نیا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ جائے گی
مسئلہ:......اگر کسی شخص نے طواف زیارت جنابت کی حالت میں کیا اوراس کی قضا کے بغیر وطن واپس آ گیا تو اب اس پر واجب ہے کہ نیا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ جائے، اور طواف کا اعادہ کرے، اگر نہ لوٹا اور دم دے دیا تو کافی ہے، لیکن مکہ مکرمہ جا کر طواف کرنا افضل ہے۔
مسئلہ:......طواف زیارت کے بغیر میاں بیوی کا جماع اور بوس وکنار کرنا حرام ہے، اس سے دونوں گنہگار رہوں گے، اور دونوں پر توبہ اور استغفار بھی لازم ہے۔
مسئلہ:......اگر طواف زیارت کی قضا نہ کی اور بدنہ بھی نہ دیا تو موت سے پہلے پہلے بدنہ کی وصیت کرنا لازم ہے۔

(مستفاد: ''فتاوی رحیمیہ'' ص۴۰۴ ج ۶۔ انوار مناسک ص ۳۴۷۔ کتاب النوازل ص: ۴۱۹/ ۴۲۳ ج ۷، فتاوی قاسمیہ ص ۲۷۵ ج ۱۲۔ زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ص ۲۰۶۔ ط: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔ عمدۃ المناسک ص ۳۰۶، مکتبہ رحمانیہ۔ فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۴۵۹ ج ۳، مکتبہ اشرفیہ، دیوبند۔ عمدۃ الفقہ ص ۲۵۲/ ۵۲۲ ج ۴۔ اہم فقہی فیصلے ص ۱۲۲۔ نئے مسائل اور علماء ہند کے فیصلے ۴۲۔ ماہنامہ ندائے شاہی حج وزیارت نمبر ص ۱۷۶)

نوٹ:......اہل علم کے لئے چند حوالے نقل کئے جاتے ہیں:
(۱)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: حج کے مناسک میں قصور واقع ہو جانے پر دو مقامات پر بدنہ یعنی پورا اونٹ یا گائے کی قربانی لازم آتی ہے: (ایک): جس آدمی نے جنابت کی حالت میں طواف کیا، اس پر سالم اونٹ یا گائے کی قربانی لازم ہے۔ (دو): جس آدمی نے وقوف عرفات کے بعد دیگر مناسک ادا کرنے سے پہلے بیوی

سے جماع کرلیا تو اس پر بھی بدنہ لازم ہے۔(مبسوط سرخسی ص۳۹ ج۴)

(۲)......عن ابن عباس رضی الله عنهما ' أتاه رجل فقال : وطئتُ امرأتی قبل أن أطوفَ بالبیت ، قال : عندک شیء ؟ قال : نعم ، انّی مؤسِرٌ ، قال : فانحَرْ ناقةً سمینةً فأطعِمْها المساکین ۔(سنن الکبری بیہقی ص۲۴۹ ج۱۰، باب الرجل یصیب امراته بعد التّحلُّلِ الاوّل و قبل الثّانی ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۹۸۸۵)

(۳)......سئل ابن عباس رضی الله عنهما عن رجل وقع علی امرأته قبل أن یزور البیت ؟ قال : علیه وعلی امرأته بدنة ۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۸۳ ج۸، فی الرجل یقع علی امراته قبل ان یزور البیت ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۱۵۱۶۷)

(۴)......ولو جامع امرأته بعد الوقوف بعرفة لا یفسد حجه جامع ناسیا او عامدا و یجب علی کل واحد منهما بدنة۔

(فتاوی عالمگیری ص۲۴۵ ج۱، الفصل الرابع فی الجماع ، کتاب الحج)

(۵)......وان جامع بعد الحلق فعلیه شاة۔(فتاوی عالمگیری ص۲۴۵ ج۱، الفصل الرابع)

(۶)......ولو لم یطف اصلا لم تحل له النساء وان طال و مضت علیه سنون ، وهذا باجماع ۔(فتاوی عالمگیری ص۲۲۳ ج۱، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج ، کتاب الحج)

(۷)......وان جامع بعد الحلق فعلیه شاة لبقاء احرامه فی حق النساء ..... فخفت الجنایة فاکتفی بالشاة۔(فتح القدیر ص۴۳ ج۳ (دارالکتب العلمیہ، بیروت) کتاب الحج)

(۸)......قال فی البحر : یجب شاة ان جامع بعد الحلق قبل الطواف لقصور الجنایة لوجود الحل الاول بالحلق ، ثم أعلم أن أصحاب المتون علی ما ذکره المصنف من التفصیل فیما اذا جامع بعد الوقوف ، فان کان قبل الحلق فالواجب بدنة ، وان کان

بعده فالواجب شاة ، ومشى جماعة من المشايخ كصاحب المبسوط والبدائع و الأسبيجابى على وجوب البدنة مطلقا ، وقال فى فتح القدير : انه الاوجه ، لان ايجابها ليس الا بقول ابن عباس رضى الله عنهما والمروى عنه ظاهره فيما بعد الحلق۔(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ص۲۹ ج۳ (بیروت)، باب الجنايات ، كتاب الحج)

(۹)......(و) وطؤه (بعد وقوفه لم يفسد حجه وتجب بدنة ، وبعد الحلق) قبل الطواف (شاة) لخفة الجناية ، وفى الشامى: قوله : (بعد وقوفه) أى قبل الحلق والطواف ، قوله : (وتجب بدنة) شمل ما اذا جامع مرة ان اتحد المجلس ، فان اختلف فبدنة للأول وشاة للثانى...قوله : (لخفة الجناية) أى لوجود الحل الأول بالحلق فى حق غير النساء۔

(شامی ص۵۹۴ ج۳، باب الجنايات ، كتاب الحج ، ط : مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة)

(۱۰)......ولو ترك طواف الزيارة كله أو أكثره ' فهو محرم أبداً فى حقّ النساء حتى يطوف ' فكلما جامع لزمه دم اذا تعدد المجلس الا ان يقصد الرفض ' فلا يلزمه بالثانى شىء ، فعليه حتما أن يعود بذلك الاحرام ويطوفه ' ولا يجزئ عنه البدل اصلا۔(غنیۃ الناسک ص۲۷۳،(ادارۃ القرآن،کراچی)، الفصل السابع فى ترك الواجب فى افعال الحج ، الخ ، باب الجنايات)

(۱۱)......ومن أخر الحلق حتى مضت أيام النحر فعليه دم عند أبى حنيفة ، وكذا اذا أخر طواف الزيارة ، وقالا : لا شىء عليه فى الوجهين۔

(ہدایہ ص۲۹۷ ج۱،(مکتبہ رحمانیہ،لاہور) باب الجنايات ، فصل ، كتاب الحج)

(۱۲)......(قوله : أو اخر الحاج الحلق) هذا عند الامام ' وعندهما لا يلزم بالتأخير

فی الماسک شیء۔(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر ص۵۲۵ ج۱، باب الجنایات فی الحج)

(۱۳)......ولا دم علی الحائض للتأخیر فی قولهم ' لانها ممنوعة ، فکان التأخیر بعذر۔(الفتاوی الولوالجیۃ ص۲۹۱ ج۱،(دارالکتب العلمیۃ، بیروت)، الفصل الرابع ، کتاب الحج)

(۱۴)......ولو ترک الطواف کله أو طاف أقله و ترک أکثره ورجع الی أهله حتما أی وجوبا اتفاقا أن یعود بذلک الاحرام ویطوفه أی لانه محرم فی حق النساء ..... ولا یجزئ عنه أی عن ترک الطواف الذی هو رکن الحج البدل۔

(شرح لباب المناسک ص۳۸۳، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزیارۃ)

''فتاوی رحیمیہ'' کا تسامح

''فتاوی رحیمیہ'' میں ایک سوال کے جواب میں صاحب فتاوی رحیمیہ تحریرفرماتے ہیں:

(عورت سے) مرض کی وجہ سے طواف زیارت بارہ ذی الحجہ تک ادانہ ہوسکا تواس کے ذمہ دم واجب ہے، اور بوقت سفر بھی حیض کی وجہ سے طواف سے محروم رہی تو جب تک طواف زیارت ادانہ کرے گی تو شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی، ہمبستر ہوگی تو دم لازم ہوگا، اب اسے چاہئے کہ طواف زیارت اداکرنے کے لئے عمرہ کا احرام باندھ کر جائے۔

(فتاوی رحیمیہ ص۲۲۸ ج۵)

اس مسئلہ میں حضرت رحمہ اللہ سے تسامح ہوگیا ہے۔ جیسا کہ تفصیل ذکر کی گئی ہے۔ حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے بھی اس تسامح کی نشاندہی فرمائی ہے۔(محمود الفتاوی ص۴۵۰ ج۴، ط: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر)

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۲۴/جمادی الاولی ۱۴۴۵ھ مطابق: ۸/دسمبر ۲۰۲۳، بروز جمعہ

بلا گواہ کے نکاح جائز نہیں

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بلا گواہ کے نکاح جائز نہیں، اور گواہوں کی تفصیل

سوال:......نکاح میں گواہ کی کیا حیثیت ہے، گواہ ضروری ہے یا نہیں؟ اور گواہوں کے کیا اوصاف ہونے چاہئے؟ کسی حادثہ میں اگر مرد اور عورت اکیلے ہی رہ گئے ہوں اور وہاں کوئی گواہ نہ ملے تو ان کا نکاح بغیر گواہ کے ہوسکتا ہے یا نہیں؟۔

الجواب:......**حامدا و مصليا و مسلما**: نکاح کے لئے گواہ کا ہونا شرط ہے، بلا گواہ کے نکاح منعقد نہیں ہوتا، جو نکاح بلا گواہ کے ہوا وہ درست نہیں، وہ باطل ہے، اگر کسی مرد اور عورت نے بغیر گواہ کے نکاح کیا اور ساتھ رہے تو اس طرح رہنا حرام ہے، اور ان کا میاں بیوی کا تعلق قائم کرنا بدکاری اور زنا ہے۔

مسئلہ:......اور گواہ میں بھی دو مسلمان مرد یا ایک مسلمان مرد اور دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی نے دو فرشتوں مثلاً: کراما کاتبین کو گواہ بنا کر نکاح کیا وہ نکاح بھی منعقد نہیں ہوا، اور باطل ہے۔

اللہ تعالی اور رسول ﷺ کو گواہ بنا کر نکاح کرنا

مسئلہ:......فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ: اللہ تعالی تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، تو اگر کسی نے اللہ تعالی کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو یہ نکاح درست نہیں، بلکہ اس کے ایمان کا خطرہ ہے۔

مسئلہ:......اگر مرد و عورت نے تنہائی میں اللہ تعالی و رسول کو گواہ بنا کر ایجاب وقبول کیا، تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (اس لئے کہ نکاح میں گواہی کا مقصد تشہیر و اعلان کے ساتھ بوقت ضرورت اس کے ثبوت کی دلیل فراہم کرنا ہے، اور یہ مقصد تنہائی میں اللہ تعالی اور رسول کو گواہ بنا کر نکاح سے حاصل نہیں ہوسکتا)

مسئلہ:......صرف دو عورتوں کی گواہی بھی کافی نہیں، دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد کا ہونا

ضروری ہے۔

مسئلہ:......صرف نابالغ بچوں کی گواہی بھی معتبر نہیں، گواہ کے لئے بلوغیت ضروری ہے۔

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ ''علم الفقہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

گواہی صرف معاملہ نکاح کے لئے شرط ہے، اور کسی معاملہ کے لئے مثل: بیع اور وقف وغیرہ کے گواہی شرط نہیں، یعنی اور معاملات بغیر گواہی کے بھی درست ہوجاتے ہیں۔

نکاح میں گواہی کی شرط ہونے کی مصلحت

نکاح میں گواہی کی شرط ہونے کی مصلحت ظاہر ہے، اگر نکاح میں گواہی شرط نہ ہوتی تو زنا میں اور اس میں کچھ فرق نہ ہوتا، اور جن خرابیوں کے سبب سے شریعت نے زنا کی ممانعت فرمائی ہے وہ بدستور باقی رہتیں، زنا کی تحریم بے سود ہوجاتی۔ علاوہ اس کے نکاح کی عظمت اور شان ظاہر کرنا بھی شارع کو مقصود ہے۔

نکاح کی گواہی میں دس باتیں شرط ہیں

نکاح کی گواہی میں دس باتیں شرط ہیں:

(۱)......دو گواہ ہوں، ایک گواہ کے سامنے ایجاب وقبول کیا جائے تو صحیح نہیں۔

(۲)......دونوں گواہ مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔

(۳)......دونوں گواہ آزاد ہوں، لونڈی ٔ غلاموں کی گواہی کافی نہیں۔

(۴)......دونوں گواہ عاقل ہوں، جنون ٔ مست ٔ بیہوش کی گواہی کافی نہیں۔

(۵)......دونوں گواہ بالغ ہوں، نابالغ بچوں کی گواہی- گو وہ سمجھ دار ہوں- کافی نہیں۔

(۶)......دونوں گواہ مسلمان ہوں، کافروں کی گواہی کافی نہیں۔ مسلمانوں کی گواہی ہر حال میں کافی ہے، خواہ وہ پرہیزگار ہوں یا فاسق، فسق ان کا کھلا ہوا ہو یا چھپا ہوا۔

فائدہ:...... گواہوں کا بینا ہونا یا زوجین کا رشتہ دار ہونا شرط نہیں۔ اندھوں کی گواہی اور زوجین کے رشتہ داروں کی گواہی - گو وہ ان کے بیٹے ہی کیوں نہ ہوں - کافی ہے۔

(۷)...... دونوں گواہ ایسے ہوں کہ ان کو عدالت میں پیش کرسکیں، اگر کوئی شخص کراما کاتبین فرشتوں کو گواہ بنائے تو کافی نہیں، کیونکہ ان کو عدالت میں پیش نہیں کرسکتا۔

اسی طرح اگر کوئی ایک گواہ اللہ تعالی کو اور ایک گواہ کسی آدمی کو بنائے تب بھی کافی نہیں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ تعالی اور رسول ﷺ کو گواہ بنائے تب بھی کافی نہیں، نکاح نہ ہوگا، کیونکہ ان گواہوں کو عدالت میں پیش نہیں کرسکتا، اور اخیر صورت میں ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گواہوں کو مجلس نکاح میں موجود ہونا چاہئے، تاکہ وہ ایجاب وقبول کو سنیں، اور رسول اللہ ﷺ مجلس نکاح میں موجود نہیں، آپ ﷺ عالم الغیب نہیں۔ (اور نہ آپ ﷺ حاظر وناظر ہیں)

(۸)...... دونوں گواہ ایک ساتھ طرفین کے ایجاب وقبول کو سنیں، اگر ایک ساتھ دونوں نے ایجاب وقبول کو نہیں سنا، بلکہ ایک نے سنا پھر دوسرے نے سنا تو صحیح نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر گواہوں نے ایجاب وقبول دونوں کو نہیں سنا بلکہ صرف ایجاب کو سنا یا صرف قبول کو سنا تب بھی نکاح صحیح نہ ہوگا۔

فائدہ:...... اگر گواہ بہرے ہوں تو نکاح نہ ہوگا۔ ہاں اگر عاقدین گونگے ہوں اور اشارہ سے ایجاب وقبول کریں اور بہرے گواہ اس اشارہ کو دیکھ کر سمجھ لیں تو نکاح ہوجائے گا۔

(۹)...... دونوں گواہ ایجاب وقبول کے الفاظ سن کر یہ سمجھ لیں کہ نکاح ہورہا ہے، گو ان الفاظ کے معنی نہ سمجھیں، مثلا ایجاب وقبول عربی زبان میں ہو اور گواہ عربی نہ جانتے ہوں۔

(۱۰)...... دونوں گواہ زوجین سے واقف کردیئے جائیں، اگر صرف نام سے ان کو جانیں تو

صرف ان کا نام بتا دینا کافی ہے، ورنہ زوجین کے باپ دادا کا نام بھی ان کو بتا دیا جائے تاکہ وہ اچھی طرح واقف ہو جائیں کہ یہ کس کا نکاح ہے۔

اگر عورت برقعہ پہنے ہوئے مجلس میں بیٹھی ہو اور گواہ اس کو دیکھ لیں گو چہرہ نہ دیکھیں تب بھی کافی ہے، نام وغیرہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ مگر اس صورت میں احتیاط کی بات یہ ہے کہ عورت کا چہرہ گواہوں کو دکھایا جائے۔

مسئلہ:...... اوپر جو لکھا گیا کہ فاسق کی اور رشتہ دار کی گواہی نکاح میں کافی ہے، اس کا یہ مطلب ہے کہ نکاح صحیح ہو جائے گا، اور عند اللہ زوجین زنا کے مرتکب نہ ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ عدالت میں ان کی گواہی ہوگی۔ عدالت میں تو اسی کی گواہی معتبر ہوگی جس میں تمام شرائط شہادت کی پائی جائیں کہ منجملہ ان شرائط کے یہ بھی ہے کہ گواہ مدعی کے رشتہ دار نہ ہوں، نہ فاسق ہوں، بس فاسقوں یا رشتہ داروں کو گواہ بنا کر نکاح کیا جائے اور بعد میں زوجین میں سے کوئی نکاح کا انکار کر جائے تو اس نکاح کا ثبوت صرف فاسقوں یا رشتہ داروں کی گواہی سے نہیں ہو سکتا، قاضی اس نکاح کو قائم نہ رکھے گا۔

(مستفاد: علم الفقہ ص ۶۶۸/۶۶۹/۶۷۰/۶۷۱۔ فتاوی دار العلوم دیو بند ص ۸۵ ج ۷۔ فتاوی قاسمیہ ص ۴۳ ج ۱۳۔ فتاوی دار العلوم زکریا ص ۳۴۰ ج ۵۔ کتاب النوازل ص ۱۳۰ ج ۶۔ معلم الفقہ ترجمہ مجموعۃ الفتاوی ص ۳ ج ۲، کتاب النکاح۔ مجموعہ فتاوی مولانا عبد الحیؒ (جدید) ص ۲۷۱۔ محمود الفتاوی ص ۵۳ ج ۵۔ کتاب المسائل ص ۸۹ ج ۴)

جہاں کوئی گواہ نہ ہو وہاں بلا گواہ نکاح کا حکم

مسئلہ:...... کبھی ایسا موقعہ آ جائے کہ مرد عورت کے علاوہ کوئی آدمی نہ ہو اور تنہائی میں زنا کا خوف ہو تو وہ کیا کریں؟

اس کے متعلق حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ کی رائے تو یہی ہے کہ: انعقاد نکاح کے لئے گواہ شرط ہے، بغیر گواہ کے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص ۵۳ ج ۵، ط: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر)

مگر حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ کی رائے ہے کہ: اگر ایسا واقعہ ہو جائے اور کوئی گواہ میسر نہ ہو، اور وہ دونوں نکاح میں دلچسپی رکھتے ہوں، اور زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو ان کو امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک کے مطابق بغیر گواہوں کے نکاح کر لینا چاہئے، بوقت ضرورت امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرنے کی اجازت ہے، جیسے مفقود وغیرہ کے مسائل میں ہمارے علماء نے امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دیا ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۸۲۸ ج ۳، ط: اشرفیہ، دیوبند)

(۱)......قوله : (خلافا لمالک) فان عنده تعتدّ زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضيّ اربع سنين..... لكنه اعترض على الناظم بأنه لا حاجة للحنفى الى ذلک : أى لأن ذلک خلاف مذهبنا فحذفه أولى ، وقال فى الدرّ المنتقى : ليس بأولى ' لقول القهستانى : لو أفتى به فى موضع الضرورة لا بأس به على ما أظن ، قلت : ونظير هذه المسألة عدة ممتدة الى الطهر التى بلغت برؤية الدم ثلاثة أيام ثم امتد طهرها فانها تبقى فى العدة الى ان تحيض ثلاث حيض ، وعند مالک تنقضى عدتها بتسعة أشهر ، وقد قال فى البزازية : الفتوى فى زماننا على قول مالک ، وقال الزاهدى: كان بعض أصحابنا يفتون به للضرورة۔

(شامی ص ۴۶۰/۴۶۱ ج ۶، مطلب : فى الافتاء بمذهب مالک فى زوجة المفقود، كتاب المفقود ، ط : مكتبة الباز ، مكة المكرمة)

(۲)......وذكر فى الذخيرة : ولو أفتى بجواز النكاح بغير شهود نفذ قضاؤه ، و

هكذا فى جامع الفتاوى۔

(عالمگیری ص۳۶۲ ج۳، الباب التاسع عشر فى القضاء فى المجتهدات ، كتاب آداب القاضى)

(۳)......فالأولى الجمع بين المذهبين لأنه كالتلميذ لأبى حنيفة ، ولذا مال أصحابنا الى بعض أقواله ضرورة كما فى ديباجة المصفى ، قهستانى ،

وفى حاشية الفتال : وذكر الفقيه ابو الليث فى تأسيس النظائر انه اذا لم يوجد فى مذهب الامام قول فى مسألة يرجع الى مذهب مالك لأنه اقرب المذاهب اليه۔

(شامی ص۴۲ ج۵، مطلب : مال أصحابنا الى بعض أقوال مالك رحمه الله ضرورة ، باب الرجعة ، كتاب الطلاق ، ط : مكتبة الباز ، مكة المكرمة)

(۴)...... وقال مالك : ليست بشرط ' وانما الشرط هو الاعلان ' حتى لو عقد النكاح ' و شرط الاعلان جاز ' وان لم يحضره شهود ، ولو حضرته شهود و شرط عليهم الكتمان – لم يجز۔

(بدائع الصنائع ص۳۹۰/۳۹۲ ج۲، فصل فى الشهادة ، كتاب النكاح ، ط : دار الكتب ، بيروت)

نوٹ:......فتوی کے آخر میں اہل علم کے لئے چند احادیث وآثار اور کتب فقہ کی چند عبارتیں مع مکمل حوالجات کے نقل کی جاتی ہیں۔

(۱)......عن عائشة رضى الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا بد فى النكاح أربعة : الولى ' والزوج ' والشاهدين۔

(معجم طبرانی اوسط ص۱۱۷ ج۹، باب الهاء ذكر من اسمه : هاشم ، رقم الحديث:۹۲۹۱۔ دارقطنی ص۱۵۷ ج۳، كتاب النكاح ، رقم الحديث:۳۴۸۹)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نکاح میں (کم ازکم) چار افراد ضروری ہیں: ولی، شوہر اور دو گواہ۔

(۲)......عن عمران بن الحصین رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : لا نکاح الا بولِیّ ، وشاهدی عدل۔

(مصنف عبدالرزاق ص۱۹۶ ج۶، باب النکاح بغیر ولی ، رقم الحدیث:۱۰۴۷۳۔ معجم طبرانی کبیر ص۱۴۲ ج۱۸، باب ما روی الحسن عن عمران بن حصین ، الخ ، رقم الحدیث:۲۹۹۔ سنن دارقطنی ص۱۵۸ ج۳، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۳۴۹۱)

ترجمہ:......حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ولی (کی اجازت) اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح (منعقد) نہیں ہوتا۔

(۳)......عن عائشة رضی الله عنها : انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : لا نکاح الا بولی ، وشاهدی عدل ، وما کان من نکاح علی غیر ذلک ، فهو باطل۔

(صحیح ابن حبان ص۴۰۵، باب الولی ذکر نفی اجازة عقد النکاح بغیر ولی و شاهدی عدل ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۴۰۶۳۔ سنن دارقطنی ص۱۵۵ ج۳، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۳۴۸۱)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ولی اور دو گواہوں کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہے، اور جو نکاح بلا ولی اور گواہوں کے ہوا وہ باطل ہے

(۴)......أخبرنا مالک عن ابی الزُّبیر أنّ عمر رضی الله عنه أتی برجل فی نکاحٍ لم یَشْهَدْ علیه الا رجلٌ وّامرأةٌ ، فقال عمر رضی الله عنه : هذا نکاح السِّر ولا نُجیزُه ، ولو کنتُ تَقَدَّمْتُ فیه لَرَجَمْتُ۔

(مؤطا امام محمد (مترجم) ص۲۵۴، باب نکاح السر ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۵۳۲)

ترجمہ:...... (امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:) مجھے امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی کہ: حضرت ابوالزبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک آدمی آیا جس کے نکاح میں ایک آدمی اور ایک عورت کے علاوہ کوئی گواہ نہیں تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ خفیہ نکاح ہے، اور اسے ہم جائز نہیں سمجھتے، اگر میں اس مسئلہ کو پہلے بیان کر چکا ہوتا تو میں ان کو سنگسار کرتا۔

(۵)......أنّ عمر بن الخطاب رضی الله عنه أجاز شهادةَ رجلٍ و امرأتين فی النكاح والفرقة۔

(مؤطا امام محمد (مترجم) ص۲۵۴، باب نكاح السر ، كتاب النكاح ، رقم الحديث:۵۳۳)

ترجمہ:......حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نکاح اور طلاق کے سلسلہ میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو جائز قرار دیتے تھے۔

(۶)......عن ابن عباس رضی الله عنهما : انّ النّبی صلی الله عليه وسلم قال : البَغايا اللّاتی يُنكِحنَ أنفُسَهن بغير بيِّنة .....والصحيح ما رُوِی عن ابن عباس رضی الله عنهما ۔(ترمذی، باب ما جاء لا نكاح الا ببينة ، كتاب النكاح ، رقم الحديث:۱۱۰۳)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ عورتیں زنا میں مبتلا ہوتی ہیں جو بغیر گواہوں کے اپنا نکاح کر لیتی ہیں۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ:) صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے (یعنی یہ آپ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے، بلکہ خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے)۔

(۶)......عن عمران بن حصين رضی الله عنه : عن النّبی صلی الله عليه وسلم قال :

الفرق بين النكاح والسِّفاح الشُّهود۔

(سنن کبری بیہقی ص۱۴۲ ج۱۴، باب لا نكاح الا بشاهدين عدلين ، كتاب النكاح ، رقم الحديث: ۱۳۸۳۶)

ترجمہ:……حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نکاح اور زنا میں فرق گواہوں کا ہونا ہے۔(یعنی جس نکاح میں گواہ نہیں وہ زنا ہے، اور گواہ ہیں تو نکاح ہے)۔

(۷)……**عن ابن عباس رضى الله عنهما قوله : لا نكاح الا ببينة۔**

(ترمذی، باب ما جاء لا نكاح الا ببينة ، كتاب النكاح ، رقم الحديث:۱۱۰۴)

ترجمہ:……حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: گواہوں کے بغیر نکاح (منعقد) نہیں ہوتا۔

(۸)……**عن ابن عباس رضى الله عنهما : ادنى ما يكون فى النِّكاح اربعة : الذى يُزوِّج والذى يتزوّج و شاهدان۔**

ترجمہ:……حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نکاح میں کم از کم چار افراد ہونے چاہئے: شادی کرانے والا، شادی کرنے والا، اور دو گواہ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۸ ج۹، من قال : لا نكاح الا بولى أو سلطان ، كتاب النكاح ، رقم الحديث:۱۶۱۸۷۔مصنف عبدالرزاق ص۱۹۷ ج۶، باب النكاح بغير ولى ، رقم الحديث:۱۰۴۸۱)

(۹)……**عن ابن عباس رضى الله عنهما فى شهادة الصبيان : لا تجوز۔**

(سنن کبری بیہقی ص۴۸۴ ج۲۰، باب من رد شهادة الصبيان ، كتاب الشهادات، رقم الحديث: ۲۰۶۴۴)

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: (نکاح میں) بچوں کی گواہی جائز نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے نکاح السر سے منع فرمایا

(۱۰)...... عن أبی هريرة رضی الله عنه أن النبی صلی الله عليه وسلم نهی عن نكاح السِّر۔

(مجمع الزوائد ص۳۷۳ ج۴، باب النكاح بغير ولی، رقم الحديث:۷۵۰۸۔ معجم طبرانی اوسط ص۶۸ ج۷، رقم الحديث:۶۸۷۴)

ترجمہ:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے نکاح السر سے منع فرمایا۔

(۱۱)...... عن هشام قال: كان أبی يقول: لا يصلُح نكاح السِّر۔

ترجمہ:...... حضرت ہشام فرماتے ہیں کہ: میرے والد فرمایا کرتے تھے کہ: خفیہ نکاح بہتر نہیں ہے۔

(۱۲)...... نافع مولی ابن عمر رضی الله عنهما يقول: ليس فی الاسلام نكاح السِّر۔

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اسلام میں خفیہ نکاح نہیں ہے۔

(۱۳)...... عن عبد الله بن عُتبة قال: أشرُّ النكاح نكاح السِّر۔

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بدترین نکاح خفیہ نکاح ہے۔

(۱۴)...... عن الحسن: أنّ رجلا تزوّج امرأةً فأسَرَّ ذلک، فكان يختلف اليها فی

منزلها ، فراه جارٌ لها يدخل عليها ، فقذفه بها ، فخاصمه الى عمر بن الخطاب رضی الله عنه ، فقال : يا امير المؤمنين ! هذا كان يدخل على جارتی ، ولا أعلمُه تزوّجها ، فقال له : ما تقول ؟ فقال : تزوّجت امرأة على شیء دُونٍ فأُخفَيتُ ذلک ، قال : فمن شهدَكُم ؟ قال : أشْهَدت بعضَ أهلِها ، قال : فَدَرَأ الحَدّ عن قاذفه ، وقال : أعلِنوا هذا النكاح ، وحَصِّنوا هذه الفروج ۔

ترجمہ:......حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے ایک عورت سے چھپ کر شادی کی، اور وہ آدمی اس عورت کے گھر آیا کرتا تھا، اس عورت کے پڑوسی نے اس آدمی کو عورت کے گھر آتے ہوئے دیکھا تو اس پر تہمت لگادی، یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، اور تہمت لگانے والے نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ شخص میری پڑوسن کے پاس آتا ہے، اور مجھے اس کے نکاح کا علم نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاملہ کی تحقیق فرمائی، تو اس نے کہا: میں نے اس عورت سے خفیہ طور پر شادی کی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گواہوں کی بابت سوال کیا؟ تو اس نے کہا: عورت کے کچھ رشتہ دار اس نکاح کے گواہ ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تہمت لگانے والے پر حد تو جاری نہیں کی البتہ فرمایا: نکاح کو اعلانیہ کیا کرو اور شرمگاہوں کو پاک دامن رکھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۴۲ ج۹، ما قالوا فی اعلان النکاح، کتاب النکاح، رقم الحدیث:

۱۶۶۵۵/۱۶۶۵۶/۱۶۶۵۷/۱۶۶۵۴)

تشریح:......گواہوں کے بغیر نکاح کیا گیا تو وہ نکاح السر ہے۔ (تحفۃ الالمعی ص۵۲۳ ج۳)

جس نکاح میں گواہ موجود ہوں وہ نکاح علانیہ ہے، وہ سر نہیں رہتا۔ ''بدائع'' میں ہے:

السر اذا جاوز اثنين خرج من أن يكون سرا ، قال الشاعر ؎

وسِرّک ما کان عندَ امْرِئٍ وسِرُّ الثّلاثة غیرُ الخَفِی

(بدائع الصنائع ص۳۹۴ ج۳، فصل فی الشھادۃ ، کتاب النکاح ،ط: دارالکتب العلمیۃ ، بیروت)

کتب فقہ کی چند عبارتیں

(۱)......ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاھدَین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین أو رجل وامرأتین ، الخ۔(ہدایہ ص۳۲۶ ج۲، کتاب النکاح ،ط:رحمانیہ)

(۲)......(و) شرط (حضور) شاھدین ..... (مسلمین لنکاح مسلمۃ) الخ۔

(الدرالمختار ص۹۲/۸۷ ج۴، کتاب النکاح ، ط : مکتبۃ الباز ، مکۃ المکرمۃ)

(۳)......وشرط فی الشھود : الحریۃ ' والعقل ' والبلوغ ' والاسلام۔

(شامی ص۹۰ ج۴، مطلب : الخصّاف کبیر فی العلم یجوز الاقتداء بہ ، کتاب النکاح)

(۴)......ولا ینعقد بشھادۃ المرأتین بغیر رجل۔

(عالمگیری ص۲۶۸/۲۶۷ ج۱، الباب الاول فی تفسیر النکاح شرعا ، کتاب النکاح)

(۵)......وفی الخانیۃ : ولا ینعقد بشھادۃ امرأتین بغیر رجل ' والخنثیین اذا لم یکن معھما رجل۔

(تاتارخانیہ ص۳۷ ج۴، الفصل: ۲، فی الشھادۃ فی النکاح ، کتاب النکاح ، رقم :۵۴۵۴)

(۶)......تزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ لم یجز ، بل قیل یکفر۔

(الدرالمختار ص۹۹ ج۴، قبیل : فصل فی المُحرّمات ،کتاب النکاح ، ط : مکتبۃ الباز ، مکۃ)

(۷)......تزوج امرأۃ بشھادۃ اللہ ورسولہ لا یجوز ، وعن الشیخ الامام ابی القاسم الصفار أنہ قال : یکفر من فعل ھذا ، لانہ أعتقد أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب۔

(تاتارخانیہ ص۳۹/۳۸ ج۴، الفصل: ۲، فی الشھادۃ فی النکاح ، کتاب النکاح ، رقم :۵۴۶۰)

حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے نکاح کے گواہوں کی تحقیق

کوئی آدمی حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے نکاح کو بطور دلیل پیش کرے کہ ان کے نکاح میں بھی گواہ نہیں تھے۔تو بات یہ ہے کہ یہ نکاح جنت میں ہوا ہے۔ جنت کا معاملہ اور ہے دنیا کا معاملہ اور ہے۔اور اس وقت حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت حواء رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی انسان تھا بھی نہیں، گواہ کسے بناتے؟

اللہ تعالی نے حضرت حواء رضی اللہ عنہا پیدا فرما کر یہ فرمایا دیا کہ: اے آدم! یہ تمہاری زوجہ ہے، اور اسی سے نکاح ہو گیا، اور وہ دونوں زوجین ہو گئے، نہ ایجاب وقبول ہوا، نہ کوئی مہر متعین ہوا، نہ گواہ تھے، گویا کو بہ طریق مروج نکاح نہیں ہوا اور نہ اس کی ضرورت تھی، یہی اظہر ہے۔(مستفاد: مکمل و مدلل فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۳۳۰ ج ۱۸)

قرآن کریم کی آیت ﴿ یٰٓـاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ ﴾ میں حضرت حواء رضی اللہ عنہا پر زوج کا اطلاق کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنت ہی میں حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی زوجہ بنادی گئی تھیں۔(مستفاد: کتاب النوازل ص ۵۶۲ ج ۸)

یہاں موقع کی مناسبت سےحضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے نکاح کے متعلق ”فتاوی حقانیہ“ کا ایک فتوی نقل کرنا مناسب ہے۔

سوال:......حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا نکاح کس جگہ ہوا؟ اور کس نے یہ نکاح کیا؟ اور اس نکاح کے گواہ کون تھے؟ اور حق مہر کیا مقرر ہوا؟۔

جواب:......اس مسئلہ کے متعلق وحی (قرآن وحدیث) میں کوئی تفصیل نہیں ملتی، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی کے ذریعہ سے اذن استمتاع ملا جیسا کہ ہمیں گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول کرنے سے اذن ملتا ہے۔البتہ حق مہر کے متعلق بعض

روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ پر درود بھیجنا حق مہر قرار دیا گیا۔ کما فی الصاوی وغیرہ، فلیراجع۔

لما قال العلامة احمد الصاوی المالکی رحمه الله : وقد خلقت بعد دخوله الجنة نام فلمّا استيقظ وجدها فأراد أن يمد يده اليها ' فقالت له الملائكة : مه يا آدم! حتى تؤدى مهرها ' قال : و ما مهرها ؟ فقالوا : ثلاث صلوات أوعشرون صلوة على سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم۔ (فتاوی حقانیہ ص ۳۲۷ ج ۴)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی بلا گواہ ہوا

اسی طرح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی بلا گواہ ہوا، اس لئے کہ خود اللہ تعالی نے آسمان پر ان کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا۔ اور ایسا اس لئے کیا گیا کہ ایک خاص رسم کو توڑنا مقصود تھا کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کو زمانہ جاہلیت میں جائز نہیں سمجھا جاتا تھا۔

اللہ تعالی نے خود قرآن پاک میں فرمایا: ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا﴾۔
ترجمہ:...... پھر جب زید نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کر لیا تو ہم نے آپ کا نکاح ان سے کر دیا۔ (پ:۲۲ رسورۂ احزاب، آیت نمبر:۳۷)
تفسیر:...... "زَوَّجْنٰكَهَا" کے لفظی معنی یہ ہیں کہ: ہم نے ان کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اس نکاح کو یہ امتیاز بخشا کہ خود ہی نکاح کر دیا جو عام شرائط نکاح سے مستثنی رہا۔ (معارف القرآن ص ۱۵۶ ج ۷)

علامہ ابو الفرج ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے یہ چیز ہے کہ آپ

ﷺ کو یہ اجازت دی گئی کہ آپ ﷺ بغیر مہر کے نکاح کرلیں تا کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن خلوص سے آپ کا قصد کریں، نہ کہ مہر کے عوض، اور آپ ﷺ سے تخفیف ہو۔اور ولی کی اجازت کے بغیر بھی آپ ﷺ کو نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔اسی طرح آپ ﷺ اپنے نکاح میں گواہوں کے حاضر ہونے سے بھی مستغنی ہیں۔

(زادالمسیر ص۳۹۱ ج۶، ط: مکتب اسلامی، بیروت۔تبیان القرآن ص۴۵۷ ج۹)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سامنے فخر کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ: اللہ تعالی نے میرا آسمانوں میں نکاح کیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: وہ دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرماتی تھیں کہ: تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا ہے، اور میرا نکاح سات آسانوں کے اوپر اللہ تعالی نے کیا ہے۔

(۱)......فکانت زینب رضی الله عنها تَفخَر علی أزواج النبی صلی الله علیه وسلم تقول : زَوّجَکُنَّ أهالیکُنَّ و زَوَّجنی الله تعالی من فوق سبع سمٰوٰتٍ۔

(۲)......وکانت رضی الله عنها تَفُخَر علی نساء النبی صلی الله علیه وسلم وکانت تقول : انّ الله أنکَحَنی فی السّماء۔

(بخاری، باب ﴿ وکان عرشه علی الماء ﴾ ، کتاب التوحید ، رقم الحدیث: ۷۴۲۰/۷۴۲۱)

والله تعالی أعلم وعلمه أحکم وأتم

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۲۸/ جمادی الاخری ۱۴۴۵ھ مطابق: ۱۱/ جنوری ۲۰۲۴ء، بروز جمعرات

نکاح کے بعد مصافحہ، اور اہل خاندان کو مبارک باد دینا کیسا ہے؟

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکاح کے بعد مصافحہ، اوراہل خاندان کومبارک باد دینا کیسا ہے؟

سوال:...... نکاح کے بعد دلہا حاضرین سے مصافحہ کرتا ہے، اسی طرح دلہا کے خاندان والوں سے بھی لوگ مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں، اور مبارک باد دیتے ہیں، کیا یہ عمل جائز ہے؟ اور احادیث سے اس کا ثبوت ہے؟ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اکثر مصافحہ و معانقہ میں شور بھی ہوتا ہے، اور مسجد کا احترام کما حقہ باقی نہیں رہتا۔ اگر لوگ صرف خوشی کا موقع سمجھ کر مصافحہ کریں اور اسے سنت نہ سمجھیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب:...... حامدا و مصلیا و مسلما: نکاح کے بعد میں دلہے کا دوست واحباب، اور نکاح پڑھانے والے سے مصافحہ و معانقہ کرنا شریعت سے ثابت نہیں، اور اسلاف سے منقول نہیں، یہ ایک رسم ہوگئی ہے، اس کا سنت سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے اس کو نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ اور اگر کوئی اسے سنت یا شرعی حکم سمجھ کر کرے تو یہ کام ناجائز اور بدعت کے زمرے میں داخل ہوکر قابل ترک ہوگا۔

مگر عامۃً لوگ اسے سنت یا شرعی حکم سمجھ کر نہیں کرتے، بلکہ ایک خوشی کا موقع سمجھ کر کرتے ہیں، اور خوشی کے وقت محبت کے اظہار کے لئے مصافحہ و معانقہ کرنا احادیث سے ثابت ہے، اس لئے نکاح کے موقع پر خوشی کے اظہار کے لئے یہ عمل جائز ہے اور اس کی اجازت ہے۔

اور سنت وشرعی حکم نہ سمجھنے کی دلیل یہ ہے کہ کوئی مصافحہ و معانقہ نہ کرے تو اس پر نکیر نہیں کی جاتی، اور نہ اسے قابل مذمت سمجھا جاتا ہے۔ اور مجمع میں سب حاضرین سے مصافحہ بھی نہیں کرتے، بلکہ اکثر اہل تعلق سے کرتے ہیں، اگر عبادت سمجھ کر کرتے تو سب سے

کرتے، اس لئے اس عمل کو ناجائز کہنے پر زیادہ شدت نہیں کرنی چاہئے۔

جس کام کو مسنون و مستحب نہ سمجھا جائے اس کے لئے نفس ثبوت کافی ہے، یا یہ کہ وہ کام نصوص شریعت سے متصادم نہ ہو تو خصوصی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ لہذا اگر مصافحہ یا معانقہ نکاح میں اظہار مسرت کا ذریعہ سمجھا جائے تو اس کے لئے خوشی کے وقت مصافحہ و معانقہ کا ثبوت کافی ہے۔

نکاح سے پہلے وعظ کا ثبوت نہیں، مگر ناجائز نہیں

ہاں نکاح سے پہلے اکثر کسی اہل علم کا بیان ہوتا ہے، اس بیان میں حکمت سے اس مسئلہ کو سمجھاتے رہنا چاہئے، تاکہ کسی کے ذہن میں اس کے سنت ہونے یا شرعی حکم ہونے کا گمان نہ رہے۔

نکاح سے پہلے وعظ و تقریر کا ثبوت بھی مشکل ہے، مگر اس کو بھی لازم اور سنت نہیں سمجھا جاتا، کئی نکاح ایسے ہوتے ہیں جن سے پہلے وعظ نہیں ہوتا، اگر وعظ کو سنت یا ضروری سمجھا جاتا تو کوئی نکاح بھی بلا وعظ کے نہ ہوتا، جس طرح وعظ پر کوئی نکیر نہیں کرتا اور اسے بدعت و ناجائز نہیں کہا جاتا ہے، اسی طرح مصافحہ و معانقہ پر بھی ناجائز اور بدعت کہنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

نکاح سے پہلے وعظ کا ثبوت نہیں پھر بھی علماء فرماتے ہیں کہ:

''بہتر یہ ہے کہ پہلے اردو میں خطبہ نکاح کا مطلب بیان کردیا جائے''۔

(کتاب الفتاوی ص ۳۰۰ ج ۴)

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تو تحریر فرماتے ہیں کہ:

بخلاف مجلس وعظ کہ وہ فی نفسہ ضروری ہے، وہاں مفاسد کا انسداد کریں گے، خود اس کو

ترک نہ کریں گے۔

(امداد الفتاوی جدید مطول حاشیہ ص۲۶۲ ج۱۱، سوال نمبر: ۳۲۵۹، کتاب البدعات۔
مرغوب المسائل ص ۱۰۸ ج ۳ مجلس نکاح میں قرآن خوانی)

امور محدثہ کو زہر قاتل سمجھنے والے سلفی (علماء) بھی اس کو جائز کہتے ہیں،

"لا مانع من القاء محاضرة نافعة على الحاضرين فى أمرهم بالمعروف و نهيهم عن المنكر فى حفل الزواج"۔

(فتاوی علماء البلد الحرام ص ۱۳۸۵، الباب الرابع عشر، النكاح۔ بحوالہ: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۶۴۹ ج ۳ اور ص ۶۵۵ ج ۳، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

ہاں نکاح کے بعد مبارک باد دینا اور دعا دینا حدیث سے ثابت ہے، لہذا اس عمل کی ترغیب دی جائے کہ لوگ دلہا کو مبارک باد دیں اور دعا دیں۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص ۱۰۶ ج ۱۱ (ط: فاروقیہ، کراچی)۔ فتاوی دینیہ ص ۳۰۱ ج ۳۔ فتاوی قاسمیہ ص ۲۶۷ ج ۳۔ فتاوی دار العلوم زکریا ص ۴۰۷ ج ۲ اور ص ۶۵۵ ج ۳، ط: اشرفیہ دیوبند)

(۱)......عن أبى هريرة رضى الله عنه : ان النبى صلى الله عليه وسلم : كان اذا رَفَّأَ الانسانَ، اذا تزوّج قال : بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَ بَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِىْ خَيْرٍ۔

(ترمذی، باب ما جاء فى ما يقال للمتزوج، كتاب النكاح، رقم الحديث: ۱۰۹۱۔ ابوداؤد، باب ما يقال للمتزوج، كتاب النكاح، رقم الحديث: ۲۱۳۰۔ ابن ماجہ، باب تهنئة النكاح، كتاب النكاح رقم الحديث: ۱۹۰۵)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ جب کسی شادی

شدہ کو مبارک باد دیتے تو فرماتے: اللہ تعالی مبارک کرے، تم پر برکت نازل فرمائے، اور خیر و بھلائی میں تم دونوں کو جمع کرے۔

تشریح:......" رَفَّأ تَرْفِئَةً " (باب تفعیل) کے معنی ہیں: شادی کی مبارک باد دینا۔ اور اصل معنی ہیں: شادی شدہ سے " بِالرِّفَا وَالْبَنِیْن " کہنا، زمانہ جاہلیت میں لوگ یہ جملہ کہہ کر شادی شدہ کو مبارک باد دیتے تھے۔ اور اس کے بھی اصلی معنی ہیں: رفو کرنا، کپڑے کی پھٹن کو تاگوں سے بھرنا، اور آخری معنی ہیں: دو چیزوں کو ایک دوسرے کے موافق بنانا، یعنی اس طرح ملا دینا کہ ایک معلوم ہوں، پس " بِالرِّفَا وَالْبَنِیْن " کے معنی ہیں: تم دونوں کے درمیان موافقت رہے، اور تمہارے یہاں بیٹے پیدا ہوں۔ یہ جملہ جاہلیت کی ترجمانی کرتا ہے، جاہلیت کے لوگ لڑکوں کو مرغوب رکھتے تھے اور لڑکیوں سے متنفر تھے، آنحضور ﷺ نے اس جملہ کو بدل دیا اور فرمایا: بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، وَ بَارَکَ عَلَیْکَ، وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ۔ (تحفۃ الالمعی ص ۵۰۷ ج ۳)

"ابن ماجہ" کی روایت میں ہے:

(۱)......عن عقیل بن أبی طالب رضی اللہ عنہ : انّہ تزوّج امرأۃً من بنی جُشَمٍ، فقالوا : بِالرِّفَا وَالْبَنِیْن، فقال لا تقولوا ھکذا، ولکن قولوا کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ، وَ بَارِکْ عَلَیْھِمْ۔

(ابن ماجہ، باب تھنئۃ النکاح، کتاب النکاح، رقم الحدیث:۱۹۰۶)

ترجمہ:......حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو جشم کی ایک عورت سے شادی کی، تو لوگوں نے (اپنے رواج کے مطابق مبارک باد دیتے ہوئے) کہا: تم میں اتفاق ہو اور بیٹے پیدا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہ کہو بلکہ وہ کہو جو رسول اللہ ﷺ نے

(ایسے موقع پر دعا دیتے ہوئے) فرمایا: اے اللہ ان کو برکت دیجئے، اور ان پر برکت ڈال دیجئے۔

نوٹ:......حدیث کی کتابوں میں یہ دعا ان الفاظ سے آئی ہے:

(۱)......بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ۔

(بخاری، باب الدعاء للمتزوج، کتاب الدعوات، رقم الحدیث:۶۳۸۶)

(۲)......بَارَکَ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَ بَارَکَ فِیْکَ۔

(کتاب الدعاء للطبرانی ص۲۹۱، باب القول عند الاملاک و الترفیہ، رقم الحدیث:۹۳۶)

(۳)......بَارَکَ اللّٰہُ لَکُمْ، وَ بَارَکَ عَلَیْکُمْ، وَ جَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ۔

(ابن ماجہ، باب تھنئة النکاح، کتاب النکاح، رقم الحدیث:۱۹۰۵)

دعا میں لفظ ’’عَلَیْکَ‘‘ پر اشکال کہ ’’عَلَیْکَ‘‘ تو ضرر کے لئے آتا ہے

سوال:......نکاح کی دعا میں ’’بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، وَ بَارَکَ عَلَیْکَ‘‘ کہتے ہیں، اس میں ’’عَلَیْکَ‘‘ کا کیا مطلب ہے؟ اور ’’عَلَیْکَ‘‘ اور ’’لَکَ‘‘ میں کیا فرق ہے؟ بظاہر تو ’’عَلَیْکَ‘‘ ضرر کے لئے آتا ہے۔

الجواب:......’’بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ‘‘ میں لام فائدہ اور آسانی کے لئے ہے، یعنی آپ کو آسانیوں اور راحتوں میں برکت عطا فرمائے۔ اور ’’عَلَیْکَ‘‘ کے ساتھ دوبارہ ذکر فرمایا تاکہ نکاح میں سرور شہر کے بعد غموم دہر کی طرف اشارہ ہو، یعنی جو مشقتیں آپ پر آنے والی ہیں اور ان کا آنا یقینی ہے، کیونکہ سرور شہر کے بعد غموم دہر ہوتا ہے، لہٰذا ان مشقت والے کاموں میں اللہ تعالیٰ برکتیں عطا فرمائیں، نکاح میں سرور کی لذتوں کے بعد نان نفقہ، بیوی کے مطالبات، اولاد کی تربیت، تعلیم وغیرہ، آدمی کی آزادی کے بعد پابندی، یہ سب وہ

مشقتیں ہیں جونا قابل انکار ہیں، دعا میں ان مشقتوں میں بھی خیراور نفع اور بہتر مستقبل کی طلب ہے،ایسی جامع اور بہتر دعا سینہ نبوت ہی سے برآمد ہوسکتی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا ص ۵۵۹ ج ۳، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

ختم خواجگان کا اہتمام ثابت نہیں مگر پڑھا جاتا ہے

ہمارے بزرگوں کے یہاں ختم خواجگان کا معمول ہے، حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں، اسی لئے فقیہ عصر حضرت مولانا سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کو بھی اس پر شرح صدر نہ ہوا، تو حضرت نے حضرت مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا، حضرت مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ نے حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ سے اس کے متعلق دریافت فرمایا، حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

دو چیزیں ہیں: ایک مداومت اور ایک اصرار، دونوں کا حکم الگ الگ ہے، امر مندوب پر مداومت قبیح نہیں، فقہاء نے امر مندوب پر اصرار کو مکروہ لکھا ہے۔ اصرار یہ ہے کہ کسی عمل کو ہمیشہ کیا جائے اور نہ کرنے والے کو گنہگار سمجھا جائے، اس کی تحقیر کی جائے تو یہ مکروہ ہے، اگر امر مندوب پر مداومت ہو، اصرار نہ ہو تو مندوب مندوب ہی رہتا ہے۔

ختم خواجگان حصول برکت کے لئے پڑھا جاتا ہے، مشائخ کا مجرب عمل ہے کہ اس کی برکت سے دعاء قبول ہوتی ہے، اور کون سا وقت ایسا ہے کہ برکت کی خواہش نہیں ہوگی، لہذا جب اس کا مقصد حصول برکت ہے تو جب جب حصول برکت کی خواہش ہوگی اس کو پڑھا جائے گا، اور ہر وقت برکت کی خواہش ہوتی ہے، اس لئے مداومت کرتے ہیں،

اصرار نہیں کرتے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ص۲۷۴ ج۱۰)

اسی طرح نکاح کے بعد مصافحہ کا گرچہ ثبوت نہیں، مگر خوشی میں لوگ کرتے ہیں، اس لئے اس کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔

فتاوی محمودیہ میں اس مسئلہ پر شدت کی وجہ

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں اس پر سخت حکم لگایا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: ......اس مصافحہ کا شرعا کوئی ثبوت نہیں، لہذا (یہ) بے اصل اور بدعت ہے، اور مصافحہ نہ کرنے والے کو برا کہنا کسی طرح درست نہیں، اس سے اجتناب چاہئے، کیونکہ یہ بدعت سیئہ ہے۔ بدعت حسنہ کی اصل شرع میں موجود ہوتی ہے، اس کی اصل شرع میں موجود نہیں، لہذا یہ بدعت حسنہ نہیں۔

مگر اس شدت کی وجہ سوال ہے۔ سوال میں ہے کہ مصافحہ نہ کرنے والے کو بے ادب اور برا کہا جاتا ہے، اس لئے حضرت نے شدت سے اس پر نکیر فرمائی۔

سوال: ...... ہمارے اطراف میں رواج ہے کہ جب نکاح پڑھا کر ختم کرتے ہیں تو بعد میں فورا دولہا حاضرین مجلس سے مصافحہ کرتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص اس کو بدعت سمجھ کر نہ کرے تو اس کو بے ادب اور برا بھلا کہنا اور یہ کہنا کہ یہ بدعت حسنہ ہے، یا جائز ہے یا نہیں؟۔ (فتاوی محمودیہ ص۲۰۴/۲۰۵ ج۱۱، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

خوشی کے وقت میں معانقہ ومصافحہ کرنے کی احادیث

(۱):......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ دن کے ایک حصہ میں تشریف لائے، نہ آپ مجھ سے بات کررہے تھے نہ میں آپ سے بات کررہا تھا یہاں تک کہ آپ بنوقینقاع کے بازار میں آئے، اورحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے صحن میں تشریف فرما ہوئے، پھرفرمایا: کیا یہاں بچہ ہے؟ کیا یہاں بچہ ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو کچھ دیر روکا، میں نے گمان کیا کہ وہ ان کو سیپیوں کا ہار پہنا رہی ہیں یا ان کو نہلا رہی ہیں، پھر وہ دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ آپ نے ان کو گلے لگایا (معانقہ فرمایا) اور ان کو بوسہ دیا۔

(بخاری، باب ما ذُکر فی الاسواق ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث:۲۱۲۲)

(۲):......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک واقعہ کی وجہ سے نذر مانی تھی کہ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے بات نہیں کروں گی، پھرحضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کسی بہانہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے اور ان سے لپٹ گئے، (یعنی معانقہ کیا۔اور یہ خوشی کا معانقہ تھا)۔

(بخاری، باب الھجرۃ ، کتاب الادب ، رقم الحدیث:۶۰۷۳/۶۰۷۴/۶۰۷۵)

(۳):......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے اوررسول اللہ ﷺ میرے گھر پرتشریف فرما تھے،انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ ﷺ برہنہ کپڑے (یعنی چادر مبارک کندھوں سے گرگئی تھی، اسے) کھینچتے ہوئے ان کی طرف لپکے، اللہ تعالی کی قسم! میں نے آپ ﷺ کو اس سے پہلے یا بعد میں کبھی برہنہ نہیں دیکھا، پھرآپ ﷺ نے انہیں گلے لگایا (یعنی معانقہ فرمایا) اور

بوسہ دیا۔(ترمذی، باب ما جاء فی المعانقة والقبلة ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۲۷۳۲)

(۴):......ایک مرتبہ آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، وہ گھر پر موجود نہیں تھے، جب واپس آئے تو (اس خوشی میں کہ آپ ﷺ اور حضرات شیخین میرے غریب خانہ پر ہیں) آپ ﷺ کے ساتھ لپٹ گئے (یعنی معانقہ کیا)۔

(ترمذی، باب ما جاء فی معیشة اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ، کتاب الزهد ، رقم الحدیث:۲۳۶۹)

(۵):......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ شام آئے (اور حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور بواب سے کہا کہ: حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے کہو کہ: (حضرت) جابر (رضی اللہ عنہ) دروازہ پر ہیں، تو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا ابن عبداللہ؟ تو میں نے کہا: ہاں، تو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ جلدی سے اپنے کپڑے کو گھسیٹتے ہوئے نکلے اور ان دونوں نے آپس میں ایک دوسرے سے معانقہ کیا۔(مسند احمد ص۴۳۲ ج۲۵، حدیث عبد الله بن انیس، رقم الحدیث:۱۶۰۴۲)

(۶):......حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جب حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے اور آپ ﷺ سے ملے تو نبی کریم ﷺ نے ان سے معانقہ فرمایا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں بوسہ دیا۔

(مجمع الزوائد ص۳۲۵ ج۹، باب مناقب جعفر بن ابی طالب رضی الله عنه ، کتاب المناقب ، رقم الحدیث:۱۵۴۹۰/۱۵۴۹۱)

(۷):......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ اور آپ

کے صحابہ رضی اللہ عنہم چھوٹے تالاب میں تیر رہے تھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے ساتھ تیراکی کرے، تو سب اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تیرنے لگے، (اب اخیر میں) آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تیراکی فرمائی، اور معانقہ کیا، اور فرمایا: میں اپنے ساتھی کے ساتھ ہوں، میں اپنے ساتھی کے ساتھ ہوں۔

(معجم طبرانی کبیر ص۲۶۱ ج۱۱، عکرمة عن ابن عباس، رقم الحديث:۱۱۶۷۶۔ مجمع الزوائد ص۹ ج۹، باب جامع فی فضله، کتاب المناقب، رقم الحديث:۱۴۳۱۷)

تشریح:...... ''تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے ساتھ تیراکی کریں'' شاید اس میں یہ حکمت ہو کہ تیراکی کے درمیان کوئی حادثہ پیش آجائے تو ایک ساتھی دوسرے کا تعاون کر سکے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸):...... حضرت عمرو بن میمون بن مہران رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ: میں اپنے والد صاحب کے ساتھ تھا اور ہم طواف کر رہے تھے، دوران طواف حضرت ابو الشیخ رحمہ اللہ مل گئے تو میرے والد صاحب نے ان سے معانقہ فرمایا۔ (حلیۃ الاولیاء ص۹۰ ج۴، میمون بن مہران)

(۹):...... حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ باہر تشریف لائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو آپ ﷺ نے ان سے معانقہ فرمایا، پھر فرمایا: میں نے اپنے بھائی (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) سے معانقہ کیا ہے، پس جس کا کوئی بھائی ہو (اور وہ اس سے ملے) تو اس سے معانقہ کرے۔

(الجامع الکبیر (سیوطی) ج۱، رقم الحديث:۱۵۔ کنز العمال، الفضائل، فضائل ذی النورین، رقم الحديث:۳۶۲۴۰)

(۱۰):.......حضرت عبادہ بن منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہمارے یہاں ایک صاحب تھے جن کا نام حضرت کابس بن ربیعہ رحمہ اللہ تھا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو ان سے معانقہ کیا، اور رو پڑے، اور فرمایا: جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرے تو اسے چاہئے کہ وہ حضرت کابس بن ربیعہ رحمہ اللہ کو دیکھ لے۔

(جامع الاحادیث ص۲۱۹ ج۳۳، مسند انس بن مالک رضی الله عنه، رقم الحدیث:۳۶۱۰۸)

(۱۱):.......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک جنتی اپنے (نیک اور) اللہ والے بھائی سے ملنے کا مشتاق ہوگا تو اس کے پاس جنتی سواری لائی جائے گی، وہ اس پر سوار ہو کر اپنے بھائی کے پاس جائے گا، اور اس کے اور اس کے بھائی درمیان ہزار ہزار سالوں کی مسافت کا فاصلہ ہوگا، جیسے تمہارے درمیان ایک دو فرسخ کا فاصلہ ہوتا ہے، اور وہ اس سے ملاقات اور معانقہ کرے گا۔ (جامع الاحادیث ص۳۶۰ ج۲۹، مسند علی رضی الله عنه ۔ کنز العمال، أهل الجنة، کتاب القیامة، رقم الحدیث:۳۹۷۸۳)

(۱۲):.......حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (ایک طویل حدیث میں) فرماتے ہیں کہ: لوگ مجھے فوج در فوج مل رہے تھے اور میری توبہ قبول ہونے پر مجھے مبارک باد دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ: تم کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہوا، پس اس وقت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے، پس حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے، انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی۔

(بخاری، باب حدیث کعب بن مالک، کتاب المغازی، رقم الحدیث:۴۴۱۸)

نوٹ:......حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ نے مصافحہ ومعانقہ کی ان روایتوں کوعربی میں جمع کیا ہے۔(فتاوی دار العلوم زکریا ص۴۰۷ ج ۲، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیو بند)

راقم نے آسانی کے لئے ان کا خلاصہ اردو میں مع مکمل حوالوں کے نقل کردیا ہے۔

مسجد میں شور کرنے کی ممانعت

نکاح کے بعد مصافحہ ومعانقہ کرتے ہوئے مسجد کے آداب کا پورا احترام رکھنا ضروری ہے، اگر اس عمل کی وجہ سے مسجد میں شور ہو اور مسجد کی بے احترامی ہو تو اس عمل کو ناجائز کہا جائے گا، مساجد میں شور وشغف کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

(۱)......عن معاذ بن جبل قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : جنّبوا مساجدكم.....رفعَ أصواتكم ، الخ۔

(مصنف عبدالرزاق ص۴۴۲ ج۱، فى باب البيع والقضاء فى المسجد ' وما يُجَنَّبُ المسجد ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۱۷۲۶)

ترجمہ:......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی مسجدوں کو آوازیں بلند کرنے سے بچاؤ۔

(۲)......عن ابن عمر : ان عمر نهى عن اللَّغَط فى المسجد ، وقال : انّ مسجدنا هذا لا تُرفعُ فيه الاصوات۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۹۳ ج۵، فى رفع الصوت فى المساجد ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۷۹۸۷)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں شور کرنے سے منع فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ: ہماری اس مسجد میں آوازیں

بلند نہیں کی جائیں گی۔

تشریح:...... ہماری مساجد سے صرف مسجد نبوی ﷺ مراد نہیں، بلکہ ساری مساجد مراد ہیں۔ جہاں حدیث شریف میں بد بودار چیز کھا کر مسجد جانے کی ممانعت آئی ہے، اس سلسلہ میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا کہ: یہ حکم صرف مسجد حرام کے لئے ہے یا ساری مساجد کے لئے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ حکم تمام مساجد کے لئے ہے۔

(۳)......عن ابن جريج قال : قلتُ لعطاء : ارأيتَ الذى ذكرتَ انه ينهى عنه فى المساجد ' أفِى المساجد كلِّها أم فى المسجد الحرام خاصة دونها ؟ قال : بل فى المساجد كلِّها۔

(مصنف عبدالرزاق ص۴۴۴ ج۱، باب اكل الثوم والبصل ' ثم يدخل المسجد ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۱۷۳۷)

(۴)......ان عمر كان اذا خرج الى الصلوة نادى فى المسجد : اياكم واللغط۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۹۴ ج۵، فى رفع الصوت فى المساجد ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۷۹۹۲)

ترجمہ:...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے تو اعلان فرماتے کہ: مسجد میں شور کرنے سے بچو۔

تشریح:......ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ: آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں شور کرنے والوں سے فرماتے: مسجد سے اٹھ جاؤ: ''وانه كان يقول : ارتفعوا فى المسجد''۔

(مصنف عبدالرزاق ص۴۳۸ ج۱، باب اللغط ورفع الصوت وانشاد الشعر فى المسجد ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۱۷۱۳)

(۵)......عن السائب بن يزيد قال : كنت قائما فى المسجد ' فحصبنى رجل ' فنظرت فاذا عمر بن الخطاب ، فقال : اذهب فأتِنى بهذين ' فجئتُه بهما ' قال : مَنْ أنتما ؟ أو مِنْ أين انتما ؟ قالا : من أهل الطائف ، قال : لو كنتما من أهل البلد لَاَوْجَعْتُكما ، تَرفَعان اصواتكما فى مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(بخاری، باب رفع الصوت فى المساجد ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۴۷۰)

ترجمہ:......حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں مسجد میں کھڑا تھا' مجھے ایک صاحب نے کنکر مارا، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے فرمایا: جاؤ! ان دونوں کو بلا کر لاؤ، میں ان دونوں کو لے آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کون ہو؟ یا تم کہاں سے آئے ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم دونوں کو دردناک سزا دیتا، تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کر رہے تھے۔

مسجد میں شور کرنے پر سرخ آندھی، مسخ اور خسف کی وعید

(۶)......عن على بن أبى طالب قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اذا فَعَلَتْ اُمّتى خمسَ عشرةَ خصلةً حلّ بها البلاء ، قيل : وما هى يا رسول الله ! قال : اذا كان المَغْنَمُ دُوَلًا ' والأمانة مَغْنَما ' والزكوة مَغْرَما ' وأطاع الرّجلُ زوجتَه وعقَّ اُمّه ' وبَرَّ صَدِيْقَه وجفَا أباه ' وارتَفَعَتِ الاصواتُ فى المساجد ' وكان زَعِيم القوم أرذَلَهم ' وأكْرِمَ الرّجل مخافة شرّه ' و شُرِبَت الخُمور ' ولُبِس الحرير ' واتُّخِذَت القِيَان والمَعازِف ' ولعَن آخِر هذه الامّة اوّلَها ' فلْيَرْتَقِبوا عند ذلك ريحًا حمراءَ ' أوخَسْفًا وَمَسْخًا۔

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت میں پندرہ خصلتیں آجائیں تو ان پر مصیبت نازل ہوگی، پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب مال غنیمت کو دولت سمجھا جائے، اور امانت کو غنیمت سمجھا جائے، اور زکوۃ (ادا کرنے کو) جرمانہ سمجھا جائے، شوہر بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے، دوست کے ساتھ بھلائی کرے اور والد کے ساتھ ظلم وزیادتی کرے، مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں، اور قوم کا ذلیل ان کا سردار بن جائے، اور آدمی کا اکرام اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے کیا جائے، شرابیں پی جائیں، ریشم پہنا جائے، گانے والیاں (باندی بنا کر) رکھی جائیں، اور باجے (اور آلات لہو) اختیار کئے جائیں، اور امت کے آخری لوگ پہلو (یعنی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم، اور حضرات سلف صالحین: محدثین ومجتہدین وغیرہ) پر لعنت بھیجیں، اس وقت لوگ سرخ آندھی، یا زمین میں دھنسنے اور چہروں کے مسخ ہوجانے کا انتظار کریں۔

(ترمذی، باب ما جاء فی علامة حلول المسخ والخسف، ابواب الفتن، رقم الحدیث:۲۲۱۰)

نکاح میں شور کیا جائے تو مسجد میں نکاح کرنا مکروہ ہے

حدیث شریف میں مسجد میں نکاح کرنے کا حکم آیا ہے:

(۱)......قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: أعْلِنوا ھذا النّکاح واجعلوہ فی المساجد، الخ۔

(ترمذی، باب ما جاء فی اعلان النکاح، ابواب النکاح، رقم الحدیث:۱۰۸۹)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس نکاح کا اعلان کرو، اور نکاح کو مسجدوں میں کیا کرو۔

(۱)......ويندب اعلانه و تقديم خطبة و كونه فى مسجد ، الخ ـ

(شامی ص۶۷ ج۴، مطلب : كثيرا ما يتساهل فى اطلاق المستحب على السنة ، كتاب النكاح ،
مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة)

مگر حضرات مالکیہ نے صراحت فرمائی ہے کہ: محض ایجاب وقبول ہو، نہ شرائط کا ذکر ہو، نہ آواز بلند کی جائے ، نہ زیادہ کلام ہو، ورنہ مسجد میں نکاح کرنا مکروہ ہوگا۔

(موسوعہ فقہیہ اردو ص۲۵۳ ج۳۷، عنوان: مسجد)

والله تعالى أعلم وعلمه أحكم وأتم

مرغوب احمد لاجپوری

۴؍رجب المرجب ۱۴۴۵، مطابق: ۱۶؍جنوری ۲۰۲۴

بروز منگل

نکاح کے بعد کھجور لٹائے یا تقسیم کرے؟

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکاح کے بعد کھجور لٹائے یا تقسیم کرے؟

سوال:......بعض جگہوں پر مسجد میں نکاح کے بعد کھجور لٹانے کا رواج ہے، اور بعض جگہوں پر مسجد سے باہر تقسیم کرنے کا طریقہ ہے، ان دونوں میں کیا بہتر ہے؟۔

جواب:......حامدا ومصلّیا ومسلما : مساجد شعائر اللہ میں داخل ہیں، ان کا احترام ضروری ہے، اس لئے بہتر ہے کہ نکاح کے بعد کھجور، شیرینی وغیرہ بجائے مسجد میں لٹانے کے جماعت خانہ سے باہر تقسیم کردی جائے، اس میں مسجد کا احترام باقی رہے گا۔

عامۃً لٹانے میں لوگ ایک دوسرے پر اپنا حصہ لینے میں سبقت کرتے ہیں، اور اس میں مسجد کی کچھ نہ کچھ بے احترامی ہو ہی جاتی ہے، شور بھی ہوتا ہے، اس لئے بہر حال اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

اگر چہ بعض ضعیف احادیث میں لٹانے کا بھی ذکر ہے، اس لئے کسی جگہ پورے احتیاط اور مسجد کے احترام کو باقی رکھتے ہوئے کوئی لٹادے تو بھی ناجائز نہیں، مگر تجربہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی خوشی کے موقع پر اس کا پورا پورا خیال رکھے کہ مسجد کی بے احترامی نہ ہو یہ بہت مشکل ہے۔

احادیث کی وجہ سے بعض فقہاء نے تقسیم ولٹانے دونوں کی اجازت دی ہے، مگر تقسیم کو اولی کہا۔

تاہم مسجد میں لٹانے کی وجہ سے باہم مزاحمت اور مخاصمت کی صورت پیدا ہوسکتی ہے، اس لئے امام مالک، امام شافعی رحمہما اللہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ اس کو منع فرماتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور بعض اہل علم کے نزدیک اس میں کوئی کراہت

نہیں، امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت اسی کے مطابق ہے۔

جولوگ جواز کے قائل ہیں ان کے پیش نظر یہ ہے کہ: رسول اللہ نے پانچ یا چھ اونٹنیوں کا نحر فرمایا اور فرمایا کہ: جو چاہے ان میں سے کاٹ لے: ''من شاء اقتطع'' یہ اجازت اور لٹائی ہوئی چیز میں سے لوٹنے کی اجازت بظاہر ایک ہی درجہ رکھتی ہے۔ (المغنی ص۲۱۹ ج ۷)

بعض اہل علم نے اس کے جواز پر ایک انصاری کے واقعۂ نکاح سے استدلال کیا ہے جس میں خود رسول اللہ ﷺ نے میوے لٹائے تھے۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ اس روایت سے استدلال قرین انصاف نہیں، کیونکہ اس میں بشر بن ابراہیم نامی راوی آیا ہے، جس کے بارے میں محدثین کا خیال ہے کہ وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔

(مجمع الزوائد ص۳۸۱ ج ۴، باب اعلان النکاح واللھو والنثار ، کتاب النکاح ، تحت رقم الحدیث:۷۵۴۲)

تاہم اوپر جو باتیں مذکور ہوئیں وہی اس کے جواز کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں، اور تجربہ یہ ہے کہ ایسی تقریبات میں مزاحمت اور مخاصمت اور باہمی نزاع کی سی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، محض خوشی کا اظہار مقصود ہوتا ہے..... ہاں اگر کہیں اس کی وجہ سے مجلس میں بد تہذیبی اور ناشائستگی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو تقسیم کر دینا بہتر ہے۔

(مستفاد: کتاب الفتاوی ص۴۴۴ ج ۴۔ حلال وحرام ص۲۶۴۔ فتاوی دار العلوم زکریا ص۶۵۴ ج ۳، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیو بند۔ شمائل کبری ص۵۱، ط: زمزم پبلشرز، کراچی)

بعض اہل فتاوی نے کھجور تقسیم کرنے کے بجائے چھوہارے کو پھینکنے اور لٹانے کو سنت قرار دیا۔ (مستفاد: فتاوی حقانیہ ص۳۲۱ ج ۴۔ خیر الفتاوی ص۵۸۵ ج ۴)

مگر درست بات یہ ہے کہ: سنت قرار دینے کا یہ فتوی قابل غور و قابل نظر ہے۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا، ص ۵۵۷ ج ۱، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

البتہ جو نکاح مسجد میں نہ ہو، کسی مکان، یا ہال میں ہو تو اس میں لٹانے میں کوئی حرج نہیں۔

جن ضعیف روایات میں کھجور لٹانے کا ذکر ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱)......عن عائشة رضی الله عنها : ان رسول الله صلی الله علیه وسلم تَزَوّج بعضَ نسائه فَنُثِر علیه التَّمر۔

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے بعض عورتوں سے نکاح کیا تو اس میں کھجور لٹائی۔

(۲)......عن عائشة رضی الله عنها قالت : کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا زوّج او تَزَوّج نَثَر تمرا۔

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ جب نکاح کرتے یا کرواتے تو (اس میں) کھجور لٹاتے۔

(سنن کبری بیہقی ص ۹۰ ج ۱۵، باب ما جاء فی النثار فی الفرح ، کتاب الصداق ، رقم الحدیث: ۱۴۷۹۷/۱۴۷۹۸)

(۳)......عن عائشه رضی الله عنها مرفوعا : أن النبی صلی الله علیه وسلم تزوّج امرأة من نسائه فنثر علی رأسه تمر عجوة۔

(اخرج الخطیب فی "التاریخ" رقم :۵۴۷۱۔ بحوالہ: فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۵۵۷ ج ۱، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے عورتوں میں سے کسی کا نکاح کروایا تو اس کے سر پر عجوہ کھجور پھینکی۔

(۴)......عن معاذ بن جبل رضی الله عنه قال : شَهِد النبی صلی الله علیه وسلم اِملاک رجلٍ من أصحابه فقال : علی الألفة والطّیر المأمون والسّعة فی الرِّزق بارک الله لکم ' دفِّفوا علی رأسه ، قال : فجِیء بِدُفٍّ وجی ء بأطباقٍ علیها فاکهةٌ وسُکّرٌ ، فقال النبی صلی الله علیه وسلم : انتَهِبوا ، فقال : یا رسول الله ! أوَلَم تَنهنا عن النُّهبَة ؟ قال : انّما نَهَیتُکم عن نُهبة العساکر ، امّا العُرُسات فلا ، قال : فجاذَبَهُمُ النبی صلی الله علیه وسلم وجاذَبوه۔

(سنن کبریٰ بیہقی ص۱۹۱ ج ۱۵، باب ما جاء فی النثار فی الفرح ، کتاب الصداق ، رقم الحدیث: ۱۴۷۹۹۔معجم طبرانی کبیر ص ۹۷ ج ۲۰، خالد بن معدان عن معاذ بن جبل ، رقم الحدیث:۱۹۱۔معجم طبرانی اوسط ص۴۴ ج ۱، باب الالف من اسمه احمد ، رقم الحدیث:۱۱۸)

ترجمہ:......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نوجوان کی شادی میں شریک ہوئے تو (اس عہد میں جس طرح شادی کی مبارک باد دی جاتی تھی، اسی طرح آپ ﷺ نے دعا دیتے ہوئے) فرمایا: الفت ہو، خوش حالی ہو، رزق میں برکت ہو، خدا مبارک کرے، اپنے ساتھی پر دف بجاؤ، پس دف لایا گیا، پھر اطباق لائے گئے ان میں فواکہ اور شیرینی تھیں، نبی ﷺ نے فرمایا: انہیں لوٹو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع نہیں فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تو تمہیں مال غنیمت کو لوٹنے سے منع کیا تھا، بہر حال شادی کے موقع پر تو اس کی ممانعت نہیں۔ راوی فرماتے ہیں: آپ ﷺ (ان فواکہ اور شیرینی

کو) اپنی طرف کھینچ رہے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی (اپنی طرف کھینچ رہے تھے)۔

نوٹ:...... یہ تمام روایتیں ضعیف اور نا قابل استدلال ہیں۔امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" و قد روی فی الرخصة فيه احاديث كلها ضعيفة "۔

(سنن کبری بیہقی ص۹۰ ج۱۵، باب ما جاء فی النثار فی الفرح ، کتاب الصداق ، تحت رقم الحدیث:۱۴۷۹۹)

(۱)......ويحل نثر سكر وهو رمية مفرقا و غيره .... ولكن تركه اولى۔

(کتاب الفتاوی ص۴۴۴ ج۴)

(۲)......لا باس بنثر السكر والدراهم فى الضيافة و عقد النكاح۔

(عالمگیری ص۳۴۵ ج۵، الباب الثالث عشر فی النهبة ونثر الدراهم والسكر ، كتاب النكاح)

والله تعالى أعلم وعلمه أحكم واتم

مرغوب احمد لاجپوری

۷/رجب المرجب ۱۴۴۵ھ، مطابق:۱۹/جنوری ۲۰۲۴

بروز جمعہ

متبنیٰ کے چند مسائل

منہ بولے بیٹے سے پردہ، سفر، نکاح اور وراثت کا حکم؟، منہ بولے بیٹے سے پردہ نہ ہو اور سفر جائز ہو سکے، اس کا ایک حل، اپنے باپ کے علاوہ دوسرے باپ کی طرف نسبت کرنے پر وعید، آپ ﷺ کا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا بنانا، منہ بولے بیٹے کو بڑا کیا، اب پردہ کیسا؟ میراث سے کیوں محروم؟ اب اجنبی ہو گیا؟ ان سوالات کے قرآنی جوابات، وغیرہ امور اس مختصر فتویٰ میں مع حوالہ جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

منہ بولے بیٹے سے پردہ، سفر، نکاح اور وراثت کا حکم؟

سوال:......(۱)......منہ بولے بیٹے کو اپنی طرف منسوب کر کے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۲)......منہ بولے بیٹے سے پردہ ضروری ہے یا نہیں؟۔

(۳)......منہ بولے بیٹے کے ساتھ عورت کا سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۴)......منہ بولے بیٹے کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۵)......منہ بولا بیٹا وارث ہوگا یا نہیں؟۔

الجواب:......حامدا و مصلیا و مسلما :اسلام میں منہ بولے بیٹے کی کوئی حقیقت نہیں، یعنی وہ حقیقی بیٹے کی طرح نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف منسوب کیا جائے، نہ وہ میت کا وارث ہوگا، اور نہ اس سے نکاح حرام ہوگا، یہ جاہلیت کا رواج ودستور تھا۔

تبنی کا معنی ہے: دوسرے کی اولاد کو اپنا بیٹا بنالینا۔ دور جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ ایک شخص کسی شخص کو اپنا بیٹا بنالیتا تو وہ اس کی اولاد کی طرح ہوجاتا، لوگ اسے اس کی طرف نسبت کر کے پکارتے، اور وہ اولاد کی طرح میراث پاتا۔

دور جاہلیت میں یہ طریقہ بھی تھا کہ کسی شخص کو اگر کسی آدمی کی جسامت اور حیثیت اچھی لگتی تو اسے اپنے ساتھ شامل کرلیتا اور اپنی اولاد میں سے ایک بیٹے کے برابر میراث میں اسے حصہ دیتا۔ اسلام نے ان طریقوں کو ختم کیا۔

مسئلہ:......منہ بولے کو اپنی طرف منسوب کر کے پکارنا منع ہے، اس کی' اس کے اصلی باپ کی طرف نسبت کی جائے گی۔ (اس پر وعید آئی ہے، جیسا کہ آگے احادیث آرہی ہیں)

مسئلہ:......اگر باپ کا پتہ نہ ہو اس کو ''مولی'' اور ''دینی بھائی'' یا ''اپنا ہم قبیلہ دوست'' کہا جائے۔

مسئلہ:...... بھول چوک میں یا مجازی طور پر منہ بولے بیٹے کو بیٹا کہہ دینے کو اللہ تعالی نے معاف فرمادیا ہے، البتہ عمدا اور سنجیدگی سے ولدیت بتائی جائے تو اس وقت اسے اپنا بیٹا ظاہر کرنا درست نہیں۔

مسئلہ:...... اگر عورت کسی بچہ کو منہ بولا بیٹا بنالے تو وہ حقیقی اولاد کی طرح بیٹا نہیں ہوتا، بالغ ہونے کے بعد اس سے پردہ ضروری ہے۔ اسی طرح اس سے نکاح بھی ہوسکتا ہے۔

مسئلہ:...... اسی طرح اگر مرد کسی بچی کو منہ بولی بیٹی بنالے تو وہ حقیقی اولاد کی طرح بیٹی نہیں ہوتی، بالغ ہونے کے بعد اس سے پردہ ضروری ہے۔ اسی طرح اس سے نکاح بھی ہوسکتا ہے۔

مسئلہ:...... کسی لڑکی کو منہ بولی بہن بنالینے سے وہ حقیقی بہن نہیں بن جاتی، اس کے ساتھ ایسا ہی پردہ ضروری ہے جیسے غیر محرم عورت کے ساتھ پردہ ضروری ہے۔

مسئلہ:...... منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹے کی طرح نہیں، اس کے ساتھ عورت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:...... کسی اجنبیہ لڑکی کو منہ بولی بہن کہنے سے وہ حقیقی بہن نہیں بن جاتی، اس کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ:...... کسی لڑکی کو سگی بھانجی کہنے سے وہ حقیقی بھانجی نہیں ہو جاتی، اس کے ساتھ نکاح بلا تردد جائز ہے۔

مسئلہ:...... حقیقی بیٹے کی مطلقہ بیوی باپ پر ہمیشہ کے لئے حرام ہے، مگر منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی باپ پر حرام نہیں ہے۔ (رسول اللہ ﷺ کا اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا)۔

مسئلہ:......منہ بولے بیٹی کی بیوی باپ پر حرام نہیں ہے۔(اسی طرح وہ تمام رشتے جو حقیقی بیٹے کے حرام ہوتے ہیں وہ رشتے منہ بولے بیٹے کے حرام نہیں)۔

مسئلہ:......منہ بولا بیٹا (متبنی) شرعی طور پر مرحوم کے مال کا وارث نہیں ہوتا۔

مسئلہ:......بعض مرتبہ بچپن سے کسی منہ بولی بہن یا بھائی کے ساتھ وہ تعلق ہو جاتا ہے جو حقیقی بھائی بہن کی طرح ہوتا ہے، اور اس تعلق کو قطع کرنا بھی آسان نہیں ہوتا۔ اس کا حل یہ ہے کہ (اگر عمر میں تناسب ہو تو) ایسی بہن یا ایسے بھائی سے نکاح کر لیا جائے، تاکہ تعلق بھی باقی رہے، اور شریعت کے حکم کی خلاف ورزی بھی نہ ہونے پائے۔

(مستفاد: معارف القرآن ص ۸۴ ج ۷، سورۂ احزاب، آیت نمبر: ۴۔ تفسیر مظہری ص ۶۶۵ ج ۵، سورۂ احزاب، آیت نمبر: ۴۔ آسان ترجمہ قرآن، سورۂ احزاب، آیت نمبر: ۴۔ کفایت المفتی ص ۵۴ ج ۹، (جدید، ط: فاروقیہ، کراچی)۔ فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۲۲۴ ج ۵، ۷: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۷۷/۸۶ ج ۸ (جدید)۔ فتاوی قاسمیہ ص ۴۰۴ ج ۳۔ اور ص ۵۲۲ ج ۲۵۔ اور ص ۱۹۲/۱۹۳ ج ۱۳)

منہ بولے بیٹے سے پردہ نہ ہو اور سفر جائز ہو سکے، اس کا ایک حل

مسئلہ:......منہ بولے بیٹے سے پردہ نہ کرنا پڑے، اسی طرح اس سے نکاح ناجائز ہو، اسی طرح اس کے ساتھ سفر جائز ہو، اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ عورت یا اس کی بہن وغیرہ میں سے کوئی اس بچہ کو بچپن میں دودھ پلا دے۔

دودھ پلانے کے بعد یہ رضاعی بیٹا یا رضاعی بیٹی، یا رضاعی بھائی یا رضاعی بہن، یا رضاعی بھتیجہ یا رضاعی بھتیجی، یا رضاعی بھانجہ یا رضاعی بھانجی یا رضاعی خالہ یا رضاعی پھوپھی یا رضاعی ماموں وغیرہ رشتہ میں سے کسی رشتہ میں منسلک ہو جائے گا۔

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے اس طرح کے عمل کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱)......عن عائشة رضى الله عنها قالت : جاء ت سَهلة بنت سُهَيل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت : يا رسول الله ! ان سالما يُدعى لابى حُذيفة و يَأوى معه ويدخُل علىّ فيرانى فُضُلا ، ونحن فى منزل ضَيّقٍ ، وقال الله تعالى : ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ فقال النبى صلى الله عليه وسلم : اَرْضِعِيْه تَحْرُمى عليه

(صحیح ابن حبان ص ۱۱۴۳، ذكر خبر ثان بصحة ام ذكرناه ،كتاب الرضاع ، رقم الحديث:۴۲۱۴۔ معجم طبرانی (کبیر) ص ۲۹۱ ج ۲۴، باب السين ، سهلة بنت سهيل بن عمرو ، امرأة ابى حذيفة بن عتيبة بن ربيعة من اخبارها ، رقم الحديث:۷۴۱)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضرت سہلہ بنت سہیل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! سالم کو حضرت حذیفہ کے منہ بولے بیٹے کے طور پر بلایا جاتا ہے، وہ ان کے ساتھ رہتا ہے، وہ میرے پاس بھی آجاتا ہے، مجھے (سر پر چادر وغیرہ کی موجودگی کے بغیر) دیکھ بھی لیتا ہے، اور ہم تنگ (اور چھوٹے) گھر میں رہتے ہیں، اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ''تم ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ یہی طریقہ اللہ تعالی کے نزدیک پورے انصاف کا ہے''۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اسے دودھ پلا دو، تو تم اس کے لئے حرمت والی ہو جاؤ گی۔ (یہ تمہارا رضاعی بیٹا بن جائے گا، پھر پردہ وغیرہ کی ضرورت نہیں رہے گی)۔

(۲)......عن نافع قال : كانت عائشة رضى الله عنها اذا أرادَتْ أن يَدْخُلَ عليها أحد أمَرَتْ به فَأُرْضِع ، فأمرتْ أُمّ كلثوم أن تُرْضِع سالما.....فأرْضَعَته فكان يدخل

علیھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۸۷ ج ۹، فی الرضاع ، من قال : لا یحرِّمه الرضعتان ولا الرضعة ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۱۷۳۱۰)

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جب کسی بچہ کے بارے میں یہ ارادہ ہوتا کہ وہ بڑا ہوکر ان کے پاس آسکے (اور ملاقات کرسکے) تو (اپنی کسی رشتہ دار خاتون سے) فرماتیں کہ: وہ اسے دودھ پلادیں، (اس سلسلہ میں) انہوں نے (اپنی بہن) حضرت ام کلثوم کو حکم دیا کہ وہ حضرت سالم کو (جب وہ بچے تھے) دودھ پلائیں.... چنانچہ انہوں نے دودھ پلایا، تو وہ (یعنی حضرت سالم رحمہ اللہ) آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔

(۳)......أن حفصة بنت عمر زوج النبی صلی الله علیه وسلم أرسلت بغلام نفیس لبعض موالی عمر الی أختها فاطمة بنت عمر ، فأمَرَتْهَا أن تُرْضِعه..... ففعلت ، فکان یلج علیها بعد أن کبر، قال ابن جریج : وأخبرت أن اسمه عاصم بن عبد الله بن سعد مولی عمر۔

(مصنف عبد الرزاق ص ۴۷۰ ج ۷، باب القلیل من الرضاع ، رقم الحدیث:۱۳۹۲۹)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعض آزاد کردہ غلام کے بچے کو اپنی بہن حضرت فاطمہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا، اور ان کو حکم دیا کہ وہ اس کو دودھ پلائیں، چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو دودھ پلایا۔ وہ غلام بڑے ہوکر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے تھے۔ راوی حضرت ابن جریج کا بیان ہے کہ: مجھے بتایا گیا کہ: ان کا نام عاصم بن عبداللہ

بن سعد تھا۔

مسئلہ:......رضاعی بیٹا حقیقی بیٹے کی طرح مال کا وارث نہیں ہوتا۔

نوٹ:......اس طرح دودھ پلانے کے بعد عورت سے پردہ ضروری نہیں، ساتھ سفر بھی کرسکتا ہے، اس سے نکاح بھی جائز نہیں، مگر موت کے بعد مال کا وارث نہیں ہوگا۔

یترتب علی الرضاع بعض احکام النسب : تحریم النکاح .....جواز النظر والخلوة.....اما سائر احکام النسب کالمیراث والنفقة .....فلا تثبت بالرضاع۔

(موسوعہ فقہیہ ص۲۴۱ ج۲۲ (مترجم ص۲۸۳ ج۲۲) عنوان: رضاع)

نوٹ:......آخر میں موضوع کے متعلق قرآن کریم کی تین آیات، اور چند احادیث اور بعض فقہی عبارات نقل کی جاتی ہیں:

(۱)......﴿ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَ كُمْ اَبْنَاءَ كُمْ ط ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ط وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ﴾۔ (پ:۲۱/سورۃ احزاب، آیت نمبر:۴)

ترجمہ:......اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا قرار دیا ہے۔ یہ تو باتیں ہی باتیں ہیں جو تم اپنے منہ سے کہہ دیتے ہو، اور اللہ تعالی وہی بات فرماتے ہیں جو حق ہو، اور وہی صحیح راستہ بتلاتے ہیں۔

تفسیر:......اس آیت سے پہلے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِىْ جَوْفِهٖ ج وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِىْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ﴾۔

ترجمہ:......اللہ تعالی نے کسی بھی شخص کے سینے میں دو دل پیدا نہیں کئے۔ اور تم اپنی جن بیویوں کو ماں کی پشت سے تشبیہ دے دیتے ہو، ان کو تمہاری ماں نہیں بنایا۔

اس کے بعد اس آیت میں منہ بولے بیٹے کے بارے میں فرمایا کہ: وہ تمہارا حقیقی بیٹا

نہیں،'' اَدْعِیَاء '''' دَعِیٌّ '' کی جمع ہے'' دَعِیٌّ '' وہ لڑکا ہے جس کومنہ بولا بیٹا کہا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک انسان کے پہلو میں دو دل نہیں ہوتے، اور جس طرح بیوی کو ماں کے مثل کہنے سے بیوی ماں نہیں بن جاتی، اسی طرح منہ بولا بیٹا تمہارا (حقیقی) بیٹا نہیں بن جاتا۔ (مستفاد: معارف القرآن ص۸۴ ج۷، سورۂ احزاب، آیت نمبر:۴)

(۲)......﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ج فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ مَوَالِیْكُمْ ط وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ لا وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴾۔ (پ:۲۱/سورۃ احزاب، آیت نمبر:۵)

ترجمہ:......تم ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ یہی طریقہ اللہ تعالی کے نزدیک پورے انصاف کا ہے۔ اور اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں، تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں۔ اور تم سے جو غلطی ہو جائے، اس کی وجہ سے تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، البتہ جو بات تم اپنے دلوں سے جان بوجھ کر کرو، (اس پر گناہ ہے) بیشک اللہ تعالی بہت بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں۔

(۳)......﴿ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ج كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ج وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ ﴾۔

(پ:۵/سورۂ نساء، آیت نمبر:۲۴)

ترجمہ:......نیز وہ عورتیں (تم پر حرام ہیں) جو دوسرے شوہروں کے نکاح میں ہوں، البتہ جو کنیزیں تمہاری ملکیت میں آجائیں (وہ مستثنی ہیں) اللہ تعالی نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں۔ ان عورتوں کو چھوڑ کر تمام عورتوں کے بارے میں یہ حلال کر دیا گیا ہے کہ تم اپنا مال (بطور مہر) خرچ کر کے انہیں (اپنے نکاح میں لانا) چاہو، بشرطیکہ تم ان سے باقاعدہ

نکاح کا رشتہ قائم کر کے عفت حاصل کرو، صرف شہوت نکالنا مقصود نہ ہو۔

(۱)......عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما : أنّ زيدَ بنَ حارثة – مولی رسول الله صلی الله علیه وسلم – ما كُنّا ندعوه الا زيدَ بنَ محمدٍ ، حتی نزل القرآن : ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ۔

(بخاری، باب ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ کتاب التفسیر ، رقم الحدیث:۴۷۸۲)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے، ہم ان کو صرف زید بن محمد کہہ کر بلاتے تھے حتی کہ قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوگئی: ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ۔

(۲)......والمتبنی لا یلحق فی الاحکام بالابن فلایستحق المیراث ولا یورث عنه۔

(احکام القرآن، (تھانوی) ص۱۸۴ ج۵)

(۳)......و ما جعل ادعیاء کم ابنائکم ، فلا تثبت بالتبنی شیء من احکام البنوة من الارث وحرمة النکاح وغیر ذلک۔

(تفسیر مظہری ص۲۸۴ ج۷ (جدید ص۲۹۲ ج۷) سورۃ احزاب، تحت آیت نمبر:۴)

(۴)......حرم الاسلام التبنی ، وأبطل کل آثاره ، وذلک بقوله تعالی : ﴿ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَاءَ کُمْ اَبْنَاءَ کُمْ ط ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاهِکُمْ ط وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ﴾ ، وقوله تعالی : ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ ﴾ ۔

(موسوعہ فقہیہ ص۱۲۱ ج۱۰ (مترجم ص۱۵۴ ج۱۰۔ عنوان: تبنی)

اپنے باپ کے علاوہ دوسرے باپ کی طرف نسبت کرنے پر وعید

(۱)......عن سعد رضی الله عنه قال : سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول

: مَنِ ادّعی الی غیر أبیه وهو یعلم أنه غیرُ أبیه فالجنّة علیه حرام۔

ترجمہ:......حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے اپنے باپ کے غیر کی طرف نسبت کا دعوی کیا اور اس کو معلوم ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

(بخاری، باب من ادعی الی غیر ابیه، کتاب الفرائض، رقم الحدیث:۶۷۶۶)

(۲)......عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لا تَرغَبوا عن آبائکُم فمن رَغِب عن أبیه فهو کُفرٌ۔

(بخاری، باب من ادعی الی غیر ابیه، کتاب الفرائض، رقم الحدیث:۶۷۶۸)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے آباء سے اعراض نہ کرو، پس جس شخص نے اپنے باپ سے اعراض کیا تو اس نے کفر کیا۔

(۳)......عن علی رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: ومَنِ ادّعی الی غیر أبیه، أوِ انتَمی الی غیر موالیه، فعلیه لعنة الله والملائکة والنّاس أجمعین، لا یَقبلُ الله منه یومَ القیامة صَرفا ولا عَدلا۔

(مسلم، باب فضل المدینة، الخ، کتاب الحج، رقم الحدیث:۱۳۷۰)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا، یا جس غلام نے اپنے آپ کو مولی کے غیر کی طرف منسوب کیا، اس پر اللہ تعالی کی، فرشتوں کی، اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن اللہ تعالی نہ اس کا کوئی فرض قبول فرمائیں گے نہ نفل۔

آپ ﷺ کا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا بنانا

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے اپنا بیٹا بنایا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی والدہ سعدی بنت ثعلبہ ایک مرتبہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو لے کر اپنے میکہ گئیں، اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کم عمر تھے، اس دوران بنوقین کے سوار لوٹ مار کر کے آرہے تھے، وہ خیمہ کے سامنے سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر لے گئے اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کے لئے پیش کیا، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ان کو چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دیا، جب آپ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی خدمت میں ہبہ کر دیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والدان کی گم شدگی پر بہت غمگین تھے، اور اکثر روتے رہتے تھے، قبیلہ کلب کے کچھ لوگ حج کے لئے مکہ مکرمہ آئے، انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا، اور یمن جا کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد کو خبر دی، تو ان کے والد اور چچا کعب فدیہ کی رقم لے کر مکہ مکرمہ پہنچے اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ: فدیہ لے کر میرے بیٹے کو آزاد فرمادیں، آپ ﷺ نے پوچھا: تمہارا بیٹا کون ہے؟ انہوں نے کہا: وہ زید (رضی اللہ عنہ) ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو بلاؤ اور اس کو اختیار دو، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرے تو تم بلا کسی فدیہ کے لے جاؤ، اور اگر وہ میرے ساتھ رہنا پسند کرے تو اللہ تعالیٰ کی قسم! جو شخص میرے ساتھ رہنے کو اختیار کرے میں اس پر فدیہ کو اختیار کرنے والا نہیں ہوں، پھر آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، یہ میرے والد اور چچا ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

تم مجھے اختیار کرلو یا ان دونوں کو اختیار کرو، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ پر کسی شخص کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا، میرے باپ اور چچا تو آپ ہی ہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا نے کہا کہ: اے زید! تم پر افسوس ہے، تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو؟ اور اپنے باپ، چچا اور اپنے گھر والوں پر ان کو ترجیح دیتے ہو؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں میں نے ان کی ایسی سیرت دیکھی ہے کہ میں ان پر کسی کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا، جب آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اس محبت کو دیکھا تو ان کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا: لوگو! گواہ ہو جاؤ بے شک زید میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں گا، جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا نے یہ منظر دیکھا تو وہ خوش ہو گئے اور واپس چلے گئے۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ بعد میں بعض اعذار کی وجہ سے ان کی طبیعتوں میں اتفاق نہ ہو سکا اور یہ نکاح ٹوٹ گیا تو اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح فرما دیا۔ (مستفاد: تبیان القرآن ص ۳۷۶ ج ۹)

منہ بولے بیٹے کو بڑا کیا، اب پردہ کیسا؟ میراث سے کیوں محروم؟ اب اجنبی ہو گیا؟ ان سوالات کے قرآنی جوابات

منہ بولے بیٹے کے جو احکام بیان ہوئے اس پر جاہلیت قدیمہ و جدیدہ معترض ہے کہتے ہیں: ایک بچہ یا بچی کو منہ بولی اولاد بنایا، حقیقی اولاد کی طرح اس کو پالا پوسا، اولاد جیسا تعلق ہو گیا، پھر جب بڑے ہوئے تو اجنبی ہو گئے، پردے کے احکام لازم ہو گئے،

میراث سے محروم ہوگئے، اب کہاں وہ در بہ در ٹھوکریں کھائیں گے؟۔

اللہ تعالی ان کے اعتراضات کے جوابات کو دو مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ:

پہلی مثال:...... وہ احکام معقول ہیں، روحانی قرب خواہ کتنا بھی ہو اس پر نسب کے احکام جاری نہیں ہوتے، نبی کریم ﷺ اور مؤمنین میں غایت درجہ قرب ہے، وہ امت کے باپ ہیں، اور ان کی ازواج امت کی مائیں ہیں، مگر یہ روحانی تعلق ہے، چنانچہ مؤمنات سے نبی ﷺ کا نکاح جائز ہے، حالانکہ وہ بیٹیاں ہیں، اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے مؤمنین کو پردہ کا حکم ہے، حالانکہ وہ مائیں ہیں، کیونکہ یہ روحانی تعلق ہے، اس پر نسب کے احکام جاری نہیں ہوتے۔

دوسری مثال:...... ہجرت کے بعد مہاجرین و انصار میں مواخات کرائی گئی، اور بھائیوں میں اس درجہ مودت و محبت کا تعلق ہوگیا کہ ابتدا میں اس کی بنیاد پر میراث دلوائی گئی، مگر بعد میں یہ حکم ختم کردیا گیا، قرابت داروں کو میراث کا مستحق قرار دیا کیونکہ دینی اخوت و مودت پر میراث کے احکام جاری نہیں ہوتے، نسبی تعلق میراث کی بنیاد ہے۔

رہی منہ بولے اولاد کی پریشانی تو حسن سلوک سے کس نے روکا ہے؟ زندگی میں جتنا چاہے دے اور موت کے بعد تہائی ترکہ کی وصیت کرے، اور کوئی رشتہ دار نہ ہو تو سارے ترکہ کی بھی وصیت کرسکتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد مبارک ہے:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِکُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴾۔ (پ:۲۱، سورۂ احزاب، آیت نمبر:۶)

”نبی ﷺ مؤمنین سے ان کی ذاتوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں“۔

اور ہماری وہ ہمدردی فرماتے ہیں کہ ہم خود ہماری ویسی خیر خواہی نہیں کر سکتے، اس لئے آپ مؤمنین کے حق میں بمنزلہ باپ کے ہیں، بلکہ اس سے بھی بہ مراتب بڑھ کر ''سنن ابی داوؤ'' میں ہے: '' انما انا لکم بمنزلة الوالد ''میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے ہوں، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ کے بعد '' وهو اب لهم '' بھی ہے۔ اور آپ (ﷺ) کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ آپ ﷺ مؤمنین کے باپ ہیں، مگر یہ ایمانی اور روحانی تعلق ہے، اطاعت میں نبی ﷺ کا درجہ باپ سے بڑھا ہوا ہے، اور خدمت میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا، مگر اس پر نسب کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

دوسری مثال: ...... ''اور قرابت دار ایک ودسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں نوشتۂ الٰہی میں، بہ نسبت دوسرے مؤمنین اور مہاجرین کے۔

نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد مہاجرین و انصار میں سے دو دو آدمیوں کو آپس میں بھائی بنا دیا تھا، اور اس اخوت کی بنیاد پر میراث ملتی تھی، بعد میں جب مہاجرین کے قرابت دار مسلمان ہوگئے تو ناتا کو بھائی چارہ سے مقدم کر دیا۔ مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ سلوک کرو، یہ بات بھی نوشتۂ الٰہی میں لکھی ہوئی ہے، یعنی ہدیہ دو یا تہائی ترکہ سے وصیت کرو، اس کی گنجائش ہے، متبنی کے ساتھ بھی اس طرح حسن سلوک کیا جا سکتا ہے۔

اب متبنی (لے پالک) کی بحث ختم کرتے ہیں، اور نصیحت فرماتے ہیں کہ متبنی کے سلسلہ میں جو احکام دیئے گئے ہیں ان پر عمل کرو، کیونکہ مؤمنین نے انبیاء کے واسطہ سے اللہ تعالی کو پختہ عہد دیا ہے کہ وہ احکام الٰہی پر عمل کریں گے، چنانچہ قیامت کے دن اس کی جانچ

ہوگی کہ کس نے عمل کیا اور کس نے عمل نہیں کیا؟ جس نے عمل کیا اس کو انعامات سے نوازا جائے گا، اور جس نے انکار کیا اس کو دردناک عذاب سے سابقہ پڑے گا۔

(تفسیر ہدایت القرآن (بتغییر) ص۴۴۰/۴۴۱ ج ۶)

یہاں اللہ تعالی نے یہ حقیقت بیان فرمائی ہے کہ اگر چہ حضور نبی کریم ﷺ تمام مسلمانوں کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں، اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو سب مسلمان اپنی ماں سمجھتے ہیں، لیکن اس وجہ سے آنحضرت ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو میراث کے معاملے میں کسی مسلمان کے اپنے رشتہ داروں پر فوقیت حاصل نہیں ہوئی، چنانچہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اس کی میراث اس کے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم ہوتی ہے، آنحضرت ﷺ یا آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اس میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جاتا، حالانکہ دینی اعتبار سے آپ ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن دوسرے رشتہ داروں سے زیادہ حق رکھتی ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ان کے دینی رشتے کے باوجود میراث میں شریک نہیں کیا گیا تو منہ بولے بیٹے کو محض زبان سے بیٹا کہہ دینے کی بناء پر میراث میں کیسے شریک کیا جا سکتا ہے؟ البتہ اگر ان کے ساتھ نیکی کا ارادہ ہو تو ان کے لئے اپنے ترکے کے تہائی حصے کی حد تک کوئی وصیت کی جا سکتی ہے۔

(آسان ترجمہ، از: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

واللہ تعالی اعلم و علمہ احکم و اتم

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۱۹/ جمادی الاخری ۱۴۴۵ھ مطابق: ۲/ جنوری ۲۰۲۴، منگل

بیوی کو مارنا

بیوی کو مارنے کا حکم؟ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو، عورتوں کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو، بیوی کو مارنے کی ممانعت، آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو کبھی نہیں مارا، عورتوں کو نہ مارو، نہ برا کہو، اپنی بیوی کے معاملہ میں تخفیف کرو اور اس کے اوپر اپنی لاٹھی کو نہ اٹھاؤ، بیوی کو مارنے والا آپ ﷺ کو پسند نہیں، آپ ﷺ کا بیوی کو مارنے والے سے شادی نہ کرنے کا مشورہ دینا، قرآن مجید میں بیوی کو مارنے کا ذکر اور اس کی تفسیر، عورتوں کو مارنے کی روایتیں، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا عورتوں کو مارنا، وغیرہ امور اس مختصر رسالہ میں مع حوالہ جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

بیوی کو مارنے کا حکم؟

سوال:……کیا مرد اپنی بیوی کو سزا دے سکتا ہے؟ اور کن امور پر سزا دی جاسکتی ہے؟ اور سزا کی حد کیا ہے؟ کیا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے اپنی عورتوں کو سزا دینا ثابت ہے؟ قرآن کریم میں ''وَاضْرِبُوْهُنَّ'' ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا قرآن کریم نے عورتوں کو مارنے کی اجازت دی اور کیوں دی؟ غیر مسلم اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

جواب:……حامدا ومصلّیا ومسلما: آپ کے سوال کا جواب بہت زیادہ تفصیل طلب ہے۔ اسلام نے بیوی کے جو حقوق بیان کئے ہیں دنیا کا کوئی مذہب اس کی برابری نہیں کر سکتا، اسی طرح بیوی کے ساتھ اچھے اخلاق' نرمی' درگذر کی جو ترغیب دی ہے دوسرے مذاہب میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا۔ پھر غیر مسلم کو قرآن کریم کے ایک جملہ پر اعتراض کا کیا حق ہے؟ ہاں بعض شرائط کے ساتھ بوقت ضرورت بقدر ضرورت بیوی کو سزا بھی دی جاسکتی ہے اور یہ سزا دینا صرف مباح ہے، ضروری نہیں ہے بلکہ اسے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا اور نہ اس کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض حضرات کا اپنی عورتوں کو سزا دینا ثابت ہے۔

اس اختصار کے بعد چند ضروری باتیں قدرے تفصیل سے لکھتا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ قرآن کریم، آپ ﷺ کی احادیث اور فقہاء کی آراء سے چند مفید باتیں عرض کرسکوں۔

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾

(۱)……﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾۔ (پ:۴/سورۂ نساء، آیت نمبر:۱۹)

ترجمہ:……اور ان کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو۔

تفسیر:……اس آیت شریفہ کا خلاصہ یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بیوی کے بارے میں سفارش فرما رہے ہیں کہ: اپنی بیوی کے ساتھ اچھی طرح رہنا، ان کا خیال رکھنا۔ کوئی ملک کا صدر کسی سے یہ شفارش کرے کہ اپنی بیوی کو اچھا رکھنا، اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچانا، اس لئے کہ وہ میری بیٹی کی سہیلی ہے، کیا کوئی صدر کی اس درخواست کو رد کرے گا، یہاں تو احکم الحاکمین سفارش فرما رہے ہیں۔

نوٹ:…… یہ تفسیر حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں سنی تھی۔

عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو

(۱)……عن ابی هريرة رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :.. وَاسْتوصوا بالنّساء خيرا ' فانهن خُلقن من ضِلَع ، وانّ أعوج شيء فى الضِّلَع اعلاه ، فان ذهبْتَ تُقيمُه كسَرْتَه ، وان تركتَه لم يزل أعوج ، فَاسْتوصوا بالنِّساء خيرا۔

(بخاری، باب الوصاة بالنِّساء ، كتاب الرضاع ، رقم الحديث:۵۱۸۶)

ترجمہ:……حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:…. اور عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو، کیونکہ ان کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے، اور سب سے اوپر والی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے، پھر اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو تو تم اس کو توڑ دوگے، اور اگر تم اس کو چھوڑ دو تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی، سو تم عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو

(۲)……عن جابر بن عبد الله رضى الله عنهما…..قال رسول الله صلى الله عليه و سلم :…. فاتّقوا الله فى النّساء ، فاِنكم أخذتموهن بأمان الله ، واستحللتم

فروجهنّ بكلمة الله ' الخ ـ

(مسلم، باب حجة النبی صلی الله علیه وسلم ، كتاب الحج ، رقم الحديث:۱۲۱۸)

ترجمہ:......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے (حج کے سلسلہ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ:) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو، تم نے انہیں اللہ تعالی کی امانت سمجھ کر حاصل کیا ہے، اورتم نے اللہ تعالی کے کلمہ کی بدولت ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے۔

عورتوں کے بارے میں صبر کرنے والے ہی صبر کریں گے

(۳)......ان امركُنّ مما يهمنی بعدی ' ولن يصبر عليكن بعدی الا الصابرون۔

(كنز العمال ص۳۷۳ج۱۶، حقوق متفرقة ، كتاب النكاح ، رقم الحديث:۴۴۹۶۱)

ترجمہ:......(اے عورتوں!) تمہارا معاملہ میرے بعد مجھے غمزدہ کئے ہوئے ہے، اورتم پر میرے بعد ہرگز صبر نہیں کریں گے مگر صبر کرنے والے ہی۔

عورتوں کی جہالت کو خاموشی سے برداشت کرو

(۴)......ان من النساء عيّا و عورة ، فكفوا عِيَّهُنَّ بالسكوت ، ووَارُوْا عوراتهن بالبيوت ـ (كنز العمال ص۳۷۵ج۱۶، حقوق متفرقة ، كتاب النكاح ، رقم الحديث:۴۴۹۶۸)

ترجمہ:......عورتوں میں جہالت بھی ہوتی ہے، اور خامی اور خرابی بھی، عورتوں کی جہالت کو خاموشی سے برداشت کرو، اوران کی خامیوں کو گھروں کے اندر چھپائے رکھو۔

اپنے اہل پر رحم کرنے والے کے لئے بغیر اور کسی نیکی کے جنت کا حکم

(۵)...... يُؤتی الرجل من أمتی يوم القيامة و ماله من حسنة ترجی له الجنة ، فيقول

الرب تعالى : أدخلوه الجنة فانه كان يرحم عياله۔

(كنز العمال ص۳۷۹ ج۱۶، حقوق متفرقة ، كتاب النكاح ، رقم الحديث:۴۴۹۹۳)

ترجمہ:......قیامت کے دن میری امت میں سے ایک آدمی لایا جائے گا، جس کے پاس ایک نیکی بھی نہیں ہوگی جس کی وجہ سے اس کے لئے جنت کی امید کی جا سکے، رب تعالی کا حکم ہوگا: اسے جنت میں داخل کرو، چونکہ یہ اپنے عیال پر رحم دل تھا۔

کامل ایمان والا وہ ہے جو اپنے اہل پر مہربان اور ان کے حق میں بہتر ہو

(۶)......عن عائشة رضى الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : انّ مِن أكمل المؤمنين ايمانا أحسنهم خُلُقا وألطَفُهُم بأهله۔

(ترمذی، باب ما جاء فى استكمال الايمان والزيادة والنقصان ، ابواب الايمان ، رقم الحديث: ۲۶۱۲)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمنین میں کامل ایمان اس شخص کا ہے جو خوش اخلاق ہو، اور اپنے اہل پر مہربان ہو۔

بیوی کو مارنے کی ممانعت

آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو کبھی نہیں مارا

(۱)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے نہ کسی بیوی کو مارا اور نہ کسی خادم کو مارا۔ (ابن سعد ص۲۰۵۔ شمائل کبری ص۲۴۶ ج۱۱)

اپنے گھر والوں سے کسی معاملہ میں جھگڑا نہ کرو

(۲)......عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه : انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : علیکم بالسَّمع والطاعة فیما أحببتم و کرهتم ، فی مَنْشَطِکم و مَکْرَهِکم ، وأثَرَةٍ علیکم ، ولا تُنازعوا الأمْرَ أهلَهُ۔

(طبرانی اوسط ص۹۲ ج۱، باب الالف: احمد بن المعلی الدمشقی ، رقم الحدیث:۲۷۷)

ترجمہ:......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے چاہے تم پسند کرو یا پسند نہ کرو، تم تنگی میں ہو یا خوشی میں، چاہے تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے، اور اپنے گھر والوں سے کسی معاملہ میں جھگڑا نہ کرو۔

تشریح:......اس حدیث میں تو جھگڑا سے بھی روک دیا گیا ہے۔

سب سے برا شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو تنگی میں رکھتا ہو

(۳)......شر الناس المضیق علی أهله۔

(کنز العمال ص۳۷۵ ج۱۶، حقوق متفرقة ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۴۴۹۷۲)

ترجمہ:......سب سے برا شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو تنگی میں رکھتا ہو۔

عورتوں کو نہ مارو، نہ برا کہو

(۴)......معاوية القشيری قال : أتيت رسول الله صلی الله عليه وسلم قال : فقلتُ : ما تقول فی نسائنا ؟ قال : أَطْعموهُنَّ مِمّا تأكُلون ' وَاكْسُوهُنَّ مِمّا تَكْتَسون ' ولا تضربوهُنَّ ولا تُقَبِّحُوهُنَّ۔

(ابوداؤد، باب فی حقّ المرأة علی زوجها ، كتاب النكاح ، رقم الحديث:۲۱۴۴)

ترجمہ:......حضرت معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میں نے عرض کیا: آپ ہمیں ہماری عورتوں کے بارے میں کیا نصیحت فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کھانا کھاؤ تو ان کو بھی کھلاؤ، اور جب لباس پہنو ان کو بھی پہناؤ، اور ان کو نہ مارو، اور نہ انہیں برا بھلا کہو۔

اللہ تعالیٰ کی بندیوں (یعنی اپنی بیویوں) کو نہ مارو

(۵)......قال رسول الله صلی الله عليه وسلم :لا تضربوا اِماء الله ، فجاء عمر الی رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال : ذَئِرْنَ النِّساءُ علی أزواجهن ، فرَخَّص فی ضربهن ، فأطاف بآل رسول الله صلی الله عليه وسلم نساءٌ كثيرٌ يشكون أزواجهُنّ ، فقال النبی صلی الله عليه وسلم : لقد طاف بآل محمد نساء كثير يشكون ازواجهن ' ليس اولئك بخياركم۔

(ابوداؤد، باب فی ضرب النساء ، كتاب النكاح ، رقم الحديث:۲۱۴۶۔ابن ماجہ، باب ضرب النساء ، كتاب النكاح ، رقم الحديث:۱۹۸۵)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بندیوں (یعنی اپنی بیویوں) کو نہ مارو۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر (اور حاوی) ہوگئیں، تو آپ ﷺ نے ان کو مارنے اور تنبیہ کی اجازت دی، پھر بہت سی عورتیں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں آئیں اور اپنے شوہروں کی شکایت کرنے لگیں، آپ ﷺ نے فرمایا: محمد ﷺ کی بیویوں کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت لے کر آئیں ہیں، (آپ ﷺ نے فرمایا:) تم میں ایسے مرد اچھے نہیں ہیں۔

اپنی بیوی کے معاملہ میں تخفیف کرو اور اس کے اوپر اپنی لاٹھی کو نہ اٹھاؤ

(۶)......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے نصیحت فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی بیوی کے معاملہ میں تخفیف کرو اور اس کے اوپر اپنی لاٹھی کو نہ اٹھاؤ۔

(تہذیب الآثار للطبری: ۶۸۵۔ کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۶۴۹۔ الارواء: ۲۰۲۶۔ نعم الباری ص ۶۴۴ ج ۹)

بیوی کو مارنے والا آپ ﷺ کو پسند نہیں

(۷)......انی لابغضن الرجل قائما علی امرأته ثائرا فرائص رقبته یضربها۔

(کنز العمال ص ۲۷۷ ج ۱۶، حقوق متفرقة، کتاب النکاح، رقم الحدیث: ۴۴۹۸۰)

ترجمہ:......میں اس شخص کو ناپسند کرتا ہوں جو غصہ کی حالت میں اپنی گلے کی رگیں پھلائے ہوئے کھڑا ہوا اور اپنی بیوی کو مار رہا ہو۔

بیوی کو مارے پھر اس سے جماع کرے؟

(۸)......عن عبد الله بن زمعة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لا یَجلِدُ احدُکم

امرأته جلدَ العبد ثم يُجامِعها في آخِر اليوم۔

(بخاری، باب ما یکرہ من ضرب النساء ، الخ ، کتاب الرضاع ، رقم الحدیث:۵۲۰۴)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح کوڑے نہ مارے جس طرح غلام کو کوڑے مارتا ہے، پھر اس دن کے آخری حصہ میں اس کے ساتھ جماع کرے۔

آپ ﷺ کا بیوی کو مارنے والے سے شادی نہ کرنے کا مشورہ دینا

(۹)......فاطمة بنت قيس جاءت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرَتْ له أنّ أبا جهم بن حذيفة ومعاوية بن أبي سفيان خطباها، فقال : امّا ابوجهمٍ ' فرجل لا يَرفَع عصاه عن النِّساء ' وأما معاوية فصُعُلُوك لا مال له ' ولكن أنكحي اسامة۔

(ترمذی، باب ما جاء ان لا یخطب الرجل علی خطبة أخیه ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۱۱۳۴)

ترجمہ:......حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئیں (اور مشورۃً) ذکر کیا کہ: حضرت ابوجہم اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما نے ان کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا ہے، (آپ کس کے ساتھ نکاح کرنے کا مشورہ عنایت فرماتے ہیں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: (حضرت) ابوجہم (رضی اللہ عنہ بہت سخت آدمی ہیں) عورتوں سے لاٹھی اٹھاتے ہی نہیں (یعنی مار پیٹ کرتے ہیں) اور (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) تو بہت غریب ہیں، ان کے پاس مال نہیں (کہ تمہارے حقوق ادا کرسکیں، اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ تم حضرت) اسامہ (رضی اللہ عنہ) سے نکاح کرلو۔

تشریح:......دوسری روایت کے الفاظ ہیں: ” أما معاوية فرجل لا مال له ، وامّا ابوجهمٍ ' فرجل شديد “۔ (حوالہ بالا، حدیث نمبر:۱۱۳۵)

قرآن مجید میں بیوی کو مارنے کا ذکر اور اس کی تفسیر

(۱)......﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ ط فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ ط وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ ج فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلاً ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا ﴾۔(پ:۵/سورۂ نساء، آیت نمبر:۳۴)

ترجمہ:......مرد عورتوں کے نگران ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی ہے، اور اس لئے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں، پس نیک عورتیں فرماں بردار ہوتی ہیں، مرد کی غیر موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں۔اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی (اور نافرمانی) کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ، اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) انہیں خواب گاہوں (بستروں) میں تنہا چھوڑ دو، (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انہیں (ہلکے طریقے پر) مار سکتے ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کارروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور عظمت والے ہیں۔

تفسیر:......اس آیت میں قانون معاشرت کا ایک بنیادی اصول بتایا گیا ہے کہ خاندانی نظام کی اساس اس امر پر ہوگی کہ مرد صدر خاندان ہوگا، اسی حیثیت سے اس کی ذمہ داریاں بھی ہوں گی، اور اس کے اختیارات بھی ہوں گے۔ بہ ظاہر اس میں مرد کا اعزاز ہے، لیکن در حقیقت یہ مرد کی ذمہ داریوں کا تذکرہ ہے، خاندان کی حفاظت‘ اس کی نگہداشت‘ اس کی تعلیم وتربیت اور اس کی ضروریات کی کفالت، گویا ساری ذمہ داریاں مرد کے سر ہوں گی۔

پھر مرد کو صدر خاندان بنانے کی قرآن کریم نے دو وجہیں بیان کی ہیں، ایک وجہ طبعی ہے

کہ: مرد کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی قویٰ، دل و دماغ کی برتر صلاحیت اور قوت فیصلہ کے اعتبار سے عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ اور صدر خاندان وہی ہوسکتا ہے جو قوت جسمانی کے اعتبار سے خاندان کے تمام لوگوں کی حفاظت وصیانت پر قادر ہو، اور اپنی قوت فیصلہ کے اعتبار سے اہم امور میں صحیح رائے قائم کرسکتا ہو۔ یہ صرف قرآن کریم ہی کی تعلیم نہیں ہے، بلکہ پہلی آسمانی کتابوں میں بھی مرد کی اس حیثیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ خود ''بائبل'' نے مرد کو عورت پر حاکم قرار دیا ہے۔ (پیدائش: ۱۶/۳)

اور بیویوں کو خدا کی طرح شوہروں کی تابع دار رہنے کی تلقین کی ہے۔ (افسیوں: ۵: ۲۴/۲۲)

دوسری وجہ مالی ہے کہ تمام مالی ذمہ داریاں مرد کو ادا کرنی پڑتی ہیں۔

اگر بیوی واقعی نافرمانی پر آمادہ ہو اور ایسی باتوں میں شوہر کی عدول حکمی کرتی ہو، جن میں شرعاً شوہر کی اطاعت واجب ہے تو یہ درست نہیں کہ پہلے ہی مرحلہ میں طلاق کی راہ اختیار کی جائے، بلکہ ضروری ہے کہ پہلے اصلاح ومفاہمت کے ذرائع استعمال کئے جائیں لیکن اگر کوئی شخص مفاہمت واصلاح کی کوششوں کے بغیر طلاق دے ہی دے تو طلاق پڑ جائے گی، ان مرحلوں سے گذرنا طلاق کے لئے شرط کے درجہ میں نہیں ہے۔

اصلاح ومفاہمت کے بنیادی ذرائع تین ہیں:

اول: ......محبت اور نرمی سے پند ونصیحت۔ دوسرا: یہ کافی نہ ہو اور زبان سے کام نہ چلے تو چند دنوں ہم بستری ترک کردی جائے۔ اسی کو قرآن کریم میں ''**ھجر فی المضاجع**'' کہا گیا ہے ''**ھجر**'' کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت کو اس کے میکہ پہنچا دیا جائے، یا گھر سے باہر کردیا جائے، بلکہ اپنے گھر اور اپنے کمرہ میں رکھتے ہوئے صرف چند دنوں میاں بیوی کا مخصوص تعلق نہ رکھنا مراد ہے۔ تیسرا: اگر اس سے بھی اصلاح نہ ہو پائے تو اللہ تعالیٰ نے

معمولی مار پیٹ کی بھی اجازت دی ہے، گو بیوی پر ہاتھ اٹھانا اچھی بات نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو بہت ہی مذموم عمل قرار دیا ہے، لیکن تعلقات کے ابتر ہو جانے اور طلاق کی نوبت آنے سے بہتر ہے کہ معمولی سرزنش سے کام چل جائے، البتہ اس سرزنش میں دو باتوں کی رعایت ضروری ہے: اول یہ کہ عورت سے واقعی کوئی قابل سرزنش فعل واقع ہوا ہو، دوسرے: سرزنش بہت ہی معمولی ہو، تکلیف دہ نہ ہو، آپ ﷺ نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔ (ترمذی، ابواب الرضاع، حدیث نمبر:۱۱۶۳)

اگر ان تدابیر سے بیوی کے رویہ میں تبدیلی آجائے تو پھر خواہ مخواہ اس کے پیچھے بھی نہیں پڑنا چاہئے۔

قرآن مجید کا خطاب ظاہر ہے، (لیکن بار بار اسے یاد کر لینے کی بھی ضرورت ہے) کہ کسی ایک طبقہ کسی ایک قوم کسی ایک تمدن سے نہیں، اس کے مخاطب عرب وعجم، چینی اور حبش، انگریز اور ہندی، رومی اور جاپانی، اعلی اور ادنی، شریف ورذیل، عالم وعامی، فہیم اور کودن، چمار اور چوہڑے، نائی اور دھوپی، شہری اور دیہاتی، نیک بخت اور بد باطن، ہر طبقہ، ہر سطح، ہر ذہنیت کے لوگ، پہلی صدی ہجری سے لے کر قیامت تک ہر زمانہ اور ہر دور والے ہیں، اور اس کے احکام ومسائل میں لحاظ ہر انسانی ضرورت اور ہر بشری ماحول کا کر لیا گیا ہے۔ اور یہ مشاہدہ ہے کہ بہت سے معاشرے اور طبقے ایسے ہیں جہاں عورت کے لئے جسمانی سزائیں عام ہیں، علاج کی یہ صورت ظاہر ہے کہ انہی طبقوں کے لئے ہے، پھر اتنی اجازت بھی ضرورت پڑنے پر ہی ہے، ورنہ سیاق عبارت نرمی ہی کی سفارش کر رہا ہے'' وسوق الکلام للرفق فی اصلاحھن ''(جمل)'' فالتخفیف مراعی فی ھذا الباب علی ابلغ الوجوہ ''۔(کبیر)'' وقال الشافعی: والضرب مباح وترکہ افضل ''۔(کبیر) یعنی

(بوقت ضرورت ہلکی سی) مار مباح ہے (کوئی ضروری نہیں) اور اس کا ترک افضل ہے۔

اور اہل تحقیق نے تصریح کردی ہے کہ: نرم تدبیر اگر کافی ہوجائے تو سخت تر صورت ہر گز جائز نہیں ”مهما حصل الغرض بالطريق الاخف وجب الاكتفاء به، ولم يجز الاقدام على الطريق الاشد“۔ (کبیر)

قرآن مجید میں ”واضربوهن“ کا حکم ملنا قرآن مجید کے حق میں ذرا بھی مضر نہیں، جیسا کہ بعض یورپ زدہ مسلمان سمجھ رہے ہیں، بلکہ یہ تو عین دلیل ہے اس کی کہ قرآن مجید کے احکام ہر طبقہ اور ہر مزاج اور ہر سطح انسانی کے لئے ہیں۔

مار پیٹ کی سزا اگرچہ بدرجۂ مجبوری ایک خاص انداز میں مرد کو اجازت دی گئی ہے، مگر اس کے ساتھ ہی حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے: ”اچھے مرد یہ مارنے کی سزا عورتوں کو نہ دیں گے“ چنانچہ انبیاء علیہم السلام سے کہیں ایسا عمل منقول نہیں۔

آیت مذکورہ کا تعلق بھی ایک واقعہ سے ہے، حضرت زید بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ سے کردیا تھا، ان کے آپس میں کچھ اختلاف پیش آیا، شوہر نے ایک طمانچہ ماردیا، حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد سے شکایت کی، والد ان کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے حکم دے دیا کہ (حضرت) حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کو حق حاصل ہے کہ جس زور سے (حضرت) سعد بن ربیع (رضی اللہ عنہ) نے ان کے طمانچہ مارا ہے وہ بھی اتنی ہی زور سے ان کے طمانچہ ماریں۔ یہ دونوں حکم نبوی ﷺ سن کر چلے کہ اس کے مطابق حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ سے اپنا انتقام لیں، مگر اسی وقت آیت مذکورہ نازل ہوگئی، جس میں آخری درجہ میں مرد کے لئے عورت کی مار پیٹ کو بھی جائز قرار دے دیا

ہے۔اوراس پر مرد سے قصاص یا انتقام لینے کی اجازت نہیں دی۔آیت نازل ہونے پر آپ ﷺ نے دونوں کو بلوا کرحق تعالی کا حکم سنا دیا اور انتقام لینے کا پہلا حکم منسوخ فرما دیا۔

(مستفاد: آسان تفسیر۔از: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ۔تفسیر ماجدی۔از: مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہ اللہ۔معارف القرآن ص۴۰۰ ج۲)

(۱)......انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : فان خِفتم نُشوزھنَّ فَاھُجروھُنَّ فی المضاجع ، قال حماد : یعنی النکاح۔

(ابوداؤد، باب فی ضرب النساء ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۲۱۴۵)۔

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تم عورتوں کی نافرمانی کا اندیشہ کرو تو ان کے ساتھ سونا چھوڑ دو۔حضرت حماد رحمہ اللہ نے فرمایا: یعنی ہمبستری (یعنی ان سے ان کی اصلاح تک ہمبستری چھوڑ دو)۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ’’ضرب غیر مُبرّحٍ ‘‘ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا:’’بالسواک و نحوہ ‘‘ مسواک یا اس جیسی چیز کے ساتھ مارو۔

(الدرالمنثور ص۴۰۴ ج۴،سورۂ نساء،آیت:۳۴۔تفسیر قرطبی ص۱۷۸ ج۶)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ آیت کریمہ’’ وَاھُجُرُوھُنَّ فِی الُمَضَاجِعِ ‘‘ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: عورت کے قریب مت جاؤ۔اور حضرت مجاہد اور حضرت شعبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ان کے ساتھ مت لیٹو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: عورت لیٹنے میں مرد کی اطاعت

کرے تو وہ اسے مار نہیں سکتا۔

حضرت عکرمہ اور حضرت مقسم رحمہما اللہ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: عورت کے بستر کے قریب نہ جانا، اور حضرت مقسم رحمہ اللہ نے فرمایا: عورت سے بات نہ کرنا مراد ہے۔

اور دونوں حضرات نے ''وَاضْرِبُوْهُنَّ'' کے بارے میں فرمایا: ایسی مار مراد ہے جس سے زخم نہ ہو۔ حضرت حسن رحمہ اللہ نے بھی ایسی مار مراد لی ہے جس سے زخم نہ ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۶۸ ج ۹، واهجروهن فی المضاجع ، كتاب النكاح ، رقم الحديث: ۱۷۹۱۳/۱۷۹۱۴/۱۷۹۱۵/۱۷۹۱۶/۱۷۹۱۷/۱۷۹۱۷)

علامہ شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱)......ليس له أن يضربها فی التأديب ضربا فاحشا ' وهو الذی يكسر العظم أو يخرق الجلد أو يسوده۔

(شامی ص ۱۳۱ ج ۶، باب التعزير ، كتاب الحدود ، ط : مكتبة الباز، مكة المكرمة)

ترجمہ:......مرد کو حق نہیں کہ ادب دینے کی غرض سے عورت کو شدید حد تک مارے، (شدید مار) یہ ہے کہ ہڈی ٹوٹ جائے، یا جلد پھٹ جائے، یا چمڑی کالی ہو جائے۔

''تفسیر خازن'' میں بیوی کو شدید زدوکوب کی مذمت کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھا گیا ہے:

(۲)......ففی هذه الأحاديث دليل على ان الأولى ترك الضرب للنساء ' فان احتاج الى ضربها للتأديب فلا يضربها ضربا شديدا ' ولكن مفرقا ، ولا يوالی بالضرب على موضع واحد عن بدنها ' وليتق الوجه ' لأنه مجمع المحاسن ' ولا يبلغ

بالضرب عشرة أسواط، وقيل : ينبغي أن يكون الضرب بالمنديل واليد ' ولا يضرب بالسوط والعصا ، وبالجملة فالتخفيف بأبلغ شيء أولى في هذا الباب۔

(تفسیر الخازن ص ۵۲۰ ج ۱، سورہ آل عمران)

ترجمہ:......پس ان احادیث میں دلیل ہے کہ عورتوں کو مار پیٹ نہ کرنا بہتر ہے، کبھی تادیب کے لئے مارنا ناگزیر ہوجائے تو سخت مار نہ مارے، مختلف جگہوں پر مارے، بدن کے ایک ہی حصہ پر نہ مارے، اور چہرے پر نہ مارے، اس لئے کہ چہرہ محاسن کا مظہر ہے، مارنے کی مقدار دس کوڑوں تک نہ پہنچادے۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ: ہاتھ اور رومال سے مارے، لاٹھی اور کوڑے سے نہ مارے۔ سزا میں اخیری درجہ تخفیف بہتر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ: چہرہ پر مارنا، ایک ہی مقام پر مسلسل مارنا، اس طرح مارنا کہ جسم پر نشان پڑ جائے یا سیاہ ہوجائے، چمڑی پھٹ جائے اور خون نکل آئے، ہڈی ٹوٹ جائے، کوڑے یا لاٹھی سے مارنا... یہ سب ہی ''ضرب مبرح'' میں داخل ہیں، اور پیٹ' سینہ' دماغ اور جسم کے ایسے حصوں پر مارنا جو طبی اعتبار سے خاص نزاکت کے حامل ہوں، بدرجۂ اولی اس میں داخل ہوں گے۔ (جدید فقہی مسائل ص ۳۵۸ ج ۴)

اس وقت بھی مارنا نہیں چاہئے جب آدمی بہت جذباتی ہو، غصہ میں ہو یا غیر معتدل حالت میں۔ (مستفاد: حلال وحرام ص ۴۶۸)

حدیث شریف میں ہے: میں اس شخص کو ناپسند کرتا ہوں جو غصہ کی حالت میں اپنی گلے کی رگیں پھلائے ہوئے کھڑا ہوا اور اپنی بیوی کو مار رہا ہو۔

(كنز العمال ص ۲۷۷ ج ۱٦، حقوق متفرقة ، كتاب النكاح ، رقم الحديث: ۴۴۹۸۰)

اس طرح سزا میں حد سے تجاوز کے ناجائز ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جو اسلامی

شریعت کا اصول بن گئی ہے:

(۱)......عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه : انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم قضی انُ : لا ضَرر ولا ضِرَار۔

(ابن ماجہ، باب من بنی فی حقه ما یضر بجاره ،کتاب الاحکام ، رقم الحدیث: ۲۳۴۰/۲۳۴۱۔

موطاامام مالک، باب القضاء فی المَرفق ، کتاب الاقضیة ، رقم الحدیث:۲۴۵۹)

ترجمہ:......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ: نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ، نہ کسی سے نقصان اٹھاؤ۔

اگر شوہر بیوی کو مارنے میں حد سے تجاوز کرے تو فقہاء نے خود شوہر کو مستحق سرزنش قرار دیا ہے۔(مستفاد: قاموس الفقہ ص ۳۰۹ ج ۳، مادہ: ضرب)

علامہ شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱)......ادعت علی زوجها ضربا شدیدا و ثبت ذلک علیه عزر۔

(الدرالمختار ص ۱۳۱ ج ٦، باب التعزیر ، کتاب الحدود ، ط : مکتبة الباز، مکة المکرمة)

بیوی کو مارنے کا حکم اس وقت ہے جب واقعی اس نے زیادتی کی ہو، اگر عورت اپنے جائز حق پر اصرار کرے جیسے: کپڑے' نفقہ وغیرہ تو ہاتھ اٹھانے کی گنجائش نہیں۔

ہاں اگر شوہر کے لئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے زینت اختیار نہ کرے، غسل جنابت نہ کرے، گھر سے بلا اجازت اور بغیر حق کے نکل جائے ،کوئی عذر نہ ہونے کے باوجود شوہر کے تقاضۂ طبعی کو پورا کرنے سے گریزاں ہو، چھوٹے بچے کو مار پیٹ کرتی ہو، شوہر کو ناشائستہ الفاظ کہے: جیسے گدھا' بے وقوف ، غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولے وغیرہ تو ایسی غلطیوں پر ہی شوہر کو تعزیر کا حق حاصل ہوگا۔(مستفاد: قاموس الفقہ ص ۳۰۸ ج ۳، مادہ: ضرب)

علامہ شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(ا)......(ويعذر المولى عبده والزوج زوجته) .....(على تركها الزينة) الشرعية مع قدرتها عليها (و) تركها (غسل الجنابة ' و) على (الخروج من المنزل) لو بغير حق (وترک الاجابة الى الفراش) ..... ويلحق بذلک ما لو ضربت ولدها الصغير عند بكائه ....أو شتمته ولو بنحو : يا حمار ' أو ادعت عليه ' أو مزقت ثيابه أو كلمته ليسمعها أجنبى ' أو كشفت وجهها لغير محرم ' أو كلمته أو شتمته أو أعطت ما لم تجز العادة بلا اذنه ،

والضابط كل معصية لا حد فيها فللزوج والمولى التعزير ، وليس منه ما لو طلبت نفقتها أو كسوتها وألحت لأن لصاحب الحق مقالا ـ

(الدر المختار ص ۱۲۸/۱۲۹ ج ۶ ، باب التعزير ، كتاب الحدود ، ط : مكتبة الباز ، مكة المكرمة)

عورتوں کو مارنے کی روایتیں

(۱)......عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : لا یسأل الرجل فیما ضرب امراته۔

(ابوداؤد، باب فی ضرب النساء ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۲۱۴۷)

ترجمہ:......حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: کسی شخص سے اس پر باز پرس نہیں ہوگی کہ اس نے اپنی بیوی کو کیوں مارا۔

تشریح:......اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کسی وجہ سے مارا تو شوہر سے یہ سوال نہ کیا جائے کہ تم نے اس کو کیوں مارا؟ یعنی کسی کی نجی اور خانگی مسائل میں دخل نہیں دینا چاہئے، خاص طور سے اس قسم کی ناگوار باتوں میں، لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب شوہر حد سے تجاوز نہ کر رہا ہو۔ دوسرا مطلب اس حدیث کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آدمی سے بروز قیامت بیوی کے مارنے پر گرفت نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ بوقت حاجت مارنے کی اجازت تو قرآن کریم سے ثابت ہے۔ (الدر المنضود ص۶۶ ج۴)

(۲)......عن الاشعث بن قیس قال : ضفت عند عمر رضی الله عنه لیلة ' فلما کان فی جوف اللیل قام الی امراته یضربها فحجزت بینهما فلما اوی الی فراشه قال لی یا اشعث احفظ عنی شیئا سمعته عن رسول الله صلی الله علیه وسلم : لا یُسال الرجل فیم ضرب امراته ، الخ۔

ترجمہ:......حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مہمان رہا، جب آدھی رات ہوئی تو آپ اٹھے اور اپنی بیوی کو مارنے لگے، تو میں ان دونوں کے درمیان آگیا (تاکہ صلح کراؤں، میرے اس عمل پر) آپ بستر پر

تشریف لائے تو فرمایا: اے اشعث! میری ایک بات یاد رکھنا، جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے: جو مرد اپنی بیوی کو مارے اس سے سوال نہ ہوگا (کہ اس نے اپنی بیوی کو کیوں مارا؟)۔(ابن ماجہ، باب ضرب النساء، کتاب النکاح، رقم الحدیث:۱۹۸۶)

تشریح:......حدیث کا مطلب یہ ہے کہ: اگر شوہر نے کسی عذر کی وجہ سے عورت کو مارا ہے تو اس پر پکڑ نہیں ہوگی، البتہ بلا عذر زیادتی اور ظلم کرنے کی اجازت نہیں۔

’’و صرحوا بانه اذا ضربها بغير حق وجب عليه التعزير أى وان لم يكن فاحشا‘‘۔

(شامی ص۱۳۱ ج۶، باب التعزير، كتاب الحدود، ط: مكتبة الباز، مكة المكرمة)

(۳)......عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنه قال: لا تضرِبُ خادمك، واضرِب امرأتك وولدك۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے خادم کو مت مارو، اپنی بیوی اور بچوں کو مار لیا کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۲ ج۱۳، فى الرجل يؤدِّب امرأته، كتاب الادب، رقم الحديث: ۲۵۹۶۶)

کھلاؤ، پہناؤ، چہرہ پر نہ مارو، نہ برا کہو

(۴)......عن حكيم بن معاوية القشيرى، عن أبيه رضى الله عنهما قال: قلت: يا رسول الله! ما حقُّ زوجةِ احدنا عليه؟ قال: أن تُطعِمها اذا طعِمتَ، و تكسوها اذا اكتَسَيت – أو اكتسبتَ – ولا تضرِب الوجه، ولا تُقَبِّح، ولا تهجُرُ الا فى البيت۔

(ابوداؤد، باب فى حقّ المرأة على زوجها، كتاب النكاح، رقم الحديث:۲۱۴۲۔

ابن ماجہ، باب حق المرأة على الزوج، كتاب النكاح، رقم الحديث:۱۸۵۰)

ترجمہ:......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہماری بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کھانا کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ ،اور جب لباس پہنو اس کو بھی پہناؤ،اور اس کے چہرہ پر نہ مارو،اور اسے برا بھلا مت کہو، اور اسے جدا نہ کرو مگر گھر میں۔

بیوی کو مارے پھر اس سے جماع کرے؟

(۵)......عن عبد الله بن زمعة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : لا يَجلِدُ احدُكم امرأته جلدَ العبد ثم يُجامِعها فی آخِر اليوم۔

(بخاری، باب ما یکرہ من ضرب النساء ، الخ ، کتاب الرضاع ، رقم الحدیث:۵۲۰۴)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح کوڑے نہ مارے جس طرح غلام کو کوڑے مارتا ہے، پھر اس دن کے آخری حصہ میں اس کے ساتھ جماع کرے۔

عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو

(٦)......عن جابر بن عبد الله رضی الله عنهما.....قال رسول الله صلی الله علیه و سلم :.... فاتّقوا الله فی النّساء ، فإنكم أخذتموهن بأمان الله ، واستحللتم فروجهنّ بكلمة الله ، ولكم عليهنّ ان لا يُوطِئنَ فرُشَكم أحدا تكرهونه ، فان فعَلن ذلک فاضربوهن ضربا غير مُبَرِّحٍ ، الخ ۔

(مسلم، باب حجة النبی صلی الله علیه وسلم ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۱۲۱۸)

ترجمہ:......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے (حج کے سلسلہ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ:) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، تم نے

انہیں اللہ تعالی کی امانت سمجھ کر حاصل کیا ہے، اورتم نے اللہ تعالی کے کلمہ کی بدولت ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے، اورتمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر اس شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو، اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اس طرح مارو کہ جس سے چوٹ نہ آئے۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا عورتوں کو مارنا

(۱)......عن الزهری قال : کان عمر رضی الله عنه یضرب النّساء و الخَدم۔

ترجمہ:......حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ عورتوں اور خادموں کو مارتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۲ ج۱۳، فی الرجل یؤدِّب امراته ، کتاب الادب ، رقم الحدیث: ۲۵۹۶۵)

(۲)...... کان الزبیر رضی الله عنه شدیدا علی النّساء ، و کان یُکَسِّر علیهن عِیدان المَشاجِب۔

ترجمہ:......حضرت زبیر رضی اللہ عنہ عورتوں پر بہت سخت تھے، اوران پر کپڑے سکھانے والی لکڑیاں توڑتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۱ ج۱۳، فی الرجل یؤدِّب امراته ، کتاب الادب ، رقم الحدیث: ۲۵۹۶۴)

تشریح:......حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما٬ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں٬ وہ باہر نکلتی تھیں یہاں تک کہ انہیں اس پر عتاب کیا گیا، فرمایا: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں اوران کی سوکن کو عتاب کیا، پس ایک کے بال دوسری کے بالوں کے

ساتھ باندھ دیئے، پھران دونوں کی سخت پٹائی کی، ان کی سوکن (سزا سے) بہتر طریقے پر بچنے والی تھیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا زیادہ بچنے والی نہ تھیں، پس انہیں مار زیادہ پڑی، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے والد سے شکایت کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اے بیٹی! صبر کر، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ صالح آدمی ہیں، شاید جنت میں تیرے خاوند ہوں گے، اور مجھے خبر پہنچی ہے کہ جب مرد بیوی سے ابتکار کرتا ہے تو جنت میں اس سے نکاح کرے گا۔ (تفسیر قرطبی ص ۲۸۵ ج ۶، سورۂ نساء، آیت نمبر: ۳۴)

(۳)......عن علي' أن امرأة الوليد بن عقبة أتت النبی صلی الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! ان الوليد يضربها – قال نصر بن علی فی حديثه: تشكوه – قال: قولی له: قد أجارنی، قال علی: فلم تلبث الا يسيرا حتی رجعت، فقالت: ما زادنی الا ضربا، فأخذ هدبة من ثوبه، فدفعها اليها، فقال: قولی له: ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قد اجارنی، فلم تلبث الا يسيرا حتی رجعت، فقالت: ما زادنی الا ضربا، فرفع يديه، فقال: اللهم عليک الوليد، أثِمَ بی مرّتين۔

(مجمع الزوائد ص ۳۳۴ ج ۴، باب ضرب النّساء، کتاب النکاح، رقم الحدیث: ۷۷۴۵)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ کے پاس ولید بن عقبہ کی بیوی آئی اور عرض کیا (اور شکایت کی) کہ: ولید اس کو مارتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ کہو کہ: کیوں ایسا کر رہے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: تھوڑی دیر ہوئی کہ وہ واپس آئی اور کہا: پھر مجھے مارا، آپ ﷺ نے دوبارہ اسی طرح فرمایا: (کیوں مارتے ہو؟ باز آجاؤ) پھر وہ تیسری مرتبہ کپڑے کا ایک کنارہ لے کر آئی، (اور کہا: پھر مارا) آپ ﷺ نے فرمایا: پھر جاؤ اور یہ کہو (کہ وہ کیوں مار رہا ہے؟ باز آجائے) تھوڑی دیر نہ

گذری کہ پھر واپس آ کر کہا: اے اللہ کے رسول وہ پھر مارنے لگا (یعنی آپ ﷺ کے منع کرنے پر باز نہیں آیا) اس پر آپ ﷺ نے (بد دعا کے لئے) دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے اللہ ولید کا بدلہ آپ کے ذمہ ہے اس نے دو مرتبہ میری نافرمانی کی ہے۔

والله تعالى أعلم وعلمه أحكم واتم

مرغوب احمد لاجپوری

۱۳؍رجب المرجب ۱۴۴۵ھ، مطابق: ۲۵؍جنوری ۲۰۲۴

بروز جمعرات

طلبہ کو مارنا اور اس کی حد

اپنے ماتحتوں کو سزا دینا اور سزا کی حد، غصہ کے وقت سزا دینا، ظلم کا قیامت کے دن بدلہ دلایا جائے گا، مسلمانوں کو مارنے کی ممانعت، طالب علم کے ساتھ نرمی کی وصیت، آپ ﷺ کا عمل، کبھی سزا دینی بھی پڑتی ہے، اور اس کی حد، چہرہ اور نازک اعضاء پر مارنے کی ممانعت، کرسی بٹھانا، کھڑے رکھنا یا رکوع کروانا، اکابر کے چند فتاوی، نقصان تاوان، شفقت اور رحمت کی چند احادیث، گالی دینا، مذاق اڑانا، برے القاب سے پکارنا، طعنہ دینا وغیرہ امور پر احادیث نبویہ اور عبارات فقہاء سے مزین مفید رسالہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

اپنے ماتحتوں کو سزا دینا اور سزا کی حد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:...... کیا اساتذہ اور مہتمم کو طلبہ کی پٹائی کرنا ضروری ہے یا نرمی سے اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے؟ کسی بچہ کو قصور پر سزا دیتے وقت مارنے کی کیا حد ہے، کتنی تعداد میں طمانچہ مار سکتے ہیں؟ اور کس قدر زور سے سزا دینا جائز ہے؟۔

الجواب:...... حامدا ومصلیا ومسلما: استاذ کا اپنے شاگرد کو، والدین کا اپنی اولاد کو، تربیت کے لئے کسی معقول غلطی پر سمجھانے اور ترغیب کے باوجود اصلاح نہ ہونے پر شرعی حدود میں رہتے ہوئے سزا دینا جائز ہے۔ اور یہ سزا دینا کوئی واجب وفرض نہیں، بہتر ہے کہ سزا دیئے بغیر ترغیب وترہیب، اچھے اخلاق اور دعاء یا اور کسی طریقہ سے اپنے ماتحتوں کی اصلاح کی کوشش کی جائے، حتی الامکان مارنے سے پرہیز کیا جائے۔ ’’موسوعہ فقہیہ‘‘ میں ہے:

اولا بچہ کو قول کے ذریعہ فرائض ادا کرنے کا حکم دیا جائے، منکرات سے روکا جائے، پھر دھمکایا جائے، اس کے بعد ڈانٹ ڈپٹ کی جائے، پھر مارا جائے، اگر اس سے پہلے کے طریقے مفید ثابت نہ ہوں۔ (موسوعہ فقہیہ ص ۵۴ ج ۱۰، مادہ تادیب، فقرہ: ۹)

اصولی طور پر یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ اسلام ہر طرح کی اصلاح وتربیت کے لئے حتی المقدور نرمی سے کام لینے اور بلاوجہ تشدد سے احتراز کرنے کا حامی ہے۔

بسا اوقات مار پٹائی کی سزا نفرت کا ذریعہ بن جاتی ہے، اور بلاوجہ تشدد اور سخت گیری اکثر اوقات بڑے مضر اور نقصان دہ نتائج پیدا کرتی ہے۔ اور بعض مرتبہ اصلاح کے بجائے زیادہ بگاڑ کا سبب بھی ہوسکتا ہے اور ہوا ہے۔

مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدون نے طلبہ کی نفسیات اور ایسے نا مناسب رویہ کے اثرات پر بڑی حکیمانہ گفتگو کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''جس کا طریق تربیت غلاموں' بچوں یا خادموں کے ساتھ تشدد آمیز اور قہر آلود ہوتا ہے، ان کے زیر تربیت لوگوں پر خوف مسلط ہو جاتا ہے، وہ تنگ دل ہو جاتے ہیں اور ان کی طبیعت کا نشاط ختم ہو جاتا ہے، پھر اس کی وجہ سے ان کے اندر سستی اور کسل پیدا ہو جاتا ہے اور یہ چیز ان کے لئے جھوٹ اور مختلف برائیوں کا محرک ثابت ہوتی ہے....وہ مکر وفریب اور حیلہ جوئی سیکھتے ہیں، یہاں تک کہ یہی رفتہ رفتہ ان کی عادت اور طبیعت بن جاتی ہے۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۵۴۰، الفصل الثانی والثلاثون۔حلال وحرام ص ۴۶۴)

ہمارے علم میں ایسے طلبہ ہیں جو استاذ کی مار پٹائی کی وجہ سے مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے اور علم سے محروم ہو گئے، حالانکہ ان بچوں کی علمی صلاحیت بھی دوسرے طلبہ سے اچھی تھی، صرف استاذ کی مار نے ان میں نفرت پیدا کر دی۔ بعض ایسے واقعات بھی ہوئے کہ استاذ کی مار اور سختی کی وجہ سے بچہ صرف علم سے نہیں بلکہ دین سے محروم ہو گیا، اور اسے اسلام ہی سے نفرت ہو گئی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اس کا سبب استاذ بن کر آخرت کی پکڑ کا ذریعہ بن جائے ،اللھم احفظنا۔

بعض اساتذہ تو اپنے شاگرد کو غصہ میں اس قدر سزا دیتے ہیں جسے ظلم سے تعبیر کیا جائے تو شاید غلط نہ ہو۔ حدیث شریف میں غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو پانے کی تعریف کی گئی ہے:

غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھنا پہلوانی ہے

(۱)......عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه

وسلم : .... فما تعدّون الصُّرعة فيكم؟ قال : قلنا : الذى لا يَصْرَعُه الرجال ، قال : ليس بذلک، ولكنّه الذى يَمْلِک نفسَه عند الغضب۔

(مسلم، باب فضل من یملک نفسه عند الغضب ' الخ ، کتاب البر ' الخ ، رقم الحدیث:۲۶۰۸)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے سوال فرمایا: تم اپنے درمیان پہلوان کسے شمار کرتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: پہلوان وہ ہے جس کو کوئی دوسرا شخص پچھاڑ نہ سکے، آپ ﷺ نے فرمایا: پہلوان وہ نہیں ہے، پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

مسئلہ:......اس وقت مارنا نہیں چاہئے جب آدمی بہت جذباتی ہو، غصہ میں ہو یا غیر معتدل حالت میں ہو۔ (مستفاد: حلال وحرام ص ۴۶۸)

حدیث شریف میں ہے: میں اس شخص کو ناپسند کرتا ہوں جو غصہ کی حالت میں اپنے گلے کی رگیں پھلائے ہوئے کھڑا ہوا اور اپنی بیوی کو مار رہا ہو۔

(کنز العمال ص ۲۷۷ ج ۱۶، حقوق متفرقة ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۴۴۹۸۰)

ایک حدیث میں خاص طور سے مدرس کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ دین سکھانے میں آسانی کرے، اور جب غصہ آجائے تو چپ رہے:

(۱)......عن ابن عباس رضى الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : علِّموا ' و يَسِّروا ' ولا تُعَسِّروا ' واذا غَضِبتَ فَاسْكُتْ ، واذا غَضِبت فَاسْكُت ، واذا غَضِبت فَاسْكُت۔

(مسند احمد ص ۳۳۸ ج ۴، تتمة : مسند عبد الله بن عباس رضى الله عنهما ، رقم الحديث:۲۵۵۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: لوگوں کو (دین) سکھاؤ اور آسانیاں پیدا کرو، اور دشواریاں پیدا نہ کرو، اور جب تجھے غصہ آئے تو (چاہئے کہ) تم چپ رہو، اور جب تجھے غصہ آئے تو (چاہئے کہ) تم چپ رہو، اور جب تجھے غصہ آئے تو (چاہئے کہ) تم چپ رہو۔

ماتحتوں پر ظلم کیا تو قیامت کے دن بدلہ دلایا جائے گا

کیا ایسے واقعات - چاہے وہ کم ہی ہوں - نہیں ہوئے؟ جن میں سزا پر کسی کا دانت ٹوٹ گیا، کسی کا ہاتھ ٹوٹ گیا، کسی کا پیر ٹوٹ گیا، بعض کی تو آنکھ کی بینائی تک چلی گئی، کوئی کان کی سماعت سے محروم ہو گیا، کسی کی ناک پر لاعلاج زخم ہو گیا۔

حد سے زیادہ مارنا، زخمی کرنا، ہاتھ پیر کا ٹوٹ جانا، جسم پر نشانات کا پڑ جانا ظاہر ہے اس کے عدم جواز میں کیا شک ہے، اس کا تو قیامت کے دن حساب دینا ہوگا۔ والدین، اساتذہ اور مہتمم حضرات وغیرہ نے اگر اپنے ماتحتوں پر ظلم کیا تو قیامت کے دن اس ظلم کا بدلہ دلایا جائے گا، حدیث شریف میں ہے:

(۱)...... عن أبی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : من ضرب سوطا (ظُلما) اقتُصَّ منه يوم القيامة۔

(معجم طبرانی اوسط ص۱۲۰ ج ۲، رقم الحدیث: ۸۸۹)

ترجمہ:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کو (ظلماً) مارے گا تو قیامت کے دن اس سے قصاص لیا جائے گا۔

(۲)...... عن ام سلمة رضی الله عنها : ان النبی صلی الله عليه وسلم كان فی بيتها ، فدعا وصِيفَةً له - أو لها - فَأَبْطَأَتْ ، فاستَبان الغضبُ فی وجهه ، فقامت امُّ سلمة رضی الله عنها الی الحجاب ، فوجدتِ الوصيفة تلعب ، و معه سِواكٌ ، فقال : لولا

خشيةُ القَوَدِ يوم القيامة لَاَوْجَعْتُکِ بهذا السِّواک۔

زاد محمد بن الهيثم : تلعب بِبَهْمَةٍ ' قال : فلما أتيتُ بها النبی صلی الله عليه وسلم قلت : يا رسول الله ! انّها لَتَحْلِفُ ما سمعتک ' قالت : وفی يده سِواک۔

(الادب المفرد (مترجم) ص۱۶۶، باب قصاص العبد ، رقم الحديث:۱۸۴۔ معجم طبرانی کبیر ص ج ۲۷۶ ج۲۳، جدة ابن جدعان عن ام سلمة ، رقم الحديث:۸۸۹)

ترجمہ:...... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ ان کے گھر میں تھے، آپ ﷺ نے اپنی خادمہ کو بلایا- یا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ کو بلایا- خادمہ نے آنے میں دیر لگائی، جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر غصہ ظاہر ہوا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر پردے کی طرف گئیں تو اس خادمہ لڑکی کو کھیلتے ہوئے پایا، اور آپ ﷺ کے پاس مسواک تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر قیامت کے دن قصاص کا خطرہ نہ ہوتا تو اسی مسواک سے تجھے مارتا۔

محمد بن الہیثم رحمہ اللہ راوی حدیث کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: وہ خادمہ کسی بکری کے بچے سے کھیل رہی تھی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب میں اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لائی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ قسم کھاتی ہے کہ اس نے آپ ﷺ کی آواز نہیں سنی، پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کے ہاتھ میں مسواک بھی تھی۔

(۳)......ابا ليلى قال : خرج سلمان رضی الله عنه ' فاذا عَلَف دابّتِه يَتساقطُ من الاَرِیّ ، فقال لخادمه : لولا أنّی أخاف القصاصَ لَاَوْجَعْتُک۔

(الادب المفرد (مترجم) ص۱۶۶، باب قصاص العبد ، رقم الحديث:۱۸۲)

ترجمہ:......حضرت ابولیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ (اپنے خادم کے ساتھ سفر کے لئے گھر سے) نکلے، (کیا دیکھتے ہیں کہ) ان کے جانوروں کا چارہ چارے کی جگہ سے گر رہا ہے، اس پر آپ نے اپنے خادم کو (تنبیہ کرتے ہوئے) فرمایا: اگر مجھے آخرت میں قصاص کا خوف نہ ہوتا تو میں تجھے دردناک سزا دیتا۔

(۴)......قال عمار رضی الله عنه : من ضرب عبده ظلما اُقِیدَ منه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۴ ج۱۳، فی الرجل یُؤدب امراته ،کتاب الادب ، رقم الحدیث:۲۵۹۷۰)

ترجمہ:......حضرت عمار رضی اللہ عنہنے فرمایا: جس نے اپنے غلام کو ظلما مارا تو اسے (قیامت کے دن) بیڑیاں پہنائی جائیں گی۔

(۵)......عن أبی هریرة رضی الله عنه : انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : لَتُؤَدُّنَّ الحقوقَ الی أهلها یوم القیامة ' حتی یُقاد للشّاة الُجَلُحَاء من الشّاة القَرُنَاء۔

(مسلم، باب تحریم الظلم ، کتاب البر والصلة والادب ، رقم الحدیث:۲۵۸۲)

ترجمہ:......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اہل حقوق کے حقوق ضرور ادا کروگے، یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلایا جائے گا۔

مسلمانوں کو مارنے کی ممانعت

حدیث شریف میں تو مطلق مسلمانوں کو مارنے کی ممانعت آئی ہے، پھر طلبہ اور وہ بھی معصوم، اور انہیں ہم مہمان رسول کہہ کر ان کے نام پر مدرسہ چلاتے ہیں اور چندہ وصول کرتے ہیں ان پر ظلم کرنے اور ظلم کی حد تک مارنے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟

(۱)......عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه

وسلم :أجِيبوا الدّاعی، ولا تَرُدُّ الهدية ، ولا تَضرِبوا المسلمين۔

(مسند احمد ص ۳۸۹ ج ٦، مسند عبد الله بن مسعود رضی الله عنه ، رقم الحديث:۳۸۳۸)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرو، اور کسی کے ہدیہ کو واپس نہ کرو، اور مسلمانوں کو مت مارو۔

غلام کو مارنے والا ناشکرا ہے

حدیث شریف میں اپنے غلام کو جس پر آقا کو کچھ نہ کچھ حق بھی حاصل ہوتا ہے، اور وہ اس کی ملکیت میں ہوتا ہے، اسے بھی مارنے پر ناشکرا کہا گیا، جو طلبہ استاذ و مہتمم کی ملکیت میں نہیں ہوتے ان کو مارنے پر کیا حکم لگتا ہوگا؟ غور وفکر کا مقام ہے۔

(۲)......عن ابن هانئ ‘ عن ابی امامة رضی الله عنه سمعته يقول : الكنود الّذی يَمْنع رِفْدَه ‘ ويَنْزِل وحده ‘ ويَضْرِب عَبده۔

(الادب المفرد، مترجم ص ۱۵۵، باب سوء المِلْكة ، رقم الحديث:۱۶۰)

ترجمہ:......حضرت ام ہانی کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ناشکری کرنے والا وہ ہے جو اپنے عطایا کو روک لیتا ہے، (یعنی بوقت ضرورت غرباء پر مال خرچ نہیں کرتا) اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے، اور اپنے غلام کو مارتا ہے۔

غلام کو مار کر آزاد نہ کرنے پر جہنم کی وعید

(۱)......عن أبی مسعود الانصاری رضی الله عنه قال : كنت اضرب غلاما لی، فسمعت من خلفی صوتا : أعلم : أبا مسعود ! لله اقدر عليک منک عليه ، فَالْتَفَتُّ فاذا هو رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقلت يا رسول الله ! هو حر لوجه الله ،

فقال : اما لو لم تفعل لَلَفَحَتْکَ النار ، أو لَمَسَّتْکَ النار۔

(مسلم، باب صحبة المماليک ' و کفارة من لطم عبده ، کتاب الأيمان ، رقم الحديث:۱۶۵۹)

ترجمہ:......حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں اپنے غلام کو مار رہا تھا (کہ اچانک) میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی: اے ابو مسعود! جان لو، جتنی تمہیں اس غلام پر قدرت حاصل ہے اللہ تعالی کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے، میں نے جو مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ غلام اللہ تعالی کے لئے آزاد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اس کو آزاد نہ کرتے تو تمہیں جہنم کی آگ کی گرمی چھو لیتی، یا فرمایا: تمہیں جہنم کی آگ لپٹ لیتی۔

طالب علم کے ساتھ نرمی کی وصیت

آپ ﷺ نے تو بطور خاص طالب علم کے ساتھ نرمی کی وصیت فرمائی:

(۱)......عن ابی هارون العبدی ' عن أبی سعيد الخدری رضی الله عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم قال : يأتيكم رِجال من قِبَل المشرق يتعلّمون ' فاذا جاؤكم فاستَوْصُوا بهم خيرا ، قال : فكان أبو سعيد اذا رآنا قال : مرحبًا بوصيّة رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الاستيصاء بمن يطلب العلم، ابواب العلم ، رقم الحديث:۲۶۵۱)

ترجمہ:......حضرت ابو ہارون عبدی کہتے ہیں کہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس لوگ مشرق کی جانب سے دین کا علم سیکھنے آئیں گے، لہذا جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابو ہارون عبدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جب ہمیں دیکھتے تو فرماتے: خوش آمدید! ان لوگوں کے لئے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی ہے۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

(۲)......انّ الناس لکم تبَعٌ ، وانّ رجالا یأتونکم من أقطار الارض یتفقّهُون فی الدین ' فاذا أتوُکم فاستَوُصُوا بهم خیرا۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم، ابواب العلم ، رقم الحدیث:۲۶۵۰)

ترجمہ:......لوگ تمہارے تابع ہیں (اسی لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد لوگوں کو تابعی کہا جاتا ہے) اور لوگ تمہارے پاس (یعنی صحابہ کے پاس) زمین کے کناروں سے آئیں گے تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں، پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی میری تاکیدی نصیحت قبول کرو۔ (تحفۃ الالمعی ص۴۲۹ ج۶)

(۳)......عن صَفوان بن عَسّال المُرادی رضی الله عنه قال : أتیتُ النبی صلی الله علیه وسلم وهو فی المسجد مُتّکِیءٌ علی بُرُدٍ له أحمر ' فقلتُ له : یا رسول الله ! انّی جئتُ أطلُب العلم ، فقال : مرحبًا بطالب العلم ، انّ طالب العلم لَتَحُفّه الملائکةُ بِأجُنِحَتِها ' ثم یَرُکَبُ بعضُهم بعضا حتی یَبلُغوا السماء الدنیا من مَحَبَّتِهم لِمَا یَطلب ،

(مجمع الزوائد ص۱۷۴ ج۱، باب فی طالب العلم واظهار البِشُرِ له ، کتاب العلم ، رقم الحدیث: ۵۵۰)

ترجمہ:......حضرت صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ اس وقت اپنی سرخ دھاریوں والی چادر پر ٹیک لگائے ہوئے مسجد میں تشریف فرما تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں علم حاصل

کرنے آیا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: طالب علم کو خوش آمدید ہو، طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں، اور پھر اس کثرت سے آکر اوپر تلے جمع ہوتے رہتے ہیں کہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں، اور وہ اس علم کی محبت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں جس کو یہ طالب علم حاصل کر رہا ہے۔

(۴)......عن أبی الدرداء رضی الله عنه قال : فانّی سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول :...... وانّ الملا ئکة لَتَضَع أجْنِحَتها رِضًا لطالب العلم ، الخ۔

(ابوداؤد، باب الحث علی طلب العلم ، اوّل کتاب العلم ، رقم الحدیث:۳۶۴۱۔ترمذی، باب [ما جاء] فی فضل الفقه علی العبادة ، ابواب العلم ، رقم الحدیث:۲۶۸۲۔ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم ، کتاب السنة ، رقم الحدیث:۲۲۳)

ترجمہ:......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لئے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں۔

آپ ﷺ کی اس نصیحت و وصیت اور خود آپ ﷺ اور صحابی رسول ﷺ کے عمل کو سامنے رکھتے ہوئے اساتذہ و ارباب اہتمام کو بطور خاص طلبہ کے ساتھ بہت نرمی اور شفقت کا معاملہ کرنا چاہئے۔

آپ ﷺ نے اپنے ماتحتوں کو کبھی نہیں مارا

(۱)......عن عائشة رضی الله عنها قالت : ما ضرب رسول الله صلی الله علیه وسلم خادما ، ولا امرأة ، ولا ضرب شیئا بیده۔

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ نے نہ کسی خادم کو مارا،

اور نہ بیوی کو مارا، اور اپنے دست مبارک سے کسی چیز کو نہیں مارا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۳ ج۱۳، فی الرجل یُؤدب امراتہ ،کتاب الادب ، رقم الحدیث:۲۵۹۶۸۔

ابن ماجہ، باب ضرب النساء ،کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۱۹۸۴)

(۲)......عن القاسم : ان رجالا نُهوا عن ضرب النساء ، و قيل : لن يضرب خياركم قال القاسم : وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم خيرهم : كان لا يضرب۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۲ ج۱۳، فی الرجل یُؤدب امراتہ ،کتاب الادب ، رقم الحدیث:۲۵۹۶۷)

ترجمہ:......حضرت قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بیشک لوگوں کو عورتوں کو مارنے سے منع کیا گیا اور کہا گیا کہ: تمہارے بہترین لوگ (عورتوں کو) ہرگز نہیں مارتے، حضرت قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اور رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے بہتر تھے، اور آپ ﷺ (اپنے ماتحتوں کو) مارتے نہیں تھے۔

آپ ﷺ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اف تک نہ فرمانا

آپ ﷺ کی تعلیم بچوں کے ساتھ شفقت کی کس قدر ہے اس کا اندازہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے اف تک نہیں فرمایا۔

(۳)......عن انس رضی اللہ عنه قال : خَدمتُ النبی صلی الله علیه وسلم عشر سِنين فما قال لی : اُفٍّ ، ولا : لِمَ صَنَعْتَ ؟ ولا ، ألا صنعت۔

(بخاری، باب حسن الخلق والسخاء ' وما یکرہ من البخل ، کتاب الادب ، رقم الحدیث:۶۰۳۸)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے دس سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کی، آپ ﷺ نے کبھی مجھے اف (تک) نہیں فرمایا، اور نہ یہ فرمایا: تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اور نہ یہ فرمایا کہ: تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟

تشریح:......''اف'' ایسی آواز ہے کہ جس کو انسان اس وقت نکالتا ہے جب اس کو کسی چیز سے تکلیف ہو یا وہ اس چیز کو ناپسند کرے۔

(عمدۃ القاری ص۱۸۹ ج۲۲۔نعم الباری ص۶۰۲ ج۱۲)

کبھی سزا دینی بھی پڑتی ہے

ہاں ایسا بھی نہیں کہ بچوں اور اپنے ماتحتوں کی تربیت میں کسی قسم کی ادنی سی سختی بھی نہ کی جائے، اس لئے کہ بعض اوقات اپنے ماتحتوں کے ساتھ سختی بھی ناگزیر ہوتی ہے، بعض طبیعتیں اپنی فطری عادت کی وجہ سے بغیر سختی کے اصلاح سے دور ہی رہتی ہیں۔

شیخ محمد بن صالح عثیمین سلفی سعودی لکھتے ہیں:

لان بعض الصغار لا ینفعهم الکلام فی الغالب ، ولکن الضرب ینفعهم أکثر ' فلو أنهم ترکوا بدون ضرب لضیعوا الواجب علیهم وفرطوا فی الدروس وأهملوا ، فلا بد من ضربهم لیعتادوا النظام۔

(شرح ریاض الصالحین ۳۰۲/۶۸۶ ج۱، ط: دارالسلام۔فتاوی دارالعلوم زکریا ص۶۰۳ ج۴، ط: دیوبند)

تربیت کے لئے کوڑے لٹکانے کا حکم اور اس کی ترغیب

احادیث میں آپ ﷺ نے اس کی طرف بڑا بلیغ اشارہ فرمایا ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

(۱)......رحم الله عبدا علق فی بیته سوطا یؤدب به أهله۔

(کنز العمال ص۳۸۰ ج۱۶، تربیة أهل البیت ، النکاح ، رقم الحدیث:۴۴۹۹۸)

ترجمہ:......اللہ تعالی اس بندے پر رحم فرمائے جو اپنے گھر میں کوڑا لٹکائے رکھے تا کہ اس کے ذریعہ اپنے اہل وعیال کو ادب سکھاتا رہے۔

(۲)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :علّقوا السوط حيث يراه أهل البيت ‘ فانه أدب لهم۔

(مجمع الزوائد ص۱۳۴ ج۸، باب تأديب الأولاد وأهل البيت وتعليق السوط حيث يرونه ، كتاب الادب ‘ رقم الحديث:۱۳۲۱۷)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے کوڑے کو اس جگہ لٹکائے رکھو جہاں سے اہل وعیال اسے دیکھتے رہیں، اس لئے کہ یہ ان کے لئے (حصولِ) ادب کا ذریعہ ہے۔

(۳)......علّقوا سوطک حيث يراه الخادم۔

(كنز العمال ص۳۸۰ ج۱۶، تربية أهل البيت ، النكاح ، رقم الحديث:۴۴۹۹۷)

ترجمہ:......اپنے کوڑے کو اس جگہ لٹکائے رکھو جہاں سے خادم اسے دیکھتا رہے۔

(۴)......عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا ترفع العصا على أهلک ‘ وأخفهم فی الله عزّ وجلّ۔

(مجمع الزوائد ص۱۳۴ ج۸، باب تأديب الأولاد وأهل البيت وتعليق السوط حيث يرونه ، كتاب الادب ‘ رقم الحديث:۱۳۲۱۸۔ معجم طبرانی اوسط، رقم الحديث:۱۸۶۹)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے اہل وعیال سے اپنا کوڑا اپنے نہ رکھو، اللہ تعالیٰ کے حقوق کے واسطے انہیں ڈراتے رہو۔

حد سے تجاوز کرنے والا خود سزا کا مستحق ہے

الغرض طلبہ وطالبات اسی طرح بیوی اور ملازم وغیرہ کو سزا دینے میں شریعت کی حدود کا

لحاظ رکھنا ضروری ہے، ورنہ سزا دینے والا خود ہی سزا کا مستحق ہوگا۔

مسئلہ:......اگر شوہر بیوی کو مارنے میں حد سے تجاوز کرے تو فقہاء نے خود شوہر کو مستحق سرزنش قرار دیا ہے۔ (مستفاد: قاموس الفقہ ص ۳۰۹ ج ۳، مادہ: ضرب)

علامہ شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱)......ادّعت على زوجها ضربا شديدا وثبت ذلک عليه عزر۔

(الدر المختار ص ۱۳۱ ج ۶، باب التعزير ، كتاب الحدود ، ط : مكتبة الباز، مكة المكرمة)

(۲)......(ويعذر المولى عبده والزوج زوجته)......(على تركها الزينة) الشرعية مع قدرتها عليها (و) تركها (غسل الجنابة ' و) على (الخروج من المنزل) لو بغير حق (وترک الاجابة الى الفراش) ...... ويلحق بذلک ما لو ضربت ولدها الصغير عند بكائه ....أو شتمته ولو بنحو يا حمار ' أو ادعت عليه ' أو مزقت ثيابه أو كلمته ليسمعها أجنبى ' أو كشفت وجهها لغير محرم ' أو كلمته أو شتمته أو أعطت ما لم تجز العادة بلا اذنه ،

والضابط كل معصية لا حد فيها فللزوج والمولى التعزير ، وليس منه ما لو طلبت نفقتها أو كسوتها وألحت لأن لصاحب الحق مقالا۔

(الدر المختار ص ۱۲۸/۱۲۹ ج ۶ ، باب التعزير ، كتاب الحدود ، ط : مكتبة الباز ، مكة المكرمة)

(۳)......و صرحوا بانه اذا ضربها بغير حق وجب عليه التعزير أى وان لم يكن فاحشا۔ (شامی ص ۱۳۱ ج ۶ ، باب التعزير ، كتاب الحدود ، ط : مكتبة الباز، مكة المكرمة)

(۴)......والخامس ان لا يضرب الصبيان ضربا مبرحا ولا يجاوز الحد ' فانه يحاسب۔ (عالمگیری ص ۳۷۹ ج ۵، الباب الثلاثون فى المتفرقات ، كتاب الكراهية)

اس طرح سزا میں حد سے تجاوز کے ناجائز ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جو اسلامی شریعت کا اصول بن گئی ہے:

(۱)......عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ : انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی انْ : لا ضَرر ولا ضِرَار۔

(ابن ماجہ، باب من بنی فی حقه ما یضر بجاره ،کتاب الاحکام ، رقم الحدیث:۲۳۴۰/۲۳۴۱۔

موطا امام مالک، باب القضاء فی المَرفق ، کتاب الاقضیة ، رقم الحدیث:۲۴۵۹)

ترجمہ:......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ: نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ، نہ کسی سے نقصان اٹھاؤ۔

یتیم کو اتنا مار جتنا تو اپنے بچے کو مارتا ہے

(۱)......عن الحسن العُرنیّ ، انّ رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم : ممّ أضرب یتیمی ؟ قال : اضربه مما کنت ضاربا منه ولدک۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۷۶ ج ۱۳، فی أدب الیتیم ، کتاب الادب ، رقم الحدیث:۲۷۲۲۳)

ترجمہ:......حضرت حسن عرنی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: میں یتیم کو کس قدر مار سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو اتنا مارو جتنا اپنے بچے کو مارتے ہو۔

(۲)......عن اسماء بن عبید قال : قلت لابن سیرین : عندی یتیم ، قال : اصنع به ما تصنع بولدک ، اضربه ما تضرب ولدک۔

(الادب المفرد (مترجم ص ۱۴۵) باب کن للیتیم کالاب الرحیم ، رقم الحدیث:۱۴۰)

ترجمہ:......حضرت اسماء بن عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ

سے عرض کیا کہ: میرے پاس ایک یتیم ہے تو انہوں نے فرمایا: اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کر جیسے تو اپنے بیٹے کے ساتھ معاملہ کرتا ہے، اس کو اتنا ہی مار جیسے تو اپنے بیٹے کو مارتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یتیم کو تادیباً مارنا

(۳)......عن شميسة العتكية قالت : ذكر ادب اليتيم عند عائشة رضى الله عنها ، فقالت : انى لاضرب اليتيم حتى ينبسط۔

(الادب المفرد (مترجم ص۱۴۷) باب ادب اليتيم ، رقم الحديث:۱۴۲۔مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۷۶ ج۱۳، فی أدب اليتيم ، كتاب الادب ، رقم الحديث:۲۷۲۲۲)

ترجمہ:......حضرت شمیسہ رحمہا اللہ فرماتی ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یتیم کو ادب سکھانے کا ذکر ہوا، (یعنی یہ سوال درپیش ہوا کہ یتیم کو ادب سکھانے کے لئے مارنے کی اجازت ہے یا نہیں؟) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں تو یتیم کو مارتی ہوں یہاں تک کہ (وہ زمین پر) پھیل جاتا ہے۔

تشریح:......احادیث مبارکہ میں یتیم بچے پر رحمت وشفقت کا حکم دیا گیا ہے، اور کبھی اس کے ساتھ تادیباً سختی کی ضرورت بھی پیش آتی ہے، اس لئے یہ اشکال تھا کہ ان کو مارا جائے تو کہیں رحمت وشفقت کے خلاف نہ ہو اور مواخذہ کا سبب نہ بن جائے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ضرورۃً سزا دینا درست ہے، اور میں خود بھی بعض مرتبہ اس کو اتنی سزا دیتی ہوں کہ وہ زمین پر پھیل جاتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب انہیں سزا دی جائے تو زمین پر لیٹ جاتے ہیں اور روتے ہیں تا کہ سزا دینے والے کو رحم آجائے اور سزا دینا بند کردے۔ اس میں محاسبہ نفس کی ضرورت ہے کہ واقعی ادب سکھانے کے لئے مارا ہے اور مجبوراً ہاتھ اٹھائے ہیں اور بقدر ضرورت مارا ہے، یا

اپنا غصہ اور بھڑاس نکالنے کے لئے مارا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ خیال کرنا کہ آپ نے غصہ میں سزا دی، بعید از قیاس ہے، یقیناً آپ نے تادیباً سزا دی ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زیر تربیت جو یتیم بچے تھے وہ ان کے بھتیجے تھے۔ اور بھتیجہ کے ساتھ شفقت و محبت فطری چیز ہے۔

(مستفاد: الادب المفرد، مترجم ص ۱۴۷۔ الدر المنضد فی شرح الادب المفرد ص ۴۸۰ ج ۱)

چہرہ پر مارنے کی ممانعت

کتنے والدین اور اساتذہ و مہتمم حضرات وغیرہ اپنے ماتحتوں کو سزا دیتے وقت اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ شریعت مطہرہ میں چہرہ پر مارنے کی ممانعت آئی ہے، اور غصہ سے بے قابو ہو کر چہرہ پر ایک دو نہیں دسیوں طمانچے مار دیتے ہیں، اور انہیں خیال بھی نہیں آتا کہ میں تعلیم و تربیت کے خاطر سزا دینے میں خود شریعت کے خلاف عمل کر رہا ہوں اور میں خود ہی شریعت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے سزا کا مستحق ہوں۔ جب کسی کی اصلاح و تربیت مقصود ہے تاکہ وہ دین پر عمل پیرا ہو تو خود پہلے شریعت کے حکم پر عمل کرنا ضروری ہے۔ چہرے پر مارنے کی ممانعت کی چند احادیث درج ذیل ہیں:

(۱)......عن جابر رضی الله عنه قال : نهی رسول الله صلّی الله علیه وسلم : عن الضرب فی الوجه ، الخ۔

(مسلم، باب النهی عن ضرب الحیوان فی وجهه ووسمه فیه ، کتاب اللباس ، رقم الحدیث:۲۱۱۶)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔

(۲)......عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلّی الله علیه وسلم قال: اذا ضرب

أحدُكم خادمه فَلْيَجْتَنِبِ الوجه۔

(الادب المفرد (مترجم) ص۱۶۴، باب ليجتنب الوجه فی الضرب، رقم الحديث:۱۷۴)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی اپنے خادم کو مارے تو اس کے چہرے پر مارنے سے پرہیز کرے۔

(۳)......عن حكيم بن معاوية القُشيرِىّ، عن أبيه رضی الله عنهما قال: قلت: يا رسول الله! ما حقُّ زوجةِ احدنا عليه؟ قال: أن تُطْعِمها اذا طعِمْتَ، و تَكْسوها اذا اكْتَسَيت - أو اكتسبتَ - ولا تضرِب الوجه، ولا تُقَبِّحْ، ولا تهجُرُ الا فی البيت۔

(ابوداؤد، باب فی حقّ المرأة علی زوجها، كتاب النكاح، رقم الحديث:۲۱۴۲۔

ابن ماجہ، باب حق المرأة علی الزوج، كتاب النكاح، رقم الحديث:۱۸۵۰)

ترجمہ:......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہماری بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کھانا کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ، اور جب لباس پہنو اس کو بھی پہناؤ، اور اس کے چہرہ پر نہ مارو، اور اسے برا بھلا مت کہو، اور اسے جدا نہ کرو مگر گھر میں۔

احادیث میں تو آپ ﷺ نے جانوروں کے چہرے پر مارنے پر لعنت فرمائی۔

(۴)......عن جابر رضی الله عنه انّ النبی صلّی الله عليه وسلم مُرَّ عليه بحِمار قد وُسِم فی وجهه فقال: أما بَلَغَكم انّی لَعنتُ من وسم البهيمة فی وجهها، أو ضربها فی وجهها، فنهی عن ذلک۔

(ابوداؤد، باب النهی عن الوسم فی الوجه والضرب فی الوجه، كتاب الجهاد، رقم الحديث:۲۵۶۴)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک

گدھا گذارا گیا جس کے چہرے کو گرم لوہے سے داغا گیا تھا، تو آپ ﷺ نے (اسے دیکھ کر) فرمایا: کیا تمہیں (میری یہ حدیث) نہیں پہنچی ہے کہ: میں نے اس پر لعنت کی ہے جو جانور کے چہرے کو داغے یا جانور کے چہرہ پر مارے۔ اور اس سے منع کیا گیا۔

(۵)......انّ النّبی صلّی الله علیه وسلم قال : من ضرب مَمْلوکَه حدّاً لم یَأته ، او لَطَم وجهه ، فکفّارته أن یُعْتِقه۔

(الادب المفرد (مترجم) ص۱۲۶، باب من لطم عبده فلیعتقه من غیر ایجاب ، رقم الحدیث:۱۸۰)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے غلام کو بے قصور مارا، یا اس کے چہرے پر طمانچہ مارا، تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کردے۔

بوقت ضرورت مارنے کی حد

فقہاء نے بوقت ضرورت حدیث پاک کی روشنی میں سزا کی حد بھی بیان فرمائی ہے:

مسئلہ:......حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک تین بار سے زیادہ نہیں مارا جائے گا۔

(موسوعہ فقہیہ (مترجم) ص۵۴ ج۱۰، مادہ تادیب، فقرہ:۹)

(۱)......قال علیه الصلوة والسلام لمرداس المعلم :" ایّاک أن تَضرِب فوق الثّلاث فانک اذا ضربتَ فوق الثلاث اقتصّ الله منک " اسماعیل عن احکام الصغار للأسروشنی۔ (شامی ص۵ ج۲، کتاب الصلوة ، ط : مکتبة الباز، مکة المکرمة)

ترجمہ:......آپ ﷺ نے معلم (استاذ) حضرت مرداس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (اگر کسی بچہ کو سزا دینے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو) تین مرتبہ سے زیادہ مارنے سے بچو، اس لئے کہ اگر تم نے تین بار سے زیادہ مارا تو اللہ تعالیٰ تم سے بدلہ لیں گے۔

نوٹ:......علامہ شامی رحمہ اللہ نے یہ حدیث اسروشنی کی "احکام الصغار" کے حوالہ سے نقل

کی ہے، لیکن موجودہ ذخیرۂ احادیث میں اس کا مأخذ نہ مل سکا۔

(موسوعہ فقہیہ (مترجم) ص۲۱۰ ج ۱۰، مادہ تضرب، فقرہ:۶)

مسئلہ:...... یہ بھی ضروری ہے کہ مار زیادہ تکلیف پہنچانے والی اور خون بہانے والی نہ ہو۔ چہرہ اور نازک مقامات کو بچایا جائے، اس لئے کہ مار سے مقصود تادیب ہے نہ کی نقصان پہنچانا۔ (موسوعہ فقہیہ (مترجم) ص۵۴ ج ۱۰، مادہ تادیب، فقرہ:۸)

مسئلہ:...... فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تلف کرنے کے ارادہ سے تادیب ممنوع ہے، اوراس پر اتفاق ہے کہ ایسا کرنے سے تلف کا ذمہ دار مانا جائے گا۔

(موسوعہ فقہیہ (مترجم) ص۵۴ ج ۱۰، مادہ تادیب، فقرہ:۱۰)

"تفسیر خازن" میں بیوی کو شدید زدوکوب کی مذمت کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھا گیا ہے:

(۱)...... ففی هذه الأحاديث دليل على ان الأولى ترك الضرب للنساء ' فان احتاج الى ضربها للتأديب فلا يضربها ضربا شديدا ' ولكن مفرقا ، ولا يوالى بالضرب على موضع واحد عن بدنها ' وليتق الوجه ' لأنه مجمع المحاسن ' ولا يبلغ بالضرب عشرة أسواط، وقيل : ينبغى أن يكون الضرب بالمنديل واليد ' ولا يضرب بالسوط والعصا ، وبالجملة فالتخفيف بأبلغ شىء أولى فى هذا الباب۔

(تفسیر الخازن ص۵۲۰ ج ۱، سورہ آل عمران)

ترجمہ:...... پس ان احادیث میں دلیل ہے کہ عورتوں کو مار پیٹ نہ کرنا بہتر ہے، کبھی تادیب کے لئے مارنا ناگزیر ہو جائے تو سخت مار نہ مارے، مختلف جگہوں پر مارے، بدن کے ایک ہی حصہ پر نہ مارے، اور چہرے پر نہ مارے، اس لئے کہ چہرہ محاسن کا مظہر ہے،

مارنے کی مقدار دس کوڑوں تک نہ پہنچادے۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ: ہاتھ اور رومال سے مارے، لاٹھی اور کوڑے سے نہ مارے۔ سزا میں اخیری درجہ تخفیف بہتر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ: چہرہ پر مارنا، ایک ہی مقام پر مسلسل مارنا، اس طرح مارنا کہ جسم پر نشان پڑ جائے یا سیاہ ہو جائے، چمڑی پھٹ جائے اور خون نکل آئے، ہڈی ٹوٹ جائے، کوڑے یا لاٹھی سے مارنا... یہ سب ہی ''ضرب مبرح'' میں داخل ہیں، اور پیٹ' سینہ' دماغ اور جسم کے ایسے حصوں پر مارنا جو طبی اعتبار سے خاص نزاکت کے حامل ہوں، بدرجۂ اولی اس میں داخل ہوں گے۔ (جدید فقہی مسائل ص ۳۵۸ ج ۴)

علامہ شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(ا)......ليس له أن يضربها في التأديب ضربا فاحشا ' وهو الذي يكسر العظم أو يخرق الجلد أو يسوده۔

(شامی ص ۱۳۱ ج ۶، باب التعزير ، كتاب الحدود ، ط : مكتبة الباز، مكة المكرمة)

ترجمہ:......مرد کو حق نہیں کہ ادب دینے کی غرض سے عورت کو شدید حد تک مارے، (شدید مار) یہ ہے کہ ہڈی ٹوٹ جائے، یا جلد پھٹ جائے، یا چمڑی کالی ہو جائے۔

(ا)......عن جابر رضي الله عنه : انّ رسول الله صلّى الله عليه وسلم قال : ... فاضربوهن ضربا غير مبرح ، الخ۔

(مسلم، باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم ، كتاب الحج ، رقم الحديث:۱۲۱۸)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو ایسی مار مارو جو سخت تکلیف دہ نہ ہو۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

سے پوچھا کہ ’’ ضرب غیر مُبَرِّحٍ ‘‘ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ’’بالسواک و نحوہ ‘‘ مسواک یا اس جیسی چیز کے ساتھ مارو۔

(الدرالمنثور ص۴۰۴ ج۴، سورۂ نساء، آیت:۳۴۔ تفسیر قرطبی ص۱۷۸ ج۶)

(۱)......اما المعلم فله ضربه ‘ لأن المأمور يضربه نيابة عن الأب لمصلحته ‘ والمعلم يضربه بحكم الملك بتمليك أبيه لمصلحة التعليم۔

(شامی ص۶۱۶ ج۹، فصل فی البیع ، کتاب الحظر والاباحة ، ط : مکتبة الباز ، مکة المکرمة)

(۲)......قال العلامة الطحطاوی رحمه الله : يجوز للمعلم أن يضربه باذن أبيه نحو ثلاث ضربات ضربا وسطا سليما ..... لا بخشبة ‘ فلأن الضرب بها ورد فى جناية صادرة عن المكلف ولا جناية عن الصغير۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدرص ۱۷۰ ج۱، کتاب الصلوة ، ط : دار المعرفة ، بیروت)

(۳)......(وان وجب ضرب ابن عشر عليها بيد لا بخشبة) قال الشامی : فی (قوله : بيد) أی ولا يجاوز الثلاث ‘ وكذلک المعلم ليس له أن يجاوزها ، قال عليه الصلوة والسلام لمرداس المعلم : ” اياک ان تضرب فوق الثلاث ، فانک اذا ضربت فوق الثلاث اقتص الله منک “ اسماعيل عن احكام الصغار للاسروشنی ‘ وظاهره أنه لا يضرب بالعصا فی غير الصلوة أيضا ، قوله : (لا بخشبة) أی عصا ، ومقتضى قوله ” بيد “ أن يراد بالخشبة ما هو الأعم منها ومن السوط ، افاده . ط ، (قوله :(لحديث ، الخ) استدلال على الضرب المطلق ، وأما كونه ” لا بخشبة “ فلأن الضرب بها ورد فى جناية المكلف ، اه۔

(شامی ص۵/۴ ج۲، کتاب الصلوة ، ط : مکتبة الباز، مکة المکرمة)

کرسی بٹھانا، برداشت سے زیادہ کھڑے رکھنا یا رکوع کروانا

بعض اساتذہ اپنے شاگردوں کو کرسی بٹھاتے ہیں، اس میں بڑی تکلیف ہوتی ہے اور یہ سزا عموماً قابل برداشت نہیں ہوتی، اس طرح کی سزا بھی جائز نہیں، گناہ ہے۔

بعض اساتذہ اپنے شاگردوں کو بہت دیر تک کھڑے رکھتے ہیں، یا بہت دیر تک رکوع کرواتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس طرح لمبے عرصہ تک کھڑے رکھونا یا رکوع کروانا بھی اذیت اور تکلیف کا باعث ہے، اس لئے یہ بھی جائز نہیں۔ اس طرح شاگردوں کو تکلیف پہنچانے سے پرہیز کرنا چاہئے، یہ گناہ کے کام ہیں، اور آخرت میں پکڑ کا سبب بن سکتے ہیں۔

مؤمن کو تکلیف پہنچانے کا گناہ

(۱)......﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾۔ (پ:۲۲/سورۂ احزاب، آیت نمبر:۵۸)

ترجمہ:......اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ان کے کسی جرم کے بغیر تکلیف پہنچاتے ہیں، انہوں نے بہتان طرازی اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے اوپر لادلیا ہے۔

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

(۱)......عن عبد الله بن عمرو عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده ، والمهاجر من هجر ما نهی الله عنه۔

(بخاری، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده ، کتاب الایمان ، رقم الحدیث:۱۰)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور

(کامل) مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالی کے منع کئے ہوئے کاموں سے ہجرت کرلے۔

مسلمان کو تکلیف پہنچانے اور دھوکہ دینے پر لعنت

(۲)......عن ابی بکر الصدیق قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ملعون من ضارَّ مؤمنا أو مكر به۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الخیانۃ والغش ، ابواب البر والصلۃ ، رقم الحدیث:۱۹۴۱)

ترجمہ:......حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص پر لعنت ہو جو کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائے یا اسے دھوکہ دے۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا فتوی

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ بعض سوالات کے جوابات میں تحریر فرماتے ہیں:

(۱)......چھوٹے بچوں کو بغیر چھڑی وغیرہ کے صرف ہاتھ سے وہ بھی ان کے تحمل کے موافق تین چپت تک مارسکتا ہے، وہ بھی سر اور چہرہ کو چھوڑ کر یعنی گردن اور کمر پر، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، ورنہ بچے قیامت کے دن قصاص لیں گے، بچوں پر نرمی اور شفقت کی جائے، اب پیٹنے کا دور تقریبا ختم ہوگیا، اس کے اثرات اچھے نہیں ہوتے، بچے بے حیا اور نڈر ہو جاتے ہیں، مار کھانے کے عادی ہو کر یاد نہیں کرتے، بلکہ اکثر تو پڑھنا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔

(۲)......بچوں کے اولیاء کی اجازت سے بضرورت تعلیم مارنا، سزا دینا شرعاً درست ہے، مگر بچوں کے تحمل سے زائد نہیں، ایک دفعہ میں تین ضربات سے زیادہ نہ مارے، لکڑی وغیرہ سے نہ مارے۔

(۳)...... بقدر ضرورت ایک دو تین چپت تحمل کے موافق گردن اور کمر پر مارنے کی گنجائش ہے، لکڑی یا کوڑے یا جوتے وغیرہ سے اجازت نہیں۔ حد سے زائد مارنے پر بچے قیامت میں قصاص لیں گے۔

(فتاوی محمودیہ ص ۱۲۷/۱۲۸/۱۲۹ ج ۱۴، باب التعزیر۔ ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کا فتوی

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

طالب علم اگر بالغ ہے، لڑکا یا لڑکی تو اس کو تعلیم میں کوتاہی کرنے پر سزا دینا جائز ہے، بشرطیکہ والدین کی طرف سے سزا دینے کی اجازت ہو، اور اس کی حد یہ ہے کہ کماً و کیفاً و محلاً ضرب معتاد سے زیادہ نہ ہو، مگر آجکل عوام کو علم دین کی طرف زمانہ سابق کی طرح رغبت نہیں رہی، اس لئے اکثر والدین کو معلم کی سزا ناگوار ہوتی ہے، نیز معلمین بھی آجکل زیادہ تر مسائل سے جاہل اور اخلاق سے کورے ہیں، وہ حدود کی رعایت نہیں کرتے، اس لئے (اس) زمانہ میں ایسے سوالات کا یہی جواب دیا جائے کہ معلم خود سزا نہ دے، بلکہ جو لڑکا تعلیم میں کوتاہی کرے، اسی دن والدین کو اطلاع کر دی جائے کہ یہ لڑکا محنت نہیں کرتا، اب والدین خواہ سزا دیں یا نہ دیں اختیار ہے، اور جو لڑکا محنت کرتا ہو، مگر قدرتی طور پر کند ذہن ہے اس کو سزا نہ دی جائے، نہ والدین سے سزا دلوائی جائے، بلکہ اس کو بقدر ضرورت قرآن اور کچھ نماز روزے کے مسائل پڑھا کر والدین سے کہہ دیا جائے کہ اس کو کسی (دوسرے) کام میں لگا دو یہ پڑھنے کے لائق نہیں۔ اور نابالغ بچہ کو لکڑی یا کوڑے سے مارنا جائز نہیں صرف ہاتھ سے مارنا جائز ہے، بشرطیکہ چہرہ پر اور نازک موقعہ پر نہ مارا جائے، اور تین بار

سے زیادہ نہ مارا جائے۔ (امداد الاحکام ص۳۴ا ج ۴، کتاب الحدود، ط: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

راقم الحروف نے اپنے رسالہ ''کسی کو تکلیف نہ پہنچائیے'' میں ایک جگہ لکھا ہے:

(۱)......استاذ کا طلبہ کو تکلیف پہنچانا، مثلا: ان کو طعنے دینا، درسگاہ میں ان کا مذاق اڑانا، غلط جملوں سے ان کو شرمندہ کرنا، کمزور ذہن والے طلبہ کو ذلیل کرنا، شرعی حدود سے زیادہ ظالمانہ طور پر پٹائی کرنا (یہ تو حرام ہے)، طاقت سے زیادہ سزا دینا جیسے: لمبے وقت تک کھڑا کرنا، ٹیڑھا کرنا، طاقت سے زیادہ تعداد میں اٹھ بیٹھ کروانا، وغیرہ۔

نوٹ:...... مدارس اور مکاتب میں بعض اساتذہ طلبہ کی حد سے زیادہ پٹائی کرتے ہیں، یہ حرام اور ظلم ہے، اللہ تعالی کی بارگاہ میں اس کا حساب دینا ہوگا۔ بیچارے معصوم طلبہ اپنے گھر بار چھوڑ کر، والدین کی شفقت اور محبت سے محروم ہو کر طلب علم کے لئے مدرسہ میں آتے ہیں، اور بعض ظالم اساتذہ ان کی اس قدر بے رحمانہ پٹائی کرتے ہیں کہ ایک رحم دل انسان اس کو دیکھ بھی نہیں سکتا، یہ بہت بڑا ظلم ہے، مہتمم حضرات کو اس سلسلہ میں سخت قوانین بنانے چاہئے اور مکمل مار پٹائی پر پابندی لگا دینی چاہئے، اور ایسے ظالم اساتذہ کو فورا مدرسہ سے علیحدہ کر دینا چاہئے، (مہتمم حضرات اپنی نافرمانی پر اساتذہ کو علیحدہ کرتے ہیں، مگر شریعت کے حکم کی نافرمانی پر درگذر کرتے ہیں) والدین نے اپنے لخت جگر کو تعلیم کے لئے بھیجا ہے، ان ظالموں کے حوالے نہیں کیا ہے۔ اے اساتذہ کی جماعت! خدارا! اللہ تعالی سے ڈریئے کل قیامت کے دن ان معصوموں کے ہاتھ ہوں گے اور آپ ظالموں کے گریبان، اللہ تعالی کو کیا جواب دو گے۔ (کسی کو تکلیف نہ پہنچایئے۔ مرغوب المسائل ص۳۵۱ ج۶)

بچے کا ہاتھ، پاؤں ٹوٹ جائے تو تاوان ہوگا یا نہیں؟

معلم نے پٹائی کے وقت بچے کا ہاتھ یا پاؤں توڑ دیا تو اگر والد کی اجازت سے سزا دی

ہے تو تاوان نہیں آئے گا، اور یہ حکم اس وقت ہے جب معتاد طریقے پر پٹائی کی ہو، اور اگر غیر معتاد طریقے پر پٹائی کرے تو ہر حال میں تاوان آئے گا۔

(فتاوی دار العلوم زکریا ص ۶۰۵ ج ۶، ط: دیوبند)

فتوی کے آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رحم کی چند احادیث ذکر کی جائیں، آپ ﷺ نے تو جانوروں کے ساتھ رحم کی جس قدر اہمیت بیان فرمائی ہے، اہل علم اس سے ناواقف نہیں ہیں، پھر انسان اور اس میں بھی معصوم بچے اور علوم نبویہ کے طلبہ کے ساتھ کس قدر رحم وشفقت کا معاملہ کرنا چاہئے اس پر ہر ایک کو غور کرنا چاہئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ان احادیث کی برکت سے مجھے بھی اور ناظرین کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

شفقت اور رحمت کی چند احادیث

(۱)......قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم : ...... من لا يَرحم لا يُرحم۔

(بخاری، باب رحمة الولد وتقبيله و معانقته ، كتاب الادب ، رقم الحديث:۵۹۹۷)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(۲)......عن عائشة رضى الله عنها قالت : جاء اعرابى الى النبى صلّى الله عليه وسلم فقال : تقبلون الصبيان ؟ فما نقبلهم ، فقال النبى : أو أملك لک أن نزع الله من قلبک الرحمة۔

(بخاری، باب رحمة الولد وتقبيله و معانقته ، كتاب الادب ، رقم الحديث:۵۹۹۸)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا، اس نے عرض کیا: آپ بچوں کو (محبت و پیار میں) بوسہ دیتے ہیں؟ ہم تو ان کو بوسہ نہیں دیتے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالی نے تیرے دل سے رحمت

نکال لی ہے تو کیا میں اس پر قادر ہوں؟۔

(۳)......قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم : لا يَرحم الله من لا يرحم الناس۔

(بخاری، باب قول الله تعالى : ﴿قل ادعوا الله﴾ الخ ، كتاب التوحيد ، رقم الحديث:۷۳۷۶)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں فرماتے جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

(۴)......قال النبی صلّى الله عليه وسلم : ... وانّما يرحم الله من عباده الرُّحَماء۔

(بخاری، باب قول الله تبارک و تعالى : ﴿قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن ، اياما تدعو فله الاسماء الحسنى﴾ ، كتاب التوحيد ، رقم الحديث:۷۳۷۷)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے رحم کرنے والے بندوں پر رحم فرماتے ہیں۔

(۵)......قال النبی صلّى الله عليه وسلم : اِرْحَمُوا أهلَ الارض يَرْحَمْكُم من فی السّماء۔

(ابوداؤد، باب فی الرحمة ، كتاب الادب ، رقم الحديث:۴۹۴۱۔ترمذی، باب ما جاء فی رحمة المسلمين ، كتاب البر والصلة ، رقم الحديث:۱۹۲۴)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اہل زمین پر رحم کرو، وہ ذات جو آسمان میں ہیں وہ تم پر رحم فرمائیں گے۔

(۶)......عن أبی هريرة رضی الله عنه قال : سمعت أبا القاسم صلّى الله عليه وسلم الصادق المصدوق صاحب هذه الحجرة يقول : لا تُنْزَع الرّحمة الا من شَقِی۔

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے صادق مصدوق اس حجرہ

اقدس والے ابو القاسم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: رحمت صرف بد بخت ہی کے دل سے نکالی جاتی ہے۔

(ابوداؤد، باب فی الرحمة ، کتاب الادب ، رقم الحدیث:۴۹۴۲۔ترمذی، باب ما جاء فی رحمة المسلمین ، کتاب البر والصلة ، رقم الحدیث:۱۹۲۳)

جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے، وہ میری امت میں سے نہیں

چھوٹوں پر رحم نہ کرنے پر کس قدر سخت وعید سنائی گئی کہ: وہ میری امت میں سے نہیں ہے:

(۷)......عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه : انّ رسول الله صلی الله علیه و سلم قال : لیس من اُمّتی من لم یُجِلَّ کبیرنا ' و یرحَمُ صغیرنا ' و یعرِفُ لِعالِمِنا۔

(مسند احمد ص ۴۱۶ ج ۳۷، حدیث عبادة بن الصامت رضی الله عنه ، رقم الحدیث: ۲۲۷۵۵)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور ہمارے علماء کی قدر نہ کرے، وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔

بکری پر رحم کرنے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت

آپ ﷺ نے جانور پر رحم کرنے کی اہمیت بھی بیان فرمائی، حدیث شریف میں ہے:

(۱)......قال رجل یا رسول الله ! اِنّی لَاَذْبَحُ الشّاة فَاَرْحَمُها – أو قال : انی لارحم الشاة أن اذبحها – قال : والشاة ان رحِمْتَها ' رحمک الله ، مرّتین۔

(الادب المفرد (مترجم) ص ۲۷۳، باب ارحم من فی الارض ، رقم الحدیث:۳۷۳)

ترجمہ:......ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب میں بکری کو ذبح کرتا ہوں تو مجھے اس پر رحم آتا ہے یا یہ عرض کیا کہ: مجھے بکری پر رحم آتا ہے جب میں اس کو ذبح کرتا ہوں،

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بکری پر اگر تجھے رحم آتا ہے تو اللہ تعالی تجھ پر رحم فرمائیں گے، آپ ﷺ نے یہ جملہ دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔

ذبح کے وقت جانور پر رحم کرنے کی فضیلت

(۲)......عن ابی امامة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من رحم ولو ذبیحة رحمه الله یوم القیامة۔

ترجمہ:......حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے رحم کیا اگر چہ ذبح کئے جانے والے جانور پر ہی ہو تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس پر رحم فرمائیں گے۔ (الادب المفرد، باب رحمة البهائم ، رقم الحديث:۳۸۱)

کتے پر رحم کرنے کی وجہ سے مغفرت

(۳)......عن ابی هریرة رضی الله عنه : انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : بینا رجلٌ یمشی ' فاشتدّ علیه العطَشُ ' فنزل بِئرًا فشرب منها ' ثم خرج فاذا هو بکلب یَّلْهَثُ ' یأکل الثَّری مِن العطش ، فقال : لقد بلغ هذا مثل الذی بلغ بی ، فَمَلَأ خُفَّه ثمّ أمسکه بِفِیْهِ ، ثمّ رَقِیَ فسقی الکلب ' فشکر الله له فغفر له ، قالوا : یا رسول الله ! وانّ لنا فی البهائم اجرا ؟ قال : فی کل کَبِدٍ رَطْبَةٍ أجرٌ۔

(بخاری، باب فضل سقی الماء ، کتاب المساقاة ، رقم الحدیث:۲۳۶۳)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص کہیں جا رہا تھا، اس درمیان اس کو سخت پیاس لگی، وہ کنویں میں اترا، پس اس نے پانی پیا، پھر کنویں سے باہر آیا تو ایک کتا ہانپ رہا تھا اور پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا، اس نے کہا: یہ بھی میری طرح پیاسا ہے، (پھر اس نے کنویں میں اتر کر) اپنے موزے

میں پانی بھرا اور موزہ اپنے منہ سے پکڑ کر اوپر کی طرف چڑھا اور کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالی نے اس کی قدر افزائی کی، سو اس کو بخش دیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہمارے لئے جانوروں (کے ساتھ احسان میں بھی) اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر تر جگر میں اجر ہوتا ہے۔

بلی کو ستانے پر جہنم

(۴)......عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما : انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : عُذِّبَتِ امْرأةٌ فى هِرَّةٍ ‘ حَبَسَتْها حتى ماتتْ جُوْعا ‘ فدخلَتْ فيها النّار ‘ قال : فقال : والله اعلم لا انتِ أطْعَمْتِيْها ولا سقَيْتِيها حين حَبَسْتِيْها ، ولا انتِ أرْسَلْتِيْها فاكلَتْ مِن خَشَاشِ الارض۔

(بخاری، باب فضل سقی الماء ، کتاب المساقاة ، رقم الحدیث:۲۳۶۵)

ترجمہ:......حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو بلی (کے ستانے) کی وجہ سے عذاب دیا گیا، اس نے بلی کو باندھ کر رکھا یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی، سو اس وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا: جہنم کے فرشتے نے اس عورت سے کہا: اللہ تعالی زیادہ جاننے والے ہیں تو نے اس بلی کو نہ کھلایا نہ پلایا، جب تو نے اس کو باندھ کر رکھا اور نہ تو نے اس کو آزاد کیا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔

آپ ﷺ کی تنبیہ: اس چڑیا کو کس نے بے چین کیا

(۵)......عن عبد الرحمن بن عبد الله عن ابيه قال : كنّا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سفر ، فانطلق لحاجته ، فرأينا حُمَّرَةً معها فرخانِ ، فأخذنا فرخيْها ،

فجاء ت الحُمَّرة ، فجعلَتْ تعرُش ' فجاء النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال : من فَجّع هـذه بولدها ؟ رُدّوا ولدها الیها ، ورأی قریةَ نملٍ قد حرَّقْناها فقال : من حرّق هذه ؟ قلنا : نحن ، قال : انه لا ینبغی ان یُعذِّب بالنّار الا ربُّ النّار ''۔

(ابوداوٗد، باب فی کراهیة حرقِ العدوّ بالنّار ، کتاب الجهاد ، رقم الحدیث:۲۶۷۵)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے، ہم لوگوں نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا، وہ چڑیا زمین پر آ کر اپنے پروں کو بچھانے لگی، اسی وقت آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: اس چڑیا کو کس نے بے چین کیا کہ اس کے بچے لے لئے؟ اس کو اس کے بچے دے دو، اور آپ ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک سوراخ دیکھا جس کو ہم لوگوں نے جلا دیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس سوراخ کو کس نے آگ لگائی؟ ہم نے عرض کیا: ہم نے، آپ ﷺ نے فرمایا: آگ سے عذاب دینا آگ کے پیدا کرنے والے کے سوا کسی کے لئے درست نہیں،

تشریح:......ایک روایت میں ہے: ایک آدمی نے چڑیا کا ایک انڈا اٹھا لیا، چڑیا آئی اور رسول اللہ ﷺ کے سر پر پھڑ پھڑانے لگی، آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کس نے اس کے انڈے کے بارے میں اس کو دکھ پہنچایا؟ ایک صاحب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اس کے انڈے کو اٹھایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر رحم کرتے ہوئے اس کے انڈے کو واپس کر دو۔ (الادب المفرد، باب اخذ البیض من الحمرة ، رقم الحدیث:۳۸۲)

نشانہ مارنے کے لئے جانور کو نصب کرنے اور مثلہ کرنے پر لعنت

(۶)......عـن سعید بن جبیر قال : کنتُ عند ابن عمر فمرُّوا بِفِتْیة –أو بنفر– نصبوا

دجاجةً یَرمونها فلمّا رأوا ابن عمر تفرَّقوا عنها ، وقال ابن عمر : من فعل هذا ؟ ان النّبی صلی الله علیه وسلم لعن من فعل هذا۔

عن ابن عمر : لعن النبی صلی الله علیه وسلم من مثَّل بالحیوان۔

(بخاری، باب ما یکره من المُثْلة والمَصْبورة والمُجَثَّمة ، کتاب الذبائح ، رقم الحدیث:۵۵۱۵)

ترجمہ:......حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا، پس آپ چند لڑکوں- یا ایک جماعت- کے پاس سے گذرے جنہوں نے ایک مرغی کو باندھا ہوا تھا اور اس پر تیر مار رہے تھے، جب انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو وہ اس مرغی کے پاس سے بھاگ گئے، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا: یہ کس نے کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی ہے، جو اس طرح کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی ہے جو حیوان کو مثلہ کرے۔

ماتحتوں کو گالی دینا......اور مسلمان کو گالی دینے کی مذمت

بعض حضرات اپنے ماتحتوں کو کسی غلطی پر گالی دیتے ہیں، اور بعض تو فحش گالی تک بک دیتے ہیں، اسے تو منافق کی نشانی کہا گیا ہے، کیا کوئی والد یا استاذ اپنی اولاد یا شاگرد کے ساتھ نفاق والا کام کرے کیا یہ ان کو زیبا دیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

(۱)......انّ النبی صلی الله علیه وسلم قال : سباب المسلم فسوق و قتاله کفر۔

(بخاری، باب خوف المؤمن من أن یحبط عمله وهو لا یشعر ، کتاب الایمان ، رقم الحدیث:۴۸)

ترجمہ:......نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کفر ہے،

(۲)......عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنه رفعه قال : سباب المسلم كَالْمُشْرِف على الهَلَكة ، رواه البزار : باسناد جيد۔

(الترغیب والترہیب ص۳۱۱ ج۳، الترهيب من السباب واللعن ، الخ ، رقم الحديث:۳)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: مسلمان کو گالی دینا خود کو تباہی میں ڈالنے کے قریب ہو جانا ہے۔

(۳)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : اسْتَبَّ رجلان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فسبّ أحدُهما والآخر ساكتٌ ، والنبی صلى الله عليه وسلم جالس ، ثم ردّ الآخر ، فنَهَضَ النبی صلى الله عليه وسلم ، فقيل : نهَضْتَ ؟ قال : نهضَتِ الملائكة فنهَضْتُ معهم ، انّ هذا ما كان ساكتا رَدَّتِ الملائكة على الذی سبّه ، فلمّا ردّ نهضتِ الملائكة۔

(الادب المفرد (مترجم) ص۲۹۷، باب السباب ، رقم الحديث:۴۱۹)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دو آدمیوں میں گالی گلوچ ہوئی ان دونوں میں سے ایک نے گالی دی اور دوسرا خاموش رہا، اور نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے، پھر دوسرے صاحب نے (گالی کا) جواب دیا، تو نبی کریم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے، تو آپ ﷺ سے کہا گیا: آپ اٹھ کھڑے ہوئے؟، آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتے اٹھ گئے تو میں بھی ان کے ساتھ اٹھ گیا، جب تک (دوسرا آدمی) خاموش تھا، فرشتے اس گالی دینے والے کا جواب دے رہے تھے، پھر جب اس نے جواب دیا تو فرشتے اٹھ گئے۔

(۴)......عن أبی هريرة رضی الله عنه ، انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :

المُستَبَّان ما قالا ، فعلی البادیءِ ' ما لم یَعتَدِ المظلومُ۔

(مسلم، باب النہی عن السباب ، کتاب البر ، رقم الحدیث:۲۵۸۷)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپس میں گالیاں دینے والے دو آدمیوں نے جو کچھ کہا، اس کا وبال شروع کرنے والے پر ہوگا، جب تک کہ مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔

(۵)......عن عیاض بن حمار رضی الله عنه قال : قلتُ : یا رسول الله ! رجل من قومی یَشتِمُنی وھو دونی ، علیّ بأس أن انتصِر منه ؟ قال : المُستَبّان شیطانان یتھاذَیان و یتکذَبان۔

(مسند احمد ص۱۳۱ ج۲۹، حدیث عیاض بن حمار المجاشعی رضی الله عنه ، رقم الحدیث: ۱۷۴۸۳)

ترجمہ:......حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری قوم کا ایک آدمی مجھے گالی دیتا ہے اور وہ مجھ سے ادنی ہے، کیا میرا اس سے بدلہ لینے میں کوئی حرج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آپس میں دو گالیاں دینے والے دونوں شیطان ہیں، دونوں بدزبانی کرتے ہیں اور دونوں جھوٹ بولتے ہیں۔

(۶)......عن جابر بن سُلَیم رضی الله عنه قال :.... قلت : اعھدُ اِلَیَّ ، قال : لا تَسُبَّنَّ أحدا ، قال : فما سببتُ بعده حُرّا ' ولا عبدا ' ولا بعیرا ' ولا شاةً ، الخ ۔

(ابوداؤد، باب ما جاء فی اسبال الازار ، کتاب اللباس ، رقم الحدیث:۴۰۸۴)

ترجمہ:......حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:...میں نے عرض کیا کہ: مجھ سے عہد لیجئے (اور نصیحت فرمائیے، آپ ﷺ نے) فرمایا کہ: تم ہرگز کسی کو گالی مت دینا۔

راوی کہتے ہیں کہ: اس کے بعد سے میں نے کسی کو گالی نہیں دی (برانہیں کہا) خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، نہ کسی اونٹ کو نہ بکری کو۔

(۷)......عن أبی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله عليه وسلم :.

....اذا تسابَّتُ امّتی سقَطَتُ من عين الله ، كذا فی الدر عن الحكيم الترمذی۔

(فضائل اعمال ص۲۷۳۔فضائل تبلیغ فصل دوم، حدیث نمبر:۷۔ط:الطاف اینڈ سنز، کراچی)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت آپس میں گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ تعالی کی نظر رحمت سے گر جائے گی۔

(۸)......عن انس رضی الله عنه قال : لم يكن رسول الله صلی الله عليه وسلم فاحِشا ، ولا لَعَّانا ، ولا سبَّابا ، كان يقول عند المَعْتَبة : ما له ؟ تَرِب جبِينُه۔

(بخاری، باب ما ينهی عنه من السباب واللعن ، كتاب الادب ، رقم الحديث:۶۰۴۶)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نہ فحش گو تھے، نہ لعنت کرنے والے تھے، اور نہ گالیاں دینے والے تھے، اور غصہ کے وقت صرف یہ فرماتے تھے: اسے کیا ہوا؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو جائے۔

ماتحتوں کا استہزاء اور مذاق اڑانا

بعض حضرات اپنے ماتحتوں کا استہزاء اور مذاق اڑاتے ہیں، کبھی زبان سے کبھی عمل سے، یہ بھی قرآن کریم کی نص سے ناجائز ہے۔

(۲)......﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ ﴾۔

(پ:۲۶/سورۂ حجرات، آیت نمبر:۱۱)

ترجمہ:......اے ایمان والو! نہ تو مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں۔

کسی شخص کی تحقیر وتوہین کے لئے اس کے کسی عیب کو اس طرح ذکر کرنا جس سے لوگ ہنسنے لگیں، اسکو سخریہ، تمسخر، استہزاء کہا جاتا ہے۔ یہ جیسے زبان سے ہوتا ہے اسی طرح اشارہ سے بھی ہوتا ہے۔ یہ بنص قرآنی حرام ہے۔

قبیلہ بنو تمیم کے لوگ حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت بلال، حضرت صہیب اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم پر افلاس کے آثار دیکھتے تو ان کا مذاق اڑاتے تھے، اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ دنیا میں لوگوں کا مذاق اڑاتے تھے آخرت میں ان کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا: آؤ! آؤ! وہ اپنے غم اور پریشانی کے باوجود وہاں جائیں گے اور جب وہاں پہنچیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر دوسرا دروازہ کھولا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: آؤ! آؤ! وہ اپنے غم اور پریشانی کے باوجود وہاں پہنچیں گے تو وہ دروازہ بھی بند کر دیا جائے گا، اور یونہی ہوتا رہے گا حتی کہ ان میں سے کسی ایک کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: آؤ! اور وہ مایوس ہو کر نہیں جائے گا۔

(الجامع لشعب الایمان، رقم الحدیث: ۶۳۳۳۔ مستفاد: معارف القرآن ص ۱۱۵ ج ۸۔ تبیان القرآن ص ۲۹۴ ج ۱۱)

ماتحتوں کو برے القاب سے پکارنا

بعض حضرات اپنے ماتحتوں کو برے القاب سے پکارتے ہیں، مثلاً کسی جرم پر کہتے ہیں: گدھا، بیل کہیں کا، پاگل، بے وقوف، الو کا پٹھا، بے حیاء، بے شرم۔ یہ بھی قرآن کریم کی نص سے ناجائز ہے۔

(۱)......﴿ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ﴾۔(پ:۲۶/سورۂ حجرات، آیت نمبر:۱۱)

ترجمہ:......اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کے معنی ہے: کوئی مسلمان کسی برے عمل کو چھوڑ کر اس سے توبہ کر چکا ہو اور حق کی طرف رجوع کر چکا ہو تو اللہ تعالی نے اس کو اس کے پچھلے کاموں پر عار دلانے سے منع فرمایا۔

(جامع البیان ص۱۷۲ ج۲۶، دارالفکر، مطبوعہ: بیروت)

(۱)......عن معاذ بن جبل رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من عَيَّر أخاه بذنبٍ لَمْ يَمُتْ حتى يَعمَلَه ، قال أحمد : قالوا : من ذنبٍ قد تاب منه۔

(ترمذی، (باب في وعيد من عير اخاه بذنب) ، ابواب صفة القيامة ، رقم الحديث:۲۵۰۵)

ترجمہ:......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کو اس کے کسی گناہ پر شرمندہ کیا، تو وہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: علماء فرماتے ہیں: اس سے مراد ایسا گناہ ہے جس سے وہ توبہ کر چکا ہو۔

ماتحتوں کو بات بات پر طعنہ دینا

بعض حضرات اپنے ماتحتوں کو بات بات پر طعنہ دیتے ہیں، اور ان کو ان کی کسی غلطی پر شرمندہ کرتے رہتے ہیں، یہ بھی اخلاق سے گری ہوئی حرکت ہے، اس میں ایذاء مسلم ہے، اس لئے یہ بھی ناجائز ہے۔

(۱)......﴿ وَلَا تَلْمِزُوْآ اَنْفُسَكُمْ ﴾۔(پ:۲۶/سورۂ حجرات، آیت نمبر:۱۱)

ترجمہ:......اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو۔

حدیث شریف میں ہے:

(۱)......عن عبد الله رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : لیس المؤمن بالطعّان ، ولا بلعّان ، ولا الفاحش ولا البَذِیءِ۔

(مسند احمد ص ۳۹۰ ج ۶ ، مسند عبد الله بن مسعود رضی الله عنه ، رقم الحدیث: ۳۸۳۹)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مؤمن طعنہ دینے والا، اور لعنت کرنے والا اور فحش گو اور بدزبان نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''لمز'' کے معنی کسی میں عیب نکالنے اور عیب ظاہر کرنے یا عیب پر طعنہ زنی کرنے کے ہیں۔ آیت میں ارشاد فرمایا: ''وَلَا تَلْمِزُوْآ اَنْفُسَکُمْ ''یعنی تم اپنے عیب نہ نکالو۔ یہ ارشاد ایسا ہی ہے جیسا قرآن کریم میں ہے: ''وَلَا تَقْتُلُوْآ اَنْفُسَکُمْ ''جس کے معنی یہ ہیں کہ تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ دونوں جگہ اپنے آپ کو قتل کرنے یا اپنے عیب نکالنے سے مراد یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو۔ اور اس عنوان سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ بتلانا ہے کہ کسی دوسرے کو قتل کرنا ایک حیثیت سے اپنے آپ ہی کو قتل کرنا ہے، کیونکہ اکثر تو ایسا واقع ہو ہی جاتا ہے کہ ایک نے دوسرے کو قتل کیا، دوسرے کے حمایتی لوگوں نے اس کو قتل کردیا، اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اصل بات یہ ہے کہ مسلمان سب بھائی بھائی ہیں، اپنے بھائی کو قتل کرنا گویا خود اپنے آپ کو قتل کرنا اور بے دست و پا بنانا ہے، یہی معنی یہاں ''وَلَا تَلْمِزُوْآ اَنْفُسَکُمْ ''میں ہیں کہ تم جو دوسروں کے عیب نکالو اور طعنہ دو تو یاد رکھو کہ عیب سے تو کوئی انسان عادۃً خالی نہیں ہوتا، تم اس کے عیب

نکالو گے تو وہ بھی تمہارے عیب نکالے گا جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا کہ: ’’وفیک عیوب وللناس أعین ‘‘یعنی تم میں بھی کچھ عیوب ہیں اور لوگوں کی آنکھیں ہیں جو ان کو دیکھتی ہیں، تم کسی کے عیوب نکالو گے اور طعنہ زنی کروگے تو وہ تم پر یہی عمل کریں گے، اور بالفرض اگر اس نے صبر بھی کیا تو بات وہی ہے کہ اپنے ایک بھائی کی بدنامی اور تذلیل پر غور کریں تو اپنی ہی تذلیل وتحقیر ہے۔

علماء نے فرمایا ہے کہ: انسان کی سعادت اور خوش نصیبی اس میں ہے کہ اپنے عیوب پر نظر رکھے، ان کی اصلاح کی فکر میں لگا رہے، اور جو ایسا کرے گا اس کو دوسروں کے عیوب نکالنے اور بیان کرنے کی فرصت ہی نہ ملے گی، ہندوستان کے آخری مسلمان بادشاہ ظفر نے خوب فرمایا ہے ؎

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے لوگوں کے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو جہاں میں کوئی برا نہ رہا

(معارف القرآن ص۱۱۵ ج۸)

حدیث شریف میں بھی اس کی طرف رہنمائی کی گئی ہے:

(۱)......عن أبی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : يُبْصِر أحدُكم القَذاة فی عين أخيه ، و يَنْسی الجِذْعَ فی عينه۔

(صحیح ابن حبان ص۹۸۸ (ص۷۳ ج۱۳)، باب الغيبة ، كتاب الحظر والاباحة ، رقم الحديث: ۵۷۳۱)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کو اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا بھی نظر آجاتا ہے، لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر (کھجور کا تنہ) تک

بھی اسے نظر نہیں آتا۔

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ ماتحتوں کے ساتھ سزا کے بجائے شفقت اور نرمی کا معاملہ کیا جائے، ترغیب سے کام لے کر اصلاح کی جائے، اگر سخت مجبوری میں سزا کی نوبت آہی جائے تو اصلاح مقصود ہو، اپنا غصہ اور بھڑاس نکالنا مقصود نہ ہو، سر، چہرہ اور نازک اعضاء پر نہ مارا جائے، تین چپت سے زیادہ نہ مارا جائے، وہ بھی اس قدر کہ بچہ برداشت کر سکے، لکڑی کوڑے یا جوتے وغیرہ سے نہ مارا جائے، ورنہ سزا دینے والا خود مجرم اور بدلہ کا مستحق ہوگا۔

ارباب اہتمام سے ایک عاجزانہ درخواست

ارباب اہتمام سے میری ایک بہت عاجزانہ درخواست ہے کہ حفظ کلاس اور تجوید کے اساتذہ پر خصوصی نظر رکھی جائے، ان میں بعض قرآن کے یاد کرانے اور پختہ کرانے اور قراء تجوید اور قرآن کریم صحیح کرانے کے بہانے سے جو سزا دیتے ہیں، اس سے تو اللہ تعالی کی پناہ، ایسا لگتا ہے کہ ان کو اساتذہ کہنا بھی شاید درست نہ ہو، وہ تو سزا دیتے وقت انسان بھی نہیں رہتے۔

والله تعالى أعلم وعلمه أحكم واتم

مرغوب احمد لاجپوری

۶/ذیقعدہ ۱۴۴۵ھ، مطابق: ۱۵/مئی ۲۰۲۴

بروز بدھ

عورتوں سے اختلاط کا حکم

عورتوں کو گھر میں رہنے کا حکم، عورت سے تنہائی میں ملنے کی ممانعت، مردوں پر عورتوں سے بڑا مضر فتنہ کوئی نہیں، بلا محرم عورت کے لئے سفر کی ممانعت، غیر محرم کو سلام و مصافحہ کرنا، عورتوں کے لئے راستہ کے بیچ میں چلنے کی ممانعت، عورتوں کے لئے نماز اور طواف میں بھی مردوں سے اختلاط کی ممانعت، عورتوں کو بلا ضرورت باہر جا کر کمائی کرنا، عورت کا مرد ڈاکٹر سے علاج کرانا، نرس عورتوں کا مردوں کی خدمت کرنا، غیر محرم سے تعلیم لینا، شادی ہال میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط، پیر سے اختلاط، عامل سے اختلاط، عورت کا قاضی بننا، عورت کا پارلیمنٹ کا رکن بننا، سفر حج میں پردہ کا اہتمام، اور اختلاط کے مختلف مسائل پر مشتمل مفید اور کارآمد رسالہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عورتوں سے اختلاط کا حکم

سوال:......عورتوں سے اختلاط کہاں تک جائز ہے؟ اس وقت ہمارے معاشرہ میں اجنبی عورتوں کے ساتھ اختلاط کا مسئلہ بہت زیادہ پریشان کن ہوگیا ہے، ہر طرف عورتوں کے ساتھ اختلاط کے مناظر نظر آرہے ہیں، اب تو دینی پروگراموں اور مدرسہ کی تعلیم تک میں عورتوں اور مردوں کا اجتماع ہونے لگا ہے۔ بعض اہل علم بھی اس میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ اس مسئلہ پر تفصیلی بحث فرمائیں گے، شریعت نے کس حد تک اجنبی عورتوں سے اختلاط کی اجازت دی ہے؟ کیا کسی مجبوری میں عورت سے اختلاط کی اجازت ہے؟

الجواب: حامدا و مصلیا مسلما:......آپ کے سوال کا تفصیلی جواب تو ایک ضخیم کتاب چاہتا ہے۔ تاہم مختصرا اس مسئلہ پر چند باتیں لکھی جاتی ہیں، اللہ کرے راقم اور ناظرین کے لئے مفید ہوں۔

اسلام نے جن کبائر کی قباحت کو کھل کر بیان کیا ان میں زنا بھی ہے، شریعت مطہرہ نے زنا کی روک تھام کے لئے زنا کے دواعی کی بھی ممانعت فرمادی، جیسے عورت کو دیکھنا، بلا ضرورت بات کرنا، پھر عورت کے لئے حجاب کا حکم، بلا محرم سفر کی ممانعت، حتی کہ حج جیسے فریضہ کے لئے بھی محرم کی شرط لگادی، حتی الامکان گھر میں رہنا، بلاضرورت گھر سے نکلنے کی ممانعت وغیرہ۔ اسی میں اجنبی عورتوں کے ساتھ اختلاط کا حکم بھی ہے، شریعت مطہرہ نے بلا ضرورت عورتوں کے ساتھ اختلاط کو جائز قرار نہیں دیا۔ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے۔ (موسوعہ فقہیہ مترجم ص۱۳۲ ج۱۹ رعنوان: خلوۃ)

”وقد اتفق الفقهاء على أن الخلوة بالأجنبية محرم“۔ (موسوعہ فقہیہ ص۲۶۷ ج۱۹)

’’و الخلوة بالأجنبية يكره تحريما‘‘۔

(بزازیہ علی ھامش ہندیہ ص ۳۷۱ ج ۶، التاسع فی المتفرقات ، کتاب الکراهية)

ضرورت پڑ جائے تو بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کریں

شریعت مطہرہ نے عورتوں کو یہاں تک تعلیم دی کہ اگر کسی مجبوری میں اجنبی مردوں سے بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

(۱)...... ﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ ﴾۔

(پ:۲۲، سورۂ احزاب، آیت نمبر:۳۲)

ترجمہ:......لہٰذا تم نزاکت کے ساتھ بات مت کیا کرو، کبھی کوئی ایسا شخص بیجا لالچ کرنے لگے جس کے دل میں روگ ہوتا ہے۔

جب عورتوں کو حکم ہے کہ اگر کبھی مردوں سے بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کریں، تو بلا ضرورت اختلاط کی کب اجازت ہو سکتی ہے؟

عورتوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو

خود ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جیسی مثالی خواتین سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بوقت ضرورت کچھ کلام کی نوبت آئے تو کس طرح کا معاملہ کیا جائے، قرآن کریم کی رہنمائی یہ ہے:

(۲)...... ﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ﴾۔ (پ:۲۲، سورۂ احزاب، آیت نمبر:۵۳)

ترجمہ:......اور جب تمہیں نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ

طریقہ تمہارے دلوں کو بھی اور ان کے دلوں کو بھی زیادہ پاکیزہ رکھنے کا ذریعہ ہوگا۔

کیا ان آیات میں اختلاط کی صریح ممانعت نہیں ہے؟

عورتوں کو گھر میں رہنے کا حکم

اسلام کا فطری اور عقل میں آنے والا مزاج یہ ہے کہ عورت بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلے، اور کسی ضرورت سے نکلنا بھی پڑے تو پردہ کا اہتمام' سادہ کپڑا پہنا ہو' خوشبو سے پرہیز' راستہ کے ایک طرف کو چلے' مرد سے اختلاط نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ شرائط خود اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حتی الامکان عورت گھر میں رہے۔ اور جاہلیت اولیٰ کی طرح باہر نہ نکلے، حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

(۳)...... ﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى ﴾۔

ترجمہ:...... اور اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو، اور (غیر مردوں کو) بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو، جیسا کہ پہلی جاہلیت میں دکھایا جاتا تھا۔ (پ:۲۲ /سورۂ احزاب، آیت نمبر:۳۳)

'پہلی جاہلیت' سے اشارہ ہے کہ ایک جاہلیت آخر میں بھی آنے والی ہے

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے اس آیت کے تحت بڑی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے کہ:

پہلی جاہلیت سے مراد آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ ہے جس میں عورتیں بے حیائی کے ساتھ بناؤ سنگھار غیر مردوں کو دکھاتی پھرتی تھیں۔ اور ''پہلی جاہلیت'' کے لفظ سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ایک جاہلیت آخر میں بھی آنے والی ہے۔ اور کم از کم اس بے حیائی کے معاملے میں یہ جاہلیت ہماری آنکھوں کے سامنے اس طرح آچکی ہے کہ اس نے پہلی جاہلیت کو مات کر دیا ہے۔ (آسان ترجمہ)

شریعت مطہرہ نے عورتوں پر کمائی کا بوجھ نہیں ڈالا

شریعت مطہرہ نے عورتوں پر کمائی کا بوجھ نہیں ڈالا، بلکہ انہیں گھر میں رہنے کا حکم دیا، اور باپ اور شوہر پر یہ ذمہ داری ڈالی، اگر عورتوں کو کمانے کا مکلّف کر دیا جائے تو اختلاط سے بچنا بہت مشکل ہوتا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

(۴)......﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾۔ (پ:۵/سورۂ نساء، آیت نمبر:۳۴)

ترجمہ:......مرد عورتوں کے نگران ہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور کیونکہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

(۵)......﴿ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾۔

ترجمہ:......اور جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقے پر ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا خرچ اٹھائے۔ (پ:۲/سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۲۳۳)

عورت سے تنہائی میں ملنے اوراس کے پاس جانے کی ممانعت

آپ ﷺ نے کس قدر تاکید سے ارشاد فرمایا:

(۱)......عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : لا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامرأةٍ الا مع ذی مَحرم ، الخ۔

(بخاری، باب لا یخلون رجل بامراة الا ذو محرم ، الخ ، کتاب الرضاع ، رقم الحدیث:۵۲۳۳)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: محرم کے سوا کوئی مرد ہرگز (اجنبی) عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے۔

(۲)......عن عقبة بن عامر رضی الله عنه : انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : اِیّاکم والدُّخولَ علی النساء ، الخ۔

(بخاری، باب لا یخلون رجل بامراة الا ذو محرم ، الخ ، کتاب الرضاع ، رقم الحدیث:۵۲۳۲)

ترجمہ:......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم (اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔

(۳)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال :قال النبی صلی الله علیه وسلم :...... ولا یدخل علیها رجلٌ الا ومعها مَحرم ، الخ۔

(بخاری، باب حج النساء ، کتاب جزاء الصید ، رقم الحدیث:۱۸۶۲)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:.....عورت کے پاس کوئی شخص اسی وقت آئے جب اس کے پاس محرم ہو۔

(۴)......عن عقبة بن عامر رضی الله عنه : انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : ایّاکم والدّخولَ علی النِساء ، فقال رجل من الأنصار : یا رسول الله ! اَفَرَأیْتَ

الحَمْوَ ؟ قال : الحَمْوُ : الموت۔

(بخاری، باب لا یخلون رجل بامراۃ الا ذو محرم ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۵۲۳۲)

ترجمہ:......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم (اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے بچو، ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ بتائیے دیور کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دیور تو موت ہے۔

تشریح:......امام طبری نے کہا: عرب کے نزدیک ''الحَمُوُ'' اس کو کہتے ہیں جو شوہر کی طرف سے اس کا بھائی ہو یا باپ ہو یا چچا ہو۔ یہ سب ''الاحماء'' ہیں، ثعلب نے کہا: میں نے ابن الاعرابی سے پوچھا کہ ''الحَمْوُ : الموت'' کا کیا معنی ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ کلمہ ایسا ہے جیسے عرب کہتے ہیں: ''الاسد الموت'' یعنی شیر سے ملنا موت ہے، اور جیسے کہتے ہیں: ''السلطان نار'' یعنی سلطان آگ کی مثل ہے۔

(شرح ابن بطال ص۲۹۱/۲۹۳ ج۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔نعم الباری ص۶۹۸ ج۹)

(۵)......عن مولی عَمْرَو بْنِ العاص : أنّ عَمْرَو بْنَ العاص أرسَله الی علِیّ یستأذِنُه علی أسماء ابْنَةِ عُمَیْس فأذِن له ، حتّی اذا فرغ من حاجته سأل المَولی عَمْرو بنَ العاص عن ذلک ، فقال : انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهانا– أو نهی– أن نَدخُل علی النِّساء بغَیر اِذن أزواجِهن۔

(ترمذی باب ما جاء فی النّهی عن الدخول علی النساء ، ابواب الادب ، رقم الحدیث:۲۷۷۹)

ترجمہ:......حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام (عبدالرحمٰن بن ثابت رحمہ اللہ) سے روایت کرتے ہیں کہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت علی

رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، وہ ان سے اجازت طلب کر رہے تھے، حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے پاس جانے کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی (پس وہ گئے اور ضروری بات کی) یہاں تک کہ جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ (حضرت عبدالرحمٰن رحمہ اللہ) نے اس بارے میں ان سے پوچھا (کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت کیوں لی؟) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے ہمیں منع فرمایا ہے- یا فرمایا: نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ہم عورتوں کے پاس ان کے شوہروں کی اجازت کے بغیر جائیں۔ (مستفاد: تحفۃ الالمعی ص۵۴۴ ج۶)

عورت کے ساتھ تنہائی میں جمع ہونے پر شیطان کی معیت

(۶)......رُوِی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : لا یَخْلُوَنَّ رجل بامرأۃ الّا و کان ثالثَهُما الشیطان۔

(ترمذی باب ما جاء فی کراهیۃ الدخول علی المغیبات ، ابواب الرضاع ، رقم الحدیث:۱۱۷۱)

ترجمہ:......ایک حدیث مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: محرم کے سوا کوئی مرد ہرگز کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں جمع نہ ہو، مگر وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

(۷)......عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : لا تَلِجوا علی المغیبات ، فانّ الشیطان یجری من أحدِکم مَجْری الدّم ، الخ۔ (ترمذی، رقم الحدیث:۱۱۷۲)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان عورتوں کے پاس داخل نہ ہو جن کے شوہر (عرصہ سے سفر وغیرہ کی وجہ سے) غائب ہوں، کیونکہ بیشک شیطان تم میں خون کی رگوں کی طرح چلتا ہے۔

عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنے سے آسمان سے گر جانا بہتر ہے

(۸)......عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال : ايّاكم و المغيبات ' ألا فو الله أن الرجل ليدخل على المرأة فلأن يخر من السماء الى الارض أحب اليه من أن يزنى ، فما يزال الشيطان يخطب أحدهما الى الآخر حتى يجمع بينهما۔

(شرح ابن بطال ص۲۹۱ ج۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔باب لايخلون رجل بامراة الا ذو محرم والدخول على المغيبات ، تحت رقم الحديث:۲۸۴۲)

ترجمہ:......حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جن عورتوں کے خاوند غائب ہوں ان کے پاس آنے سے پرہیز کرو، سنو! اللہ تعالی کی قسم! جب کوئی مرد دوسری عورت پر داخل ہوتا ہے تو اس کا آسمان سے زمین پر گر جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ اس کے ساتھ زنا کرے، پس شیطان مسلسل ان کو وسوسہ میں ڈالتا رہتا ہے یہاں تک کہ ان کو ایک بستر پر جمع کر دیتا ہے، (یعنی زنا میں مبتلا کر دیتا ہے)۔(نعم الباری ص۶۹۸ ج۹)

مردوں پر عورتوں سے بڑا مضر فتنہ کوئی نہیں

(۹)......عن اُسامة بن زيد رضی الله عنهما عن النبی صلی الله عليه وسلم قال : ما تركتُ بعدی فتنةً أضرَّ على الرِّجال من النساء۔

(بخاری، باب ما يُتقى من شؤم المرأة ، الخ ، كتاب النكاح ، رقم الحديث:۵۰۹۶)

ترجمہ:......حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں پر عورتوں سے بڑا مضر فتنہ نہیں چھوڑا۔

تشریح:......یعنی مردوں کے حق میں عورتوں کا فتنہ ایک سنگین فتنہ ہے، اور حدیث کا سبق یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں کے فتنہ سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے، اور عورتوں کا فتنہ

مردوں کے لئے مختلف جہتوں سے ہوسکتا ہے، وہ حسن کے فتنے میں مبتلا کرسکتی ہیں، وہ شوہر کی عقل پر قبضہ کرسکتی ہیں، اور اس کو خاندان سے لڑا سکتی ہیں وغیرہ۔ اور مردوں کی احتیاط بھی مختلف جہتوں سے ہوتی ہے، مثلا: نامحرم پر نظر نہ ڈالے، یا بیوی کے فریب میں نہ آئے، بلکہ اپنی عقل سے کام لے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۵۴۴ ج ۶)

عورتوں کا نقصان دہ فتنہ یہ ہے کہ عورت اپنے بیٹے کو زیادہ حصہ دلاتی ہے اور اپنے شوہر کے دوسرے بیٹوں کو اتنا حصہ نہیں دلاتی۔ وہ عقل اور دین کی ادھوری ہونے کے باوجود مردوں کو ایسے کاموں پر مجبور کرتی ہیں جن کاموں میں ان کی عقل اور دین کا نقصان ہوتا ہے، مثلا: وہ مردوں کو (اس قدر) دنیا کمانے پر تیار کرتی ہیں جس کی وجہ سے وہ فرائض اور واجبات کی ادائیگی سے غافل ہوجاتے ہیں، اور آمدنی کے ناجائز ذرائع اختیار کرتے ہیں، اس سے بڑھ کر عورتوں کا فتنہ اور فساد کیا ہوگا؟۔

حدیث شریف میں ہے: عورتوں سے ڈرو، اس لئے کہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے آیا تھا۔

شیخ محمد بن صالح عثیمین اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے ان احادیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض عورتیں اپنے خاوند کے لئے مبارک ہوتی ہیں، اس کی نیکی اور تقوی پر مدد کرتی ہیں، اور اس کی اولاد کی اچھی تربیت کرتی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے: ہر عورت کے بارے میں یہ ارشاد نہیں فرمایا۔

(مستفاد: فتح الباری ص ۱۶۱ ج ۶۔ عمدۃ القاری ص ۱۲۶ ج ۲۰۔ شرح صحیح البخاری (عثیمین) ص ۴۴۷ ج ۴۔ نعم الباری ص ۴۵۱/۴۵۲ ج ۹)

آپ ﷺ نے نابینا مردوں سے اختلاط کو بھی گوارہ نہ فرمایا

غالبا اسی فتنہ کے سد باب کے لئے آپ ﷺ نے نابینا صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی اختلاط کو پسند نہیں فرمایا۔

(۱۰)......عن امّ سلمة رضی الله عنها قالت : كنت عند النبی صلی الله علیه وسلم و عنده میمونة فأقبل ابنُ اُمّ مَكْتوم ، وذلک بعد أن اُمِرْنا بالحجاب ، فقال النبی صلی الله علیه وسلم : اِحْتَجِبا منه ، فقلنا : یا رسول الله ! ألیس اعمی لا یُبْصِرنا، ولا یعرفُنا ؟ فقال النبی صلی الله علیه وسلم : أفَعَمْیَاوَانِ أنتُما ؟ ألَسْتُما تُبْصِرانِه ؟۔

(ابوداؤد، باب فی قوله تعالی :﴿ وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصٰرهنّ ﴾ ، کتاب اللباس ، رقم الحدیث:۴۱۱۲۔ترمذی، باب ما جاء فی احتجاب النّساء من الرجال ، ابوب الاستیذان والآداب ، رقم الحدیث:۲۷۷۸)

ترجمہ:......حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھی اور آپ کے پاس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی تشریف فرماتھیں، اتنے میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے - اور یہ واقعہ ہمیں پردہ کا حکم دیئے جانے کے بعد کا ہے - آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں ان سے پردہ کرو، تو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں، نہ ہمیں دیکھتے ہیں اور نہ ہمیں پہچانتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم دونوں ان کو نہیں دیکھتیں؟۔

دس سال کی عمر میں بھائی، بہن کے بستر علیحدہ کرنے کا حکم

اوراسی طرح فتنہ کے سد باب کے لئے آپ ﷺ نے بھائی بہن جب دس سال کی عمر کے ہوجائیں تو ان کے بستر علیحدہ کرنے کا حکم فرمایا۔

(۱۱)......قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : مُروا أولادکم بالصلوۃ و ھم أبناء سبع سنین ، وَاضرِبوھم علیھا وھم أبناء عشر سنین ، وفَرِّقُوا بینھم فی المَضَاجِعِ۔

(ابوداؤد، باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ ، کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث:۴۹۴)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جبکہ وہ سات سال کے ہوجائیں، اور وہ دس سال کے ہوجائیں (اور نماز چھوڑیں) تو ان کو ماریں، اور ان کے بستر علیحدہ کردو۔

تشریح:......دس سال کے بعد ہر ایک کے بستر الگ الگ ہونے چاہئے، اس لئے کہ دس سال کی عمر مظنۂ شہوت ہے۔ ایک شرح یہ بھی کی گئی کہ دو بھائی اگر ہوں تو بھی تفریق کرنی چاہئے، اور اگر بھائی' بہن ہوں تو پھر تفریق بطریق اولی ہوگی۔ اور یہ شرح اس وقت ہے جبکہ ''فَرِّقُوا'' کا عطف ''واضربوھم'' پر مانا جائے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ ''فَرِقُوا'' کا عطف ''مروا اولادکم'' پر ہو تو اس صورت میں عطف کا تقاضا یہ ہوگا کہ یہ تفریق ''فی المضاجع'' کا حکم سات سال ہی کی عمر میں ہو، لیکن ''درمختار'' وغیرہ میں دس سال ہی کے قول کو اختیار کیا گیا ہے۔ (مستفاد: الدر المنضود ص۴۸۶ ج۲)

نوٹ:......اس وقت کے ماحول میں جب سات سال سے بھی کم عمر کے بچوں کو جنسی تعلیم دی جاتی ہے، اور بے حیائی کے آلات واسباب کی وجہ سے بچپن ہی میں حیاء سوز واقعات رونما ہورہے ہیں، اس لئے سات سال کی عمر میں بستر علیحدہ کرنے کا حکم دیا جائے تو مناسب اور زمانہ کے احوال کے عین مطابق ہے، واللہ اعلم۔

بلا محرم عورت کے لئے سفر کی ممانعت

(۱۲)......عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال : قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لا

تسافر المرأة الا مع ذی مَحرم ، الخ۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔

(بخاری، باب حج النساء ، کتاب جزاء الصید ، رقم الحدیث:۱۸۶۲)

(۱۳)......عن أبی هریرة رضی الله عنه قال : قال النبی صلی الله علیه وسلم : لا یَحِلُّ لِاِمْرأةٍ تؤمن بالله والیوم الآخر أن تُسافِر مَسیرَة یومٍ ولیلةٍ لیس معها حُرُمَة۔

(بخاری، باب فی کم یقصر الصلوة ، کتاب تقصیر الصلوة ، رقم الحدیث:۱۰۸۸)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالی پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے حلال (اور جائز) نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کا سفر کرے۔

(۱۴)......قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :....ولا ینبغی لامرأة دخلت فی الاسلام أن تخرجَ من بیتها مُسافِرَةً الّا مع بَعْلٍ ' أو ذی محرم منها ، الخ۔

(مسند احمد ص۱۵۲ ج۱۸، تتمة مسند أبی سعید الخدری رضی الله عنه ، رقم الحدیث:۱۱۶۰۹)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان عورت کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر سے بلا شوہر یا بغیر محرم کے سفر پر نکلے۔

غیر محرم عورت کو سلام کرنا

اختلاط کی ممانعت میں یہ بھی شامل ہے کہ شریعت مطہرہ نے اس کی تعلیم دی ہے کہ جوان عورت جوان مرد کو اور جوان عورت جوان مرد کو سلام نہ کرے، اس لئے کہ اس میں فتنہ کا خوف ہے، البتہ عورت بوڑھے مرد کو اور مرد بوڑھی عورت کو سلام کر سکتے ہیں، اور سلام کا

جواب بھی دے سکتے ہیں۔ (مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۳۶۷ ج ۲۳)

البتہ عورتوں کی جماعت ہو یا خوف فتنہ نہ ہو تو سلام کرنے یا جواب دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۱۴۱ ج ۷، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

(۱)......عن یحی بن أبی کثیر قال : بلغنی أنه یکره أن یسلم الرجل علی النساء ، والنساء علی الرجال۔

(شعب الایمان ص ۴۶۰ ج ۵، فصل فی السلام علی النساء ، رقم الحدیث: ۸۸۹۶)

ترجمہ:......حضرت یحی بن ابی کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ: مردوں کا عورتوں کو اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

(۲)......کان قتادة یقول : أما امرأة من القواعد فلا بأس أن یسلم علیها وأما الثانیة فلا۔ (شعب الایمان ص ۴۶۰ ج ۵، فصل فی السلام علی النساء ، رقم الحدیث: ۸۸۹۷)

ترجمہ:......حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جو عورت قواعد میں سے ہو (یعنی بہت ضعیف ہو چکی ہو) اس کو سلام کرنے میں حرج نہیں، اور جوان عورت کو سلام کرنا جائز نہیں۔

قرآن کریم نے بھی بوڑھی عورتوں کو بعض احکام سے مستثنی کیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ م بِزِیْنَةٍ ط وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ﴾۔

ترجمہ:......اور جن بڑی بوڑھی عورتوں کو نکاح کی کوئی توقع نہ رہی ہو، ان کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے، (مثلا چادریں نامحرموں کے سامنے) اتار کر رکھ دیں، بشرطیکہ زینت کی نمائش نہ کریں، اور اگر وہ احتیاط ہی رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔ (پ: ۱۸ ر سورۂ نور، آیت نمبر: ۶۰)

اللہ تعالی کے فرمان عالی کی کیا شان ہے کہ ایک طرف بوڑھی عورتوں کو رخصت بھی دی، ساتھ ہی شرط لگا دی کہ زینت اور نمائش مقصود نہ ہو، پھر بھی احتیاط کا تقاضا یہی ہے وہ اس رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل کریں۔

(۳)......اذا سلمت المراة الاجنبية على رجل ان كانت عجوزا رد الرجل عليها السلام بلسانه بصوت وان كانت شابة رد عليها فى نفسه وكذا الرجل اذا سلم على امراة اجنبية فالجواب فيه العكس۔

(شامی ص۵۳۰ ج۹، فصل فی النظر والمس ، کتاب الحظر والاباحة ، ط : مكتبة دار الباز، مكة)

(۴)......ان السلام يكره على المرأة الشابة والامرد ' وان سلما لا يجب الجواب ، قلت : وهذا عند خوف الفتنة۔(تفسیر مظہری ص۱۸۵ ج۳، سورۂ نساء، آیت نمبر:۸۶)

(۵)......ولو سلم على جمع نسوة وجب رد احداهن اذا لا يخشى فتنة حينئذ۔

(روح المعانی ص۹۹ ج۵، تحت قوله : ﴿ واذا حييتم بتحية ، الخ ﴾ سورۂ نساء، آیت نمبر:۸۶)

غیر محرم عورت کو مصافحہ کرنا

اختلاط کی ممانعت میں یہ بھی شامل ہے کہ شریعت مطہرہ نے اس کی تعلیم دی ہے کہ عورت سے قطعا مصافحہ نہ کیا جائے، یہ ناجائز ہے اور معانقہ کرنا حرام ہے۔ بہت بوڑھی عورت ہو تو اس سے مصافحہ اور سر پر ہاتھ پھیروانا جائز ہے، مگر معانقہ اس سے بھی جائز نہیں۔

(مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص۳۹۲ ج۲۳۔ فتاوی دار العلوم زکریا ص۴۴۱ ج۷، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

(۱)......عن عائشة رضى الله عنها قالت :.... والله ما مَسَّتْ يدُ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم يدَ امرأةٍ قَطُّ غير أنه بايعهُنَّ بالكلام ، الخ۔

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اللہ تعالی کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھویا، البتہ آپ ﷺ ان سے اپنے کلام کے ساتھ بیعت فرماتے۔ (بخاری، باب حج النساء ، کتاب الخلع ، رقم الحديث:۵۲۸۸)

(۲)......عن اُميمة بنت رُقيقة رضى الله عنها تقول : جِئتُ النبى صلى الله عليه وسلم فى نِسوةٍ نُبايِعُه فقال لنا : فيما استطعتنَّ و اَطَقْتُنَّ ، انِّى لا اُصافِح النِّساء۔

(ابن ماجہ، باب بيعة النساء ، كتاب الجهاد ، رقم الحديث:۲۸۷۴)

ترجمہ:......حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں چند عورتوں کے ساتھ بیعت کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، تو آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا: بقدر طاقت و استطاعت اطاعت کرو، میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

(۳)......عن معقل بن يسار رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " لأن يطعن فى رأس أحدكم بمخبط من حديد ، خير له من أن يمس امرأة لا تحل له " ، رواه الطبرانى ، ورجاله رجال الصحيح۔

(مجمع الزوائد ص ۴۲۶ ج ۴، باب النهى عن الخلوة ، كتاب النكاح ، رقم الحديث:۷۷۱۸)

ترجمہ:......حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کے ڈنڈے سے مارا جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ کوئی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں۔

(۴)......حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: میں عورتوں سے بیعت میں ان کے ہاتھ کو بالکل نہیں چھوتا۔

(ابن سعد ص ۸ ج ۶، شمائل کبری ص ۳۱۲، ط: زمزم پبلشرز، کراچی)

(۵)......حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ: میں بیعت ہونے کے لئے آپ ﷺ کی خدمت میں آئی تاکہ عورتوں کی جماعت کے ساتھ بیعت ہوجاؤں، پس آپ ﷺ کی چچازاد بہن نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سامنے کردیا تاکہ آپ ﷺ ہاتھ پکڑ کر بیعت فرمالیں، تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ جوڑے رکھے اور فرمایا: میں عورتوں کا ہاتھ پکڑ کر بیعت نہیں کرتا۔ (ابن سعد ص ۸ ج ۵، شمائل کبری ص ۳۱۲، ط: زمزم پبلشرز، کراچی)

(۶)......الا من أجنبية فلا يحل مس وجهها و كفها وان أمن الشهوة ' لانه أغلظ ' ولذا ثبت به حرمة المصاهرة ' وهذا فى الشابة ، أما العجوز التى لا تشتهى فلا بأس بمصافحتها ومس يدها اذا أمن۔

(شامی ص ۵۲۹ ج ۹، باب الاستبراء ، كتاب الحظر والاباحة ، ط : مكتبة دار الباز، مكة)

عورتوں کو راستہ کے بیچ میں چلنے کی ممانعت

شریعت مطہرہ نے اختلاط سے بچنے کا اس قدر اہتمام فرمایا کہ عورتوں کو حکم دیا کہ وہ راستہ کے درمیان میں نہ چلیں، بلکہ راستہ کے کنارہ پر چلیں تاکہ مردوں سے ملنا جلنا نہ ہو۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص ۲۳۳ ج ۱۹، مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

(۱)......عن أبى هريرة رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ليس للنساء وسط الطريق۔

(شعب الایمان بیہقی ص ۱۷۴ ج ۶، باب الحياء ، فصل فى حجاب النساء والتغليظ فى سترهن ، رقم الحديث: ۷۸۲۳)

ترجمہ:......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے لئے راستہ کا بیچ (اور وسط) نہیں ہے۔ (یعنی عورتیں راستہ کے کنارہ پر چلیں،

تاکہ مردوں سے اختلاط نہ ہو)۔

تشریح:......''ابوداؤد شریف'' کی روایت میں ہے'' ليس لكُنّ أن تَحقُقنَ الطّريق''۔

(ابوداؤد، باب في مشى النّساء مع الرجال فى الطريق ، كتاب الادب ، رقم الحديث:۵۲۷۲)

یعنی آپ ﷺ نے عورتوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ: مناسب نہیں کہ'' حاقّ الطریق'' میں چلو یعنی سڑک کے بیچ میں، تمہارے ضروری ہے کہ سڑک کے کنارہ کو اختیار کرو۔

(الدر المنضود ص۶۹۳ ج۶)

مرد (اجنبی) عورتوں کے درمیان میں نہ چلے

مرد اور عورتوں کا راستہ میں چلتے وقت بھی اختلاط منع ہے۔

(۱)......عن أبن عمر رضى الله عنهما انّ النبى صلى الله عليه وسلم نهى أن يَمْشِىَ -يعنى الرجل- بين المرأتين۔

(ابوداؤد، باب في مشى النّساء مع الرجال فى الطريق ، كتاب الادب ، رقم الحديث:۵۲۷۳)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ: مرد (اجنبی) عورتوں کے درمیان میں چلے۔

تشریح:......یعنی راستے میں چلتے وقت مرد کو عورتوں سے علیحدہ ہو کر چلنا چاہئے۔

(الدر المنضود ص۶۹۳ ج۶)

قرآن کریم نے حضرت شعیب علیہ الصلوۃ والسلام کی صاحبزادی کے چلنے کا ذکر فرمایا تو شرم وحیاء کا ایک خاص انداز بیان فرمایا ہے، حالانکہ اس وقت با قاعدہ پردہ کے احکام نہیں تھے۔

﴿ فَجَآءَ تْهُ اِحْدٰ هُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ﴾۔(پ:۲۰،سورۂ قصص، آیت نمبر:۲۵)

ترجمہ:......تھوڑی دیر کے بعد ان دونوں عورتوں میں سے ایک ان کے پاس شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی۔

تفسیر:......معلوم ہوا کہ اگر چہ اس وقت پردے کے باقاعدہ احکام نہیں تھے جو قرآن کریم نے عطا فرمائے ہیں، لیکن خواتین شرم و حیا کے لباس میں رہتی تھیں، اور مردوں سے معاملات کرتے وقت شرم و حیا کو پوری طرح ملحوظ رکھتی تھیں، چنانچہ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور سعید بن منصور نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ: یہ خاتون جب آئیں تو انہوں نے اپنی قمیص کی آستین اپنے چہرے پر رکھی ہوئی تھی۔

(مستفاد: آسان ترجمہ، از: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ)

عورتوں کے لئے طواف میں اختلاط کی ممانعت

(۱)......كانت عائشة رضى الله عنها تطوف حجرة من الرجال لا تخالطهم، الخ۔

(بخاری، باب طواف النساء مع الرجال، كتاب الحج، رقم الحديث:۱۶۱۸)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے علیحدہ ہو کر طواف کرتی تھیں ان کے ساتھ مل کر نہیں کرتی تھیں۔

(۲)......عن أُمّ سلمة زوج النبى صلى الله عليه وسلم قالت: شَكَوْتُ الى رسول الله صلى الله عليه وسلم أنِّى أشْتَكى، فقال: طُوفى من وراء النّاس وأنتِ راكِبةٌ، الخ۔(بخاری، باب طواف النساء مع الرجال، كتاب الحج، رقم الحديث:۱۶۱۹)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سواری پر طواف کرو۔

عورتوں کے لئے حجر اسود کے استلام میں اختلاط کی ممانعت

(۱)......فقالت امرأة : انطَلِقي نَستَلِمُ يا اُمّ المؤمنين ، قالت : انطَلِقي عَنکِ ، وابَتْ ، الخ ۔(بخاری، باب طواف النساء مع الرجال ، کتاب الحج ، رقم الحديث:۱۶۱۸)

ترجمہ:......ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ام المومنین! چلئے (حجر اسود کا بوسہ دیں اور) استلام کرلیں تو آپ نے فرمایا: تم جاؤ، (آپ خود نہیں گئیں) اور انکار کردیا۔ (تنہائی میں آپ استلام کرتی تھیں لوگوں کے ہجوم میں مردوں کے اختلاط کی وجہ سے انکار کردیا)۔

(۲)......ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ طواف کیا، جب حجر اسود کے پاس آئی تو اس نے کہا: اے ام المؤمنین! کیا آپ استلام نہیں کریں گی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا عورتیں اور کیا استلام رکن! چلی جاؤ۔ (فضل الحجر الاسود ص ۶۶)

(۳)......ایک دفعہ حج کے موقع پر چند عورتوں نے عرض کیا: اے ام المؤمنین! چلئے حجر اسود کو بوسہ دیں! فرمایا: تم جاسکتی ہو، میں مردوں کے ہجوم میں نہیں جاسکتی۔

(سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا ص ۱۶۸، بعنوان: پردہ کا اہتمام)

(۴)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک آزاد کردہ عورت آپ کی خدمت میں آئی اور کہا: میں نے تین مرتبہ حجر اسود کا استلام طواف کے سات چکروں میں کرلیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالی تجھے کوئی اجر نہ دے (یہ جملہ دو یا تین مرتبہ فرمایا) مردوں سے دھکم دھکا کرتی ہو، کیوں تکبیر پر اکتفانہ کیا اور گذر جاتی؟۔

(الام للشافعی ص۱۷۲ ج ۲۔ فاکھی ص۱۲۲ ج ۱۔ السنن الکبری للبیھقی ص۸۱ ج ۵۔ فضل الحجر الاسود ص۶۷)

(۵)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت سے فرمایا: حجر اسود کے سامنے آؤ مزاحمت نہ کرو، اگر تنہائی دیکھو تو استلام کرو اور اگر ہجوم دیکھو تو تکبیر پڑھو اور تہلیل کہو اور کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔(فضل الحجر الاسود ص ۶۷)

(۶)......حضرت عطاء رحمہ اللہ نے ایک عورت کو دیکھا کہ حجر اسود کے استلام کا ارادہ کررہی ہے تو آپ نے زور سے ڈانٹا اور فرمایا: اپنے ہاتھ کو ڈھانپ لو عورتوں کے لئے استلام نہیں (مردوں کے ہجوم میں بے پردگی ہوتی ہے ورنہ استلام کی اجازت ضرور ہے)۔

(فضل الحجر الاسود ص ۶۷۔ تحفۂ حرم ص ۱۴۷۔ مرغوب المسائل ص ۱۶۷/۱۶۸ ج ۲)

مدارس میں عورتوں سے اختلاط اور بلا پردہ اسباق

اس وقت بنات کے مدارس اور جامعات کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ چل پڑا ہے، اور ان میں کئی مدارس تو بلا ضرورت تعمیر کئے گئے ہیں، ان میں بہت سے مدارس اہل اللہ اور خدا ترس مہتمم کی نگرانی میں چل رہے ہیں، اور ان کے فوائد بھی نظروں کے سامنے ہیں، مگر بعض مدارس کے نا خدا ترس مہتمم حضرات کے افعال نے ان مدارس کی عزت کو پامال کر دیا۔ حتی الامکان تو کوشش کرنی چاہیئے کہ بنات کے مدارس میں کوئی استاذ بھی مرد نہ ہو، اور انتظام بھی عورتوں کے سپرد ہو، کسی اشد ضرورت سے مرد کو کسی قسم کی ذمہ داری ادا کرنی پڑے تو بہت احتیاط سے یہ کام انجام دے، اس میں کسی غیر محرم سے کسی قسم کا اختلاط نہ ہو، اور نہ بلا ضرورت بات چیت ہو۔

اب بعض مدارس میں استاذ بلا کسی پردہ کے بچیوں کو سبق پڑھاتا ہے، یہ قطعاً جائز نہیں، بچیوں اور طالبات کے والدین کو پوری نگرانی رکھنی چاہیئے، اگر کسی مدرسہ میں اس طرح کے اسباق ہوتے ہوں تو فوراً اس کے خلاف نوٹس لی جائے، اور اس کو رکوانے کی پوری کوشش

کرنی چاہئے، اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو اپنی بچی کو فوراً وہاں سے نکال لیں، اور کسی اچھے مدرسہ میں بھیجیں۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص۲۷۱ ج ۱۵۔ ص ۳۹۶ ج ۱۴۔ احسن الفتاوی ص ۶۱ ج ۸۔ فتاوی قاسمیہ ص ۳۲۲ ۳۸۸/۳۹۴/۳۹۵/۳۹۹/۴۰۳/۴۱۳/۴۱۴ ج ۳)

مجلس وعظ یا درس تفسیر وغیرہ میں مرد وعورت کا اختلاط

کسی دینی پروگرام، مجلس وعظ وتقریر ہو، یا درس تفسیر ہو، اس میں بلا پردہ مرد وعورت کا اختلاط ہو تو ایسی دینی مجالس بھی جائز نہیں، یہ دین کے نام پر بے دینی کے پروگرام ہیں۔

افسوس ہے کہ بعض اہل علم کی طرف سے اس قسم کی مجالس شروع ہو رہی ہیں، اور اپنے اس ناجائز عمل کی تاویل کی جارہی ہے، اور جواز کے قیاس مع الفارق پر مشتمل دلائل دیئے جارہے ہیں۔ گھر کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ اس طرح کے مخلوط پروگراموں میں عورتوں کو جانے سے حکمت اور نرمی سے روکیں، اور ان کا دینی ذہن بنائیں۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ص ۶۱ ج ۸۔ فتاوی قاسمیہ ص ۴۱۲ ج ۳)

مطلقہ یا بیوہ کا اجنبی مرد کے ساتھ ایک گھر میں رہنا

اختلاط کی ممانعت کی وجہ سے یہ حکم ہے کہ کوئی بیوہ یا مطلقہ عورت کسی اجنبی مرد کے ساتھ کسی مکان میں- چاہے اس کا کمرہ الگ ہو- نہ رہے، اس لئے کہ کمرہ علیحدہ ہے، مگر مطبخ، بیت الخلاء، حمام وغیرہ مشترک ہوتا ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص۲۲۱ ج ۷، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

اجنبی مرد کے ساتھ کار میں سوار ہونے کا حکم

آج کے دور میں اکثر مالدار لوگ کسی آدمی کو ڈرائیور رکھتے ہیں، اور ان کی بیوی یا بالغ بچی اس کے ساتھ سواری کرتی ہے، یہ بہت خطرناک ہے اور نا جائز ہے، اس میں خلوت بالاجنبیہ ہے، اور احادیث میں اس کی سخت ممانعت وارد ہوئی ہے، اس معاملہ میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ کئی ناخوش گوار واقعات اس ناجائز کام کی وجہ سے رونما ہوئے۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ص۱۵۱ ج ۸۔ فتاوی دار العلوم زکریا ص۲۲۹ ج ۷، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

عورت کا اجنبی مرد سے ڈرائیونگ سیکھنا

مکمل پردہ کی رعایت کے ساتھ عورت کو ڈرائیونگ کی اجازت تو ہے، مختلف صحابیات سے گھوڑے کی سواری کرنا ثابت ہے۔ ہاں یہ شرط ہے کہ ڈرائیونگ سکھانے والا کوئی محرم ہو، یا عورت ہو، کسی اجنبی مرد سے ڈرائیونگ سیکھنا جائز نہیں، ڈرائیونگ سیکھنے میں مرد کے پہلو میں بیٹھنا پڑے گا، اس سے بات چیت کرنی پڑے گی، بے پردگی ہوگی، اجنبی کے ساتھ خلوت کا موقع آئے گا، اس لئے اجنبی سے ڈرائیونگ سیکھنا جائز نہیں۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص۲۳۴/۲۳۹ ج ۷، ط: دیوبند۔ فتاوی رحیمیہ ص۴۲۵ ج ۶)

لفٹ میں اجنبی کے ساتھ خلوت کا حکم

عام طور پر لفٹ جب چلتی ہے تو عمارت کے بعض حصوں میں لوگوں کی آنکھوں سے غائب ہوتی ہے، اور لفٹ کا کمرہ چھوٹا سا ہوتا ہے جس میں خوف فتنہ ہے، اس لئے لفٹ میں بھی خلوت مناسب نہیں۔ ہاں اگر دوسرے لوگ موجود ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۲۱۷ ج ۷، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

عورت کا مرد درزی سے کپڑا سلوانے کے لئے ناپ دینا

بعض عورتیں مرد درزی سے کپڑے سلواتی ہیں، یہ تو من وجہ ٹھیک ہے، مگر ناپ دینے کے لئے درزی کا عورت کے بدن کو چھونا ناجائز ہے، اس طرح کی بے غیرتی کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔

اجنبی مردوں کے ہاتھ سے چوڑیاں پہننا

اسی طرح غیر محرم مردوں کے ہاتھ سے عورت کی کلائی پکڑ کر چوڑیاں پہننا حرام ہے۔ اگر پکڑتے وقت شہوت ابھر جائے تو اس عورت کی نسل کی کسی لڑکی کے ساتھ اس کا نکاح ہمیشہ کے لئے ناجائز ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ص ۳۱ ج ۸۔ فتاوی قاسمیہ ص ۵۷۹ ج ۲۳)

عورت کا مرد سے بال کٹوانا

بعض عورتیں بیوٹی پارلر میں جا کر مردوں سے اپنے بال نکلواتی ہیں، یا دکان میں جا کر مردوں سے بال کٹواتی ہیں، یہ بھی ناجائز ہے۔ شریعت کی حد میں رہ کر زیب و زینت کی گنجائش ہے، لیکن حدود شریعت کو پھلانک کر زیب و زینت کرنا جائز نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۳۶۷ ج ۷، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

عورتوں کا مرد ڈاکٹر سے علاج کرانا

عورتوں کا مرد ڈاکٹر سے علاج کرنا بھی بلاضرورت جائز نہیں، اس وقت تلاش کرنے سے عورت ڈاکٹرنی بآسانی مل جاتی ہے۔ اسی طرح آنکھ اور دانت وغیرہ امراض کے سلسلہ میں مرد ڈاکٹر سے علاج کرانا جس میں عورت کو چھونا بھی پڑتا ہے بلاضرورت جائز نہیں، ہاں اگر عورت ڈاکٹر نہ مل سکے اور مجبوری ہو تو بقدر ضرورت مرد سے علاج کرانے کی اجازت ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی (جدید مطول حاشیہ) ص ۳۸۴ ج ۷، سوال نمبر: ۱۹۵۱)

اگر عورت کے دانت کالے داغ کی وجہ سے بدنما ہو جائیں تو مردوں سے اس کا علاج درست نہیں، اس لئے کہ یہ علاج زینت کے لئے ہے، ضرورت کے لئے نہیں۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص ۲۷ ج ۸، مسائل حجاب۔ مطبوعہ: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر)

نرس عورتوں کا مردوں کی خدمت کرنا جائز نہیں

نرس عورتوں کا مردوں کی خدمت کرنا - جس میں اعضائے مستورہ کو چھونا بھی پڑتا ہے - جائز نہیں۔ حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے مسئلہ لکھا ہے کہ: اگر کسی مرد کا انتقال ہو جائے اور وہاں کوئی مرد نہ ہو اور صرف عورتیں ہوں تو عورتوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ مردہ آدمی کو غسل دیں، بلکہ ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمّم کرادیں (البتہ بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے) جب مرد کو غسل کرانا عورت کے لئے جائز نہیں تو خدمت کرنا کیسے جائز ہوگا؟ در اصل نرسنگ کا موجودہ نظام بے خدا قوموں کا رائج کردہ ہے۔ اسلامی شریعت میں مردوں کی تیمارداری کے لئے مرد اور عورتوں کی تیمارداری کے لئے عورتیں ہونی چاہئیں۔

(مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل (جدید) ص ۶۶/۸۸/۹۰ ج ۸)

اسکول سے عورت ٹیچر کا بالغ بچوں کے ساتھ سیر وتفریح کے لئے جانا

تعلیمی ادارے سے عورت ٹیچر کا بالغ بچوں کے ساتھ سیر وتفریح کے لئے جانا بھی جائز نہیں۔اگر وہ سفر سفر شرعی سے دور ہوتو اس میں مزید قباحت یہ ہے کہ ایک تو اجنبی کے ساتھ سفر، پھر بلا محرم کے سفر۔(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۲۳۱ ج ۷، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیو بند)

عورتوں کا بالغ بچوں کو اسکول میں پڑھانا جائز نہیں

عورتوں کا بالغ بچوں کو اسکول میں پڑھانا بھی جائز نہیں، اس میں اجنبیوں کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے۔اسی طرح لڑکیوں کا غیر محرم مردوں سے بے پردہ پڑھنا بھی جائز نہیں۔

(مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۴۲۱ ج ۲۴۔آپ کے سائل اوران کا حل (جدید) ص ۹۸/۹۹ ج ۸)

دفاتر میں مردوں کے ساتھ کام کرنا

دفاتر اور دکانوں میں عورت کا مرد کے ساتھ کام کرنا بھی جائز نہیں، اس میں تنہائی اور اختلاط کے مواقع بکثرت آتے ہیں، اور اس سے فتنہ میں پڑنے کا قوی امکان ہے۔

(مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۵۶۷ ج ۲۳)

عورت کا گھر سے باہر کام کرنے کے لئے جانا

اسلام نے عورت کو گھر کی ملکہ بنایا ہے، اور اس کے جسم کی ساخت بھی مرد سے مختلف ہے، اس پر خارجی عمل کا بارڈالنا ناانصافی اور ظلم ہے، اور اس کے چند اسباب ہیں:

(۱)......حیض کی حالت میں عورت کی طبیعت پر ایک قسم کا بوجھ ہوتا ہے۔

(۲)......حمل کی تکالیف کے ساتھ باہر کا کام کرنا انتہائی مشکل ہے۔

(۳)......ولادت ونفاس کے دنوں میں عورت کو مکمل آرام وراحت کی بے حد ضرورت

ہوتی ہے۔

(۴)...... بچے کو دودھ پلانے اور پرورش کے زمانہ میں عورت کو گھر میں رہنے کی بطور خاص ضرورت پڑتی ہے۔

باہر جا کر کام کرنے کے ناجائز ہونے کی وجوہ:

(۱)......عورت کے لئے گھر سے باہر نکلتے وقت مکمل از سرتا پا پردہ پوشی لازم اور واجب ہے،

(۲)......فتنہ انگیز سفر عورت کے لئے ممنوع ہے، اور آج کے دور میں یہ کام کے لوازمات میں سے ہے۔

(۳)......اجانب کے ساتھ اختلاط نصوص شرعیہ کی روشنی میں ناجائز ہے۔

(۴)...... بے پردگی اور مواضع زینت ومحاسن جسم کے اظہار میں اکثر عورتیں ملوث ہیں۔

(۵)......امور خانہ داری کے حسن انتظام سے فرصت کہاں؟۔

ہاں اگر عورت کے لئے زندگی گذارنے کا کوئی انتظام نہ ہو، اور مجبوری سے کسی عورت کو کام کے لئے گھر سے نکلنا پڑے تو درج ذیل شرائط کی رعایت کے ساتھ نکل سکتی ہے:

(۱)......شوہر یا ولی اور سرپرست کی اجازت ضروری ہے۔

(۲)......نقاب پہن کر نکلے، اور سادہ برقعہ پہن کر نکلے، نقش ونگار والے برقعہ سے اجتناب کرے۔

(۳)......کوئی خوشبو، پاوڈر نہ لگائے، یعنی بناؤ سنگار نہ کرے۔

(۴)......سفر شرعی میں شوہر یا محرم ساتھ ہو۔

(۵)......اجنبی مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو، اور فتنہ کا خوف نہ ہو۔

(۶)...... ہر وہ ملازمت ناجائز اور ممنوع ہے جس میں مرد کے ساتھ خلوت اور تنہائی لازم

آتی ہو۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۲۱۶/۲۱۵ ج ۷، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

شادی ہال اور ریسٹوران میں مردوں وعورتوں کا اختلاط کرنا اور کھانا کھانا

شادی ہال میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط کرنا اور کھانا کھانا وغیرہ بھی ناجائز ہے، اور اس گناہ میں دعوت کرنے والا برابر کا شریک ہے۔

اسی ریسٹوران میں مختلف فیملیوں کا مل کر کھانا کھانے کے لئے جانا اور اختلاط کرنا بھی جائز نہیں۔ اس قسم کی بے حیائی سے کتنے غلط واقعات ہوئے، مگر ہماری بے غیرتی کہ ہمیں اس کا کوئی احساس ہی نہیں۔

عورتوں کا بغیر محرم کے مزاروں پر جانا جائز نہیں

عورتوں کا بغیر محرم کے مزاروں پر جانا اور وہاں بدعات اور خرافات میں حصہ لینا اور اجنبی مردوں سے اختلاط کرنا بھی جائز نہیں۔ (مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۵۰۰ ج ۲۴)

پیر سے اختلاط بھی حرام ہے

اس فتنہ کے دور میں ایسے واقعات بھی ہو رہے ہیں کہ پیر صاحب اپنی جوان مریدنی سے پردہ نہیں کرتے۔ یہ ناجائز اور حرام ہے، ایسا پیر' پیر نہیں فاسق ہے، اور خود گمراہ ہے، اس سے بیعت ہونا بھی جائز نہیں۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند مکمل، مدلل ص ۶۹ ج ۱۷۔ کتاب الفتاوی ص ۱۰۱ ج ۶۔ آپ کے مسائل اوران کا حل (جدید) ص ۹۶ ج ۸)

عورتوں کو خلوت میں بیعت کرنا جائز نہیں

عورتوں کو خلوت میں بیعت کرنا جائز نہیں، کوئی محرم مرد یا کوئی عورت محرمہ ساتھ ہونے

چاہئے۔

عورت کو علیحدہ مکان میں وظیفہ بتانا، بلامحرم حلقہ کرانا جائز نہیں

پیر کا عورت کو علیحدہ مکان میں لے جا کر وظیفہ بتانا بھی جائز نہیں۔ پیر کا عورت کو بلامحرم حلقہ (ذکر وغیرہ کا) کرانا جائز نہیں۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند مکمل، مدلل ص ۱۷ ج ۱۷)

علاج کے لئے بھی عامل سے اختلاط جائز نہیں

بعض عورتیں تعویز گنڈا لینے کے لئے یا اپنے علاج کے لئے عامل سے بلامحرم ملتی ہیں، یہ بھی حرام اور ناجائز ہے۔ ایسے عامل بھی فاسق ہیں جو اجنبی عورتوں سے تنہائی میں ملتے ہیں اور ان کا علاج کرتے ہیں، (حقیقت میں وہ علاج نہیں کچھ اور کرتے ہیں، کما لا یخفی) اگر واقعی کوئی عورت بیمار ہے اور کوئی عامل جو اللہ تعالی سے ڈرنے والا ہو اور فن کو جانتا بھی ہو سے اگر علاج کی ضرورت ہو تو بلامحرم ہرگز تنہائی میں اس سے علاج نہیں کرانا چاہئے۔ غلط قسم کے جاہل عاملوں کے دسیوں نہیں سینکڑوں شرمناک واقعات ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ (مستفاد: کتاب النوازل ص ۳۱۵ ج ۱۶)

عورت کا قاضی بننا

اختلاط کی وجہ سے عورت کا منصب قضا پر فائز ہونا عورت کے لئے فقہاء نے پسند نہیں کیا۔ اکثر فقہاء کے نزدیک خواتین قاضی نہیں بن سکتیں۔ عورت کا قاضی بننا مکروہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حدود و قصاص کے مقدمات میں عورت قاضی نہیں بن سکتی، لیکن دوسرے مقدمات میں وہ قاضی بن سکتی ہے، البتہ خود حنفیہ کے یہاں بھی عورت کو عہدۂ قضا پر مامور کرنا باعث گناہ ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے عورت کو منصب قضا کے واسطے ناموزوں ہونے کی دو بنیادی وجوہ لکھی ہیں:

ایک یہ کہ عورت کا معاملہ ستر کا ہے وہ پردہ میں رہے اور گھر میں رہے، بلاضرورت شرعی یا طبعی گھر سے باہر نہ نکلے، جبکہ منصب امارت وقضا قبول کرنے کی صورت میں بار بار باہر نکلنے اور مردوں کے ساتھ اختلاط کی صورت میں بے پردہ ہوجانے کا یقین جازم ہے، لہذا عورت کا مزاج اور فطرت منصب امارت وقضا کے لئے اہل نہیں، اس لئے موزوں نہیں۔

(مستفاد: جواہر الفتاوی ص ۳۵۵ ج ۱۔ فتاوی دار العلوم زکریا ص ۱۵۸ ج ۸۔ قاموس الفقہ ص ۵۱۴ ج ۴، عنوان: قضاء)

عورت کا پارلیمنٹ کا رکن بننا

عورت کے لئے سیاست اور پارلیمنٹ کا رکن بننا یا ووٹ میں شرکت کرنا درست ہے یا نہیں؟ تو حدود شریعت مثلا پردہ وغیرہ کی رعایت کے ساتھ گنجائش ہے، لیکن فی زماننا عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط بہت زیادہ خطرناک ہے، اور فتنہ کا اندیشہ ہے، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے، یہ عمل کوئی مستحسن نہیں، اس لئے کونسل یا اسمبلی کی شرکت عورتوں کے لئے متعذر رہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۱۹۳ ج ۸، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند۔ کفایت المفتی ص ۲۶۱ ج ۳۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے! فتاوی حقانیہ ۲۹۶/۲۹۷ ج ۲۔ امداد الفتاوی ۱۰۳ ج ۵۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۵۶۰ ج ۷)

مسجد میں نماز کی صف بلا پردہ کے ہونے پر اعتراض اور اس کا جواب

بعض حضرات نے اختلاط کے جواز پر دلیل دیتے ہوئے کہا کہ: آپ ﷺ کے دور میں عورتیں نماز میں مردوں کی صف کے پیچھے بلا کسی پردہ کے نماز پڑھتی تھیں، اگر اختلاط کی ممانعت ہوتی تو عورتوں کو علیحدہ جگہ پر نماز کا حکم ہوتا؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بیشک اس خیر القرون میں اور آپ ﷺ کی موجودگی والے پاکیزہ دور میں عورتیں مردوں کی صف کے پیچھے نماز پڑھتی تھیں، مگر انہیں حکم تھا کہ مردوں سے اختلاط نہ ہو۔ اس بارکت دور میں عورتوں کے لئے مسجد میں آنے کے لئے کس قدر احتیاط برتی جاتی تھی، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ: مرد اور عورتوں کے دروازے علیحدہ ہوں، عورتیں فرض نماز کے بعد فوراً اٹھ جاتی تھیں، تا کہ مردوں سے اختلاط نہ ہو، نماز کے بعد فوراً عورتیں اپنی چادروں میں لپٹ کر واپس ہو جاتی تھیں، اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا، راستہ کے درمیان چلنے سے روک دیا گیا۔ احادیث ملاحظہ ہوں:

مرد اور عورتوں کے دروازے علیحدہ ہوں

(۱)......عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو تركنا هذا الباب للنساء ، قال نافع رحمه الله : فلم يدخل منه ابن عمر رضی الله عنهما حتى مات۔

(ابوداؤد، باب : فی اعتزال النساء فی المساجد عن الرجال ، رقم الحدیث:۴۶۰)

ترجمہ:......حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے (مسجد نبوی کے ایک دروازے کی طرف اشارہ کر کے) فرمایا: ہم اس دروازے کو عورتوں

کے لئے چھوڑ دیں تو بہتر ہے۔ حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس کے بعد وفات تک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس دروازہ سے (مسجد میں) داخل نہیں ہوئے۔

(۲)......عن نافع قال : ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه كان ينهى ان يدخل من باب النساء۔ (ابوداؤد، باب : فی اعتزال النساء فی المساجد عن الرجال ، رقم الحديث:۴۶۲)

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ (مردوں کو) باب النساء سے ہوکر (مسجد میں) جانے سے منع فرماتے تھے۔

آپ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں فرض نماز کے بعد فوراً اٹھ جاتی تھیں

(۳)......حدثتنی هند بنت الحارث : ان ام سلمة رضی الله عنها زوج النبی صلی الله عليه وسلم اخبرتها : ان النساء فی عهد رسول الله صلی الله عليه وسلم كنّ اذا سلّمن من المكتوبة قُمن ، و ثبت رسول الله صلی الله عليه وسلم ومن صلی من الرجال ما شاء الله ، فاذا قام رسول الله صلی الله عليه وسلم قام الرجال۔

(بخاری، باب انتظام الناس قيام الامام العالم ، كتاب الاذان ، رقم الحديث:۸۶۶)

ترجمہ:...... ہند بنت الحارث رحمہا اللہ نے خبر دی کہ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتلایا کہ: رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں فرض نماز سے سلام پھیر کر فورا (باہر آنے کے لئے) اٹھ جاتی تھیں، رسول اللہ ﷺ اور جن مردوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی' وہ جب تک اللہ تعالی چاہتے اپنی جگہ بیٹھے رہتے، پھر جب رسول اللہ ﷺ اٹھتے تو دوسرے حضرات بھی اٹھ جاتے تھے۔

(۴)......عن الزهری عن هند بنت الحارث عن ام سلمة رضی الله عنها قالت: كان رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا سلم قام النساء حين يقضی تسليمه '

ویمکث هو فی مقامه یسیرا قبل ان یقوم ، قال : نری– والله اعلم– انّ ذلک کان لکی ینصرف النّساء قبل ان یُدرکهُنّ احدٌ مِّن الرِّجال۔

(بخاری، باب صلوة النساء خلف الرجال ، کتاب الاذان ، رقم الحدیث:۸۷۰)

ترجمہ:......حضرت زہری‘ ہند بنت الحارث رحمہما اللہ سے روایت فرماتے ہیں کہ: ان کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ: آپ ﷺ کے سلام پھیرتے ہی عورتیں اٹھ جاتی تھیں، اور آپ ﷺ تھوڑی دیر اپنی جگہ پر تشریف فرما رہتے تھے۔ حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: واللہ اعلم یہ اس لئے تھا تاکہ عورتیں کسی مرد کو نہ پالیں، (یعنی کسی مرد سے اختلاط نہ ہو جائے)۔

نماز کے بعد فوراً عورتیں اپنی چادروں میں لپٹ کر واپس ہو جاتی تھیں، اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا

(۵)......عن عمرة بنت عبد الرحمن ‘ عن عائشة رضی الله عنها قالت : ان کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لیُصلّی الصّبح فینصرف النّساء مُتلَفِّعاتٍ بمُروطهن ما یُعرَفْن من الغلس۔

(بخاری، باب انتظام الناس قیام الامام العالم ، کتاب الاذان ، رقم الحدیث:۵۷۸/۸۶۷)

ترجمہ:......عمرہ بنت عبد الرحمٰن رحمہا اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھاتے تو عورتیں اپنی چادروں میں لپٹ کر (اپنے گھروں کو) واپس ہو جاتی تھیں، اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

(۶)......عن عائشة رضی الله عنها : ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یُصلّی الصبح بغلس ‘ فینصرفن نساء المؤمنین لا یُعرَفْن من الغلس– أو لا یعرف

بعضهن بعضا –۔

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: آپ ﷺ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھاتے تھے، مسلمان عورتیں جب (نماز پڑھ کر) واپس ہوتیں تو اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا – یا یہ فرمایا کہ: عورتیں بعض بعض کو پہچان نہیں سکتی تھیں –۔

(بخاری، باب سرعة انصراف النساء من الصبح و قلة مقامهن فی المسجد، رقم الحديث:۸۷۲)

اختلاط کی وجہ سے عورتوں کو راستہ کے درمیان میں چلنے سے منع فرمایا

(۷)......عن حمزة بن أبی أسيد الانصاری ' عن أبيه رضی الله عنه أنه سمع رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول :– وهو خارج من المسجد ' فاخْتَلط الرِّجال مع النّساء فی الطريق ' فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم للنساء –: استأخِرْنَ ' فانه ليس لكُنّ أن تَحْقُقْنَ الطّريق ' عليكُنَّ بِحَافّاتِ الطّريق ، فكانتِ المَرأة تَلْصَقُ بِالْجِدار ' حتّی أنّ ثوبَها لَيَتعلَّقُ بالجِدار مِن لُصُوقِها به۔

(ابوداؤد، باب فی مشی النّساء مع الرجال فی الطريق ،كتاب الادب ، رقم الحديث:۵۲۷۲)

ترجمہ:......حضرت حمزہ بن ابی اسید انصاری اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد سے باہر راستہ میں جب مردوں اور عورتوں کے اختلاط کا مشاہدہ فرمایا تو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: آپ ﷺ عورتوں سے فرمارہے تھے: عورتیں مردوں سے پیچھے رہیں، ایسا نہ کریں کہ تم راستہ کے بیچ میں چلو، بلکہ راستے کے کنارے کو لازم پکڑو۔ اس ارشاد کے بعد عورتیں دیوار سے اس طرح لگ کر چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے بسا اوقات دیوار سے اٹک (لگ) جاتے تھے۔

تشریح:......کیا آج کے آزادانہ ماحول میں اس کا تصور بھی ممکن ہے۔

سفرحج میں پردہ کا اہتمام نہایت ضروری ہے

نوٹ:......راقم الحروف نے اپنے رسالہ ''عورتوں کے مسائل حج'' میں سفر حج میں پردہ کے متعلق چند باتیں لکھی تھیں، ان کا یہاں نقل کرنا انشاء اللہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''حرمین شریفین میں پہنچ کر اکثر عورتیں' بلکہ: ۹۹ر فیصد برقع پوش عورتیں بھی برقع پھینک کر بے حجاب ہو جاتی ہیں' اور اس طرح گناہ کبیرہ کی مرتکب ہوتی ہیں، نہ صرف یہ کہ بے حجاب' بلکہ نیم عریاں لباس میں بیت اللہ کا طواف کرتی ہیں' اور افسوس اس کا ہے کہ نہ شوہر اور نہ ان کے محرم حضرات اس بے حجابی کو روکنے کی تدبیر کرتے ہیں' نہ حکومت کی طرف سے اس پر کوئی پابندی عائد کی جاتی ہے' بے محابا مردوں کے درمیان گھستی ہیں۔

حجر اسود کا بوسہ دینے کے لئے مردوں کی دھکا پیل میں جان بوجھ کر گھستی ہیں' اور پیستی ہیں' اجنبی مردوں کے ساتھ شدید وقبیح اختلاط میں مبتلا ہوتی ہیں۔ یہ سب حرام ہے' گناہ کبیرہ ہے۔ایسا حج جس میں اول سے آخر تک محرمات اور کبائر سے احتراز نہ ہوسکے' کیا توقع ہے کہ وہ حج قبول ہوگا۔

پاکستان وہندوستان کی بعض عورتیں' مصر وشام وغیرہ ملکوں کی عورتوں کو دیکھ کر کہ وہ بے پردہ ہیں' خود بھی پردہ اٹھادیتی ہیں' اور حرم میں اس طرح آتی ہیں جیسے تمام مرد ان کے محرم ہیں' یا گھر کے صحن میں پھر رہی ہیں، لیکن یہ انتہائی حماقت ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ عورتیں بھی اس بے حیائی کی وجہ سے معصیت وفسق میں مبتلا ہوجاتی ہیں اور ان کے شوہر بھی ان کی اس بے حجابی پر گنہگار رہوتے ہیں، کیونکہ وہ ان کو مطلق منع نہیں کرتے' کوئی اصلاح نہیں کرتے' نہ روکتے ہیں' نہ ٹوکتے ہیں' یہ تو کھلی بے حیائی اور

بے غیرتی ہے۔(حج وزیارت نمبر‘ماہنامہ ندائے شاہی ص ۱۳۹)

م:......سفر حج میں بعض علاقہ والے اجنبی مرد وعورت کو ایک ہی کمرہ میں اختلاط کے ساتھ رہائش دے دیتے ہیں‘ خاص طور سے مکہ مکرمہ میں لمبا قیام رہتا ہے‘ اس میں مرد وعورت کا عجیب اختلاط رہتا ہے‘ ایسے ہی منیٰ میں قیام کا انتظام بھی عجیب اختلاط کے ساتھ ہوتا ہے۔ بلکہ بعض خیموں میں تو ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ عورتیں جانب قبلہ میں جگہ لے لیتی ہیں اور مرد ان کے پیچھے۔ یہ چیزیں عبادات کی روح کو ختم کردیتی ہیں۔(اور بڑے گناہ کی باتیں ہیں)۔(ماہنامہ ندائے شاہی‘ حج وزیارت نمبر ص ۱۶۶)

م:......اکثر عورتیں دکان داروں کے ساتھ‘ سامان خریدتے وقت ہنسی مذاق کرتی ہیں‘ بہت زیادہ بات چیت کرتی ہیں‘ یہ ناجائز وحرام ہے۔

م:......کئی عورتوں کو دیکھا کہ (جو برقع بھی پہنتی ہیں) ہوٹل میں کام کرنے والے نوکروں کے ساتھ بے محابا ہنسی مذاق کرتی ہیں‘ اور ان سے پردہ کا کوئی خیال نہیں رکھتیں۔ یہ بھی ناجائز وحرام ہے۔

م:......گروپ لیڈروں کے ساتھ بے پردگی اور بات چیت‘ کو کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا ہے۔ یہ بھی ناجائز وحرام ہے۔

م:......گروپ میں خدمت کرنے والے تو گویا عورتوں کے بھائی‘ یا بیٹے‘ یا قریبی عزیز سمجھے جاتے ہیں‘ ان کے ساتھ پردہ کا کیا سوال؟ بات بات میں ان کے ساتھ دل لگی‘ قہقہہ وغیرہ افعال۔ یہ بھی حرام وناجائز ہے۔

م:......گروپ میں علماء ومفتی صاحبان کے ساتھ بھی شروع میں مسائل کے بہانہ سے‘ پھر ویسے ہی بات چیت کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے‘ بلکہ بعض اہل علم وارباب فتوی بھی ان غیر

محرموں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہیں، اور کمال یہ کہ سر عام و کھلم کھلا اس گناہ کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور وہ بھی اہل علم کی طرف سے اور پھر حرم محترم میں، ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

یہ بالکل ناجائز و حرام ہے، اور عوام کی بنسبت زیادہ برا، اور قابل ملامت کام ہے۔

م:...... منیٰ، عرفات، مزدلفہ کے مقامات مبارکہ میں بھی عورتوں اور مردوں کا اختلاط، بے پردگی، بلا شرم و حیاء فضول اور بلا ضرورت بات چیت، اور بعض دفعہ ہنسی مذاق وغیرہ حرکتیں کرتے دیکھا و سنا گیا۔ اس کے ناجائز اور حرام ہونے میں کیا شک ہے؟

م:...... بعض عورتیں منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں، اپنے خیموں میں اتنی زور سے بات کرتی ہیں کہ ان کی آواز پڑوس کے خیمے میں مرد پوری طرح سن سکتے ہیں، عورتوں کو اس کا خاص لحاظ کرنا چاہئے کہ اپنی آواز کو پست رکھیں اور زیادہ زور سے بولنے سے پرہیز کریں۔ بعض فقہاء نے عورت کے آواز کو ستر مانا ہے۔

میری مائیں، بہنیں، گروپ کے لیڈر، علماء اور حضرات مفتیان کرام، اللہ کے واسطے اس قبیح عمل سے اپنے آپ کو بچائیں، اور حرم محترم کی بابرکت زمین پر، اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والے اس عمل سے پرہیز کریں۔ اللہ تعالی ہم سب کو توفیق مرحمت فرمائیں۔

سفر حج میں اس طرح کی بے پردگی کے سبب اب عشق و زنا کے ایسے واقعات سننے کو ملتے ہیں، جو دل کو ہلا دینے والے ہیں، اور ان کا نقل کرنا بھی مشکل ہے۔

سفر حج میں جانے والے حضرات سے میری عاجزانہ اور دردمندانہ درخواست ہے کہ اپنی بیٹی، بہن، بیوی وغیرہ کی پوری نگرانی رکھیں، اور ان کو اللہ کے خوف و غضب سے ڈراتے رہیں، اور اس مبارک سفر کی عظمت و اہمیت ان کے دلوں میں بٹھاتے رہیں۔

الحمدللہ اس دور فتنہ وفساد میں بھی کئی عورتیں اور بعض حضرات' اس بات کا پورا اہتمام کرتے ہیں کہ پورے سفر حج میں کسی نامحرم سے ہنسی مذاق کرنا تو بہت بعید ہے' بلاضرورت بات چیت تک نہیں کرتے' اور ضرورت پڑنے پر پورے احتیاط وآنکھوں کی حفاظت کرتے ہوئے بات کرتے ہیں۔

م:......عورتوں میں یہ جو مشہور ہے کہ حج یا عمرہ کے سفر میں پردہ نہیں ہے' یہ جہالت کی بات ہے۔ایسی عورتیں بے پردہ ہوکر خود بھی گنہگار ہوتی ہیں' اور نظر ڈالنے والے مردوں کو بھی گنہگار بناتی ہیں۔(مسائل ومعلومات حج وعمرہ ص ۱۱۶)

(عورتوں کے حج کے مسائل۔مرغوب الفقہ ص ۱۵۲ ج ۷، کتاب الحج)

واللہ تعالی أعلم وعلمہ أحکم وأتم

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۱۲/ جمادی الاخری ۱۴۴۵ھ مطابق: ۲۶/ دسمبر ۲۰۲۳

بروز منگل

عورت کا ڈرائیونگ سیکھنا چند شرائط کے ساتھ مباح ہے

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

عورت کا ڈرائیونگ سیکھنا چند شرائط کے ساتھ مباح ہے

سوال:......عورت کا کار ڈرائیونگ سیکھنا اور کار چلانا کیسا ہے؟۔

الجواب:......حامدا و مصليا و مسلما : ہمارے یہاں برطانیہ (بلکہ اب تو دیگر کئی مما لک میں) مرد حضرات دن بھر کام کرتے ہیں، اور بچوں کو اسکول، مدرسہ، بعض مرتبہ ڈاکٹر کے پاس سرجری، اسی طرح ڈنٹسٹ وغیرہ ضروریات کے لئے لے جانا ناگزیر ہوتا ہے، ہر وقت مرد کے لئے کام سے آنا ممکن نہیں، نہ انہیں کام کی طرف سے اس کی اجازت مل سکتی ہے، اس لئے عورت کو تقریبا یہ سارے کام خود انجام دینے پڑتے ہیں، اس لئے ضرورت کی وجہ سے عورت کو ڈرائیونگ سیکھنے اور کار چلانے کی اجازت ہے۔

عورت صرف ضرورت سے کار چلائے اور بلاضرورت گھر سے نہ نکلے

ہاں یہ امر ضروری ہے کہ عورت بہت احتیاط سے کار چلائے، ضرورت کے وقت گھر سے نکلے، مکمل پردہ کی رعایت کے ساتھ نکلے، کام سے فارغ ہوکر جلد از جلد گھر واپس آجائے، بلاضرورت رات کو قطعا نہ نکلے۔ سفر شرعی میں بلا محرم اکیلی سفر نہ کرے۔

بلاضرورت بار بار گھر سے نکلنا اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ گھومنا پھرنا، اور کھانے پینے کی پارٹیوں میں شرکت کرنا، رات کو دیر تک گھر سے باہر رہنا، اخلاقی اور شرعی دونوں اعتبار سے جائز نہیں۔

کار کی سروس وغیرہ کاموں کے لئے کسی محرم کو بھیجے

اس کا بھی خیال کیا جائے کہ کار کی سروس، ایم-او-ٹی (m o t) وغیرہ کے لئے گیراج میں خود نہ جائے، اور گیرج میں کام والوں کے ساتھ بلا تکلف گپ شپ کرنا، ہنسی

مذاق کرنا، حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔اس کام کے لئے اپنے شوہر، بھائی وغیرہ کسی محرم کی بھیجے۔

ان شرائط کی مکمل رعایت کے ساتھ عورت کو ڈرائیونگ کی اجازت ہے۔ان حالات میں مکمل ڈرائیونگ کو حرام کہنا زمانہ کے حالات سے ناواقفیت پر دال ہے، اور فقہی اعتبار سے بھی درست نہیں۔

مفتی کے لئے زمانہ کے عرف وعادات سے واقفیت

مفتی کے لئے زمانہ کے عرف اور اہل زمانہ کے احوال سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔

''وکذا لا بد له من معرفته عرف زمانه واحوال اهله''۔(عقود رسم المفتی ص۴۰)

اور ایسا ہی مفتی کے لئے عرف زمانہ کی معرفت اور اپنے دور کے لوگوں کے احوال سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

احوال زمانہ سے واقفیت کی قید اور اس کی وجہ

مفتی کے لئے عرف زمانہ اور احوال کے علم کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟ لکھتے ہیں:

" فقد ظهر لک ان جمود المفتی أوالقاضی علی ظاهر المنقول مع ترک العرف والقرائن الواضحة والجهل باحوال الناس یلزم تضییع حقوق کثیرة وظلم خلق کثیرین'' ۔(ایضا)

جو کچھ عرض کیا گیا اس سے آپ پر یہ بات عیاں ہو چکی ہوگی کہ اگر مفتی اور قاضی نے عرف عام اور قرائن واضحہ کو ترک کر دیا اور لوگوں کے حالات سے بے خبر رہا اور ظاہر پر جما رہا تو پھر یقین کر لینا چاہئے کہ اس طرح بہت سے حقوق ضائع کرنا اور بہتیرے لوگوں پر ظلم

کرنا لازم آئے گا۔

چنانچہ اسی وجہ سے لکھا ہے:

" فلا بد للمفتی من معرفة احوال الناس وقد قالوا : من جهل باهل زمانه فهو جاهل " ۔ (ایضا)

لہذا مفتی کے لئے لوگوں کے احوال کی معرفت ضروری ہے، اور اہل علم کا فیصلہ ہے کہ جس نے اپنے زمانہ کے لوگوں کو نہ جانا وہ جاہل ہے۔

"مناقب کردری" میں مذکور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ رنگریزوں کے پاس جاتے، اور ان کے معاملات کے سلسلہ میں معلومات حاصل کرتے، اور ان میں جو رواج ہوتا اس کا پتہ لگاتے۔ (فقہ وفتوی۔ مرغوب الفقہ ص ۱۲۶/ ۱۲۷ ج ۱۴)

آج کے دور میں اگر عورت کو بالکل ڈرائیونگ سے روک دیا جائے تو اسے کئی مرتبہ اجنبی مردوں کے ساتھ سفر کی نوبت آئے گی، یہ خود بڑا فتنہ ہے، اس سے بہتر ہے کہ عورت اپنی ضرورت کے لئے خود کار چلائے، اور خود اپنا کام انجام دے۔

ایک عورت کا واقعہ

ایک عورت نے مجھ سے فون پر مسئلہ پوچھا کہ: مولانا! میں کار چلا سکتی ہوں؟ میں نے اسے کچھ شرائط کی رعایت کے ساتھ چلانے اور سیکھنے کا مشورہ دیا، اس پر اس نے کہا: فلاں مفتی صاحب نے کہا کہ: ہرگز نہیں چلا سکتی، حرام ہے۔ میں نے اس سے کہا: بہن! وہ مفتی صاحب ہمارے مشرقی ملک سے آئے تھے، ان کو یہاں کے حالات کی واقفیت نہیں، اس لئے انہوں نے اپنے ملک کے حالات کے پیش نظر اس طرح کا فتوی دے دیا۔ پھر اس عورت نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ: میں ایک مرتبہ اپنے بچے کو لے کر ایک ٹیکسی سے ہسپتال

گئی، واپس آئی تو اتفاق سے وہی ٹیکسی والا ملا، اس ٹیکسی ڈرائیور نے نہ معلوم کہاں سے میرے گھر کا فون نمبر حاصل کیا اور مجھے تنگ کرنے لگا۔صرف دومرتبہ کسی اجنبی مرد کے ساتھ سفر میں یہ واقعہ ہوا، اس لئے بہتر ہے کہ کسی کے ساتھ اکیلی سفر کے بجائے اپنی کار میں خود سفر کرے۔

عورت،عورت سے ڈرائیونگ سیکھے

اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ عورت ڈرائیونگ سیکھے تو کسی عورت سے سیکھے، آج کل تقریبا ہر جگہ عورت سکھانے والی مل جاتی ہے۔بعض عورتیں اس وقت بھی اجنبی مردوں سے سیکھتی ہیں، اس کی قطعا اجازت نہیں دی جاسکتی۔سیکھنے کے لئے ایک ایک گھنٹہ اجنبی مردوں کے پہلو میں بیٹھنا پڑتا ہے، اس سے بات کرنی پڑتی ہے، بعض مرتبہ سکھانے والا کے ہاتھ سے ہاتھ لگتا ہے، اور یہ سلسلہ دنوں، ہفتوں نہیں مہینوں تک جاری رہتا ہے، اس طویل عرصہ میں نامحرم سے غلط تعلق بھی ہوسکتا ہے۔ یہ خلوت بالاجنبیہ ہے، اور بلا ضرورت ناجائز ہے۔

بعض عورتیں بڑی عمر کے مردوں سے ڈرائیونگ سیکھتی ہیں، اور کہتی ہیں یہ تو عمر رسیدہ ہیں، اس فتنہ اور فساد کے دور میں جہاں بے حیائی کی کوئی انتہا نہیں، اور بے حیائی کے اسباب عام ہیں، ایسے حالات میں بڑی عمر کے مردوں سے بھی ڈرائیونگ سیکھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔جب عورت سکھانے والی مل سکتی ہے تو مردوں سے سیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟۔

(مستفاد: فتاوی رحیمیہ ص ۴۲۵ ج ۶۔فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۲۳۹ ج ۷، (ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)۔ فتاوی قاسمیہ ص ۱۴۱۴ ج ۳)

صحابیات رضی اللہ عنہن کا سواری فرمانا

احادیث میں ہے کہ بعض حضرات صحابیات رضی اللہ عنہن نے سواری فرمائی، چند روایتیں درج ذیل ہیں:

(۱)......عن عائشة رضى الله عنها : أنّ النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا خرج أقرع بين نِسائه ' فطارَتِ القُرعَة لعائشة وحفصة ، وكان النبى صلى الله عليه وسلم اذا كان باللّيل سار مع عائشةَ يتحدّث ' فقالت حفصة : ألا تَركَبِين اللَّيلة بَعِيرى وأركبُ بعيرَكِ تنظرين وأنظُرُ ؟ فقالت بلى، فَرَكِبَتُ ، فجاء النبى صلى الله عليه وسلم الى جَمَل عائشة وعليه حفصةُ فسلّم عليها ثم سار ، الخ۔

(بخاری، باب القرعة بين النساء اذا أراد سفرا ، كتاب الرضاع ، رقم الحديث:۵۲۱۱)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ جب (سفر کے لئے) نکلتے تو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے، پس (ایک مرتبہ) حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما (کے نام) کا قرعہ نکل آیا، اور نبی کریم ﷺ جب رات کو چلتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ باتیں کرتے، تب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا آج رات آپ میرے اونٹ پر سوار نہیں ہوتیں اور میں آپ کے اونٹ پر سوار ہوتی ہوں، آپ بھی دیکھتی رہیں اور میں بھی دیکھتی رہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہیں، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر) سوار ہوگئیں، پھر نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی طرف تشریف لائے تو اس اونٹ پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں، آپ نے ان کو سلام کیا، پھر تشریف لے گئے۔

(۲)......عن أبی هريرة رضی الله عنه : عن النبی صلی الله عليه وسلم قال : خَير نساء رَكِبْنَ الْإِبِل ، الخ۔

(بخاری، باب الی من ينكح ؟ وأىّ نساء خير ؟ كتاب النكاح ، رقم الحديث:۵۰۸۲)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم نے فرمایا: بہترین عورتیں وہ ہیں جو اونٹوں پر سواری کریں۔

(۳)......عن عبد الله بن عبد الرحمن الانصاری قال سمعت انسا رضی الله عنه يقول: دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم على اِبْنَة مِلْحَان فَاتَّكَأَ عندها ، ثم ضحک فقالت : لِمَ تَضْحک يا رسول الله ! فقال : ناسٌ مِن اُمّتی يَركَبون البحر الاخضرَ فی سبيل الله ، مثلُهم مثلُ الْمُلوکِ على الْاَسِرَّةِ ، فقالت : يا رسول الله ادع الله أن يجعلنی منهم ، قال : اللّهم اجعلها منهم ، ثم عاد فضحک ، فقالت له مثل أو مِمَّ ذلک ، فقال لها مثل ذلک ، فقالت ادع الله ان يجعلنی منهم ، قال : أنتِ من الاوّلين و لَستِ من الاخِرين ، قال : قال انسٌ : فَتَزَوَّجَتْ عُبادة بنَ الصامت فَرَكِبَتِ البَحْر مع بنت قَرَظة ، فلمّا قَفَلَتْ رَكِبَتْ دابَّتَها فَوَقَصَتْ بها فسقطَتْ عنها فماتَتْ۔(بخاری، باب غزو المرأة فی البحر ، كتاب الجهاد ، رقم الحديث:۲۸۷۷/۲۸۷۸)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: رسول اللہ ﷺ بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں پر ٹیک لگائی (اور آرام فرمایا) پھر آپ ہنسے تو انہوں نے عرض کیا : یارسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سبز سمندر پر سواری کریں گے اور ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے بادشاہ

اپنے تختوں پر ہوتے ہیں۔ حضرت بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالی سے دعا فرما دیجئے کہ: اللہ تعالی مجھے ان میں سے کردیں، آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو ان میں سے کردیجئے، پھر آپ ﷺ دوبارہ لیٹ گئے، پس آپ ہنسے تو حضرت بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے اسی کی مثل سوال کیا، یا کہا، کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے بھی اسی کی مثل جواب دیا، پس انہوں نے کہا: آپ اللہ تعالی سے دعا کردیجئے کہ اللہ تعالی مجھے ان میں سے کردیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اولین میں سے ہو، اور آخرین میں سے نہیں ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ: حضرت بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا، پھر وہ بنت قرظہ کے ساتھ سمندر میں سوار ہوئیں، جب وہ واپس لوٹیں تو اپنی سواری پر سوار ہوئیں، پس ان کی سواری نے ان کی گردن توڑ دی، سو وہ اس سے گرگئیں اور اس (حادثہ) سے ان کی وفات ہوئی۔

(۴)......عن عائشة رضی الله عنها: (فی حديث طويل) والله مَا كَلَّمَنى كَلِمَةً ولا سَمِعْتُ منه كلمة غيرَ اسْتِرجاعِه، حتّى أناخ راحلَته فوَطِئَ على يديها فرَكِبْتُها فانطلق يَقود بى الرّاحِلة حتّى أتينا الجيش بعد ما نَزلوا، الخ۔

(بخاری، باب ﴿لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون، الخ﴾ کتاب التفسير، رقم الحديث:۴۷۵۰)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ تعالی کی قسم! آپ ﷺ نے مجھ سے کسی قسم کی کوئی بات نہیں کی، اور نہ میں نے ان سے ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ کے سوا کوئی بات سنی، حتی کہ انہوں نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور اونٹ کے پاؤں اپنے ہاتھوں سے دبا کر رکھے، پس میں اس اونٹ پر سوار ہوگئی اور وہ اونٹ کو آگے سے کھینچتے ہوئے مجھے لے

چلے حتی کہ ہم اس وقت لشکر کے پاس پہنچے جب وہ عین دو پہر کی شدید گرمی میں (دھوپ سے بچنے کے لئے) پڑاوَ ڈالے ہوئے تھے۔

(۵)......عن عمران بن حصین رضی الله عنه قال :..... وأُسِرَتْ امرأة من الانصار وأُصِيبتِ العَضْباء ' فكانت المرأة فی الوَثاق ' وكان القوم يُريحون نَعَمَهم بين يدی بيوتِهم ، فَانْفَلَتَتْ ذات ليلة من الوَثَاق فأتَتِ الابلَ ' فجعلَتْ اذا دَنَتْ من البعير رغا فَتَتْرُكُه ' حتی تنتهی الی العضباء ' فلم تَرْغُ ، قال : وهی ناقة مُنَوَّقَةٌ ' فقعدَتْ فی عَجُزِها ثم زَجَرَتْها فانطلَقَتْ ، الخ۔

(مسلم، باب لا وفاء لنذر فی معصية الله ، كتاب النذر ، رقم الحديث:۱۶۴۱)

ترجمہ:......حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:...اسی طرح ایک انصاری خاتون قید کر لی گئی تھیں اوران کے ساتھ عضباء اونٹنی بھی گرفتار ہوگئی تھی،اوروہ خاتون بندھی ہوئی تھیں جب کہ ثقیف کے لوگ اپنے گھروں کے سامنے اپنے جانوروں کو آرام پہنچا رہے تھے،ایک رات وہ خاتون قید سے فرار ہوگئیں اور(جہاں اونٹ بندھے ہوئے تھے وہاں)اونٹوں کے پاس آئیں ،وہ جس اونٹ کے قریب جاتیں تو وہ آواز نکالنے لگتا،تو وہ اسے چھوڑ کر آگے بڑھ جاتیں یہاں تک کہ وہ عضباء تک پہنچ گئیں ،اس نے کوئی آواز نہیں نکالی -راوی کہتے ہیں-: وہ بہت مسکین اونٹنی تھی ،خاتون اس کی پشت پر بیٹھ گئیں اوراسے ڈانٹ ڈپٹ کی تو وہ چلنے لگی۔

(٦)......عن ابن هشام قال : أرسل مروان الی امّ معقل ليسألها عن هذا الحديث ' فحدَّثَتْ انّ زوجها جعل بكرا فی سبيل الله وانّها ارادَتِ العمرة ' فسألت زوجها البكر فأبی عليها ، فأتت رسول الله صلی الله عليه وسلم فذكرَتْ ذلک له ، فامره

النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یُعطِیَھا ، وقال : انّ الحجَّ والعمرۃ من سبیل اللہ ، وانّ عُمرۃً فی رمضانَ تعدِل حجّۃ أو تُجْزِئُ بحجَّۃٍ۔

(مستدرک حاکم، کتاب مناسک الحج ، رقم الحدیث:۱۷۷۴)

ترجمہ:......حضرت ابن ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مروان نے ان کو ام معقل رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تاکہ میں ان سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کروں،(میں نے جاکر ان سے پوچھا) تو انہوں نے بتایا: ان کے شوہر نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں سفر کے لئے اونٹ تیار کر رکھا تھا، جبکہ ان (ام معقل رضی اللہ عنہا) کا ارادہ عمرہ کرنے کا تھا، انہوں نے اپنے شوہر سے اونٹ مانگا تو شوہر نے انکار کردیا، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور یہ معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا تو آپ ﷺ نے ان کے شوہر کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو اونٹ دے دیں، اور فرمایا: حج وعمرہ بھی تو سبیل اللہ ہیں، اور رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ثواب رکھتا ہے۔

نوٹ:......ان روایات سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ عورتیں بوقت ضرورت سواری کرتی تھیں۔مگر یہ بھی خیال رہے کہ اس خیر القرون کے زمانہ کی عورتوں کی سواری اور اس زمانہ کے عورتوں کی سواری میں زمین وآسمان کا فرق ہے، وہ شرم وحیاء اور عفت وپاکدامنی کا دور تھا، یہ زمانہ شر وفتنہ اور بے حیائی کا ہے، اس لئے صرف ثبوت پر اکتفا نہ کیا جائے ، بلکہ اس زمانہ کے حالات پر بھی نظر رہے، اور اس کے مطابق عمل کی کوشش کرے۔

چند نا قابل اعتبار روایات سے ڈرائیونگ کا عدم جواز

بعض روایات سے عورتوں کا سواری کرنا ناجائز معلوم ہوتا ہے، مثلاً:

(۱)......لعن اللہ الفروج علی السروج۔

(۲)......لا يحل لامراة تومن بالله واليوم الآخر أن تضع الفرج على السرج۔

(۳)......نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ذوات الفروج ان يركبن السروج۔

(۴)......عن ابن عباس رضى الله عنهما قال : لما حج النبى صلى الله عليه وسلم حجة الوداع اخذ بحلقتى باب الكعبة ثم أقبل بوجهه على الناس فقال : ايها الناس ! ... ان من اشراط الساعة اماتة الصلوات ' واتباع الشهوات ' الى قوله : يا سلمان عند ذلك يكتفى الرجال بالرجال ' والنساء بالنساء ' وتركب ذوات الفروج السروج ' فعليهن من أمتى لعنة الله۔

(۵)......عن ابن هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : والذى بعثنى بالحق لا تنقضى الدنيا حتى يقع بهم الخسف والمسخ والقذف ، قالوا : و متى ذاك يا نبى الله ! قال : اذا رايت النساء ركبن السروج وكثرت القينات ، الخ ،

یہ روایتیں قابل استدلال نہیں، بعض ان میں حد درجہ کی ضعیف ہیں، بعض کی کوئی اصل نہیں، بعض موضوع ہیں۔ ان روایات کی وجہ سے عورتوں کی ڈرائیونگ کو ناجائز کہنا درست نہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے! ''فتاوی دار العلوم زکریا'' ص ۲۳۵ ج ۷ (ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)۔ ''فتاوی قاسمیہ'' ص ۱۴۱۴ ج ۳)

والله تعالى اعلم و علمه احكم واتم

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۲۱ / جمادی الاخری ۱۴۴۵ھ مطابق: ۴ / جنوری ۲۰۲۴

جمعرات

غیر مسلم کے تہوار کا ہدیہ لینا کیسا ہے؟

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

غیر مسلم کے تہوار کا ہدیہ لینا کیسا ہے؟

سوال :......غیر مسلم اپنے تہوار پر مسلمانوں کو شیرینی یا اور کوئی چیز ہدیہ دے اس کا لینا کیسا ہے؟

الجواب:......حامدا و مصليا و مسلما : غیر مسلم اپنے تہوار پر مسلمانوں کو شیرینی یا اور چیز ہدیہ دے، مثلا: ہولی اور دیوالی کے مواقع پر غیر مسلم بطور تحفہ و ہدیہ مسلمانوں کو مٹھائی وغیرہ پیش کرتے ہیں، یا نصاری کرسمس کے موقع پر مسلمانوں کو شیرینی وغیرہ ہدیۃً دیتے ہیں، ان کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور زمانہ کے حالت کے پیش نظر وطنی تعلقات کو باقی رکھنے کے لئے قبول کرنا چاہئے، اور ان ہدایا کا کھانا حرام اور ناجائز بھی نہیں ہے، کھانے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ مندر وغیرہ میں نہ چڑھایا گیا ہو، بلکہ بازار سے خرید کر بلا ان کے مذہبی لوازمات کے پیش کیا جاتا ہو۔

(ا)......ان امرأة سألت عائشة رضی الله عنها ، فقالت : ان لنا اظآرا من المجوس ، وانّهم يكون لهم العيد فيهدون لنا ؟ فقالت : امّا ما ذُبح لذلک اليوم فلا تأكلوا ، ولكن كلوا من اشجارهم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۱۵ ج۱۷، ما قالوا فی طعام المجوس و فواكههم ، كتاب السير ، رقم الحديث:۳۳۳۴۱)

ترجمہ:......ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ: ہمارے پاس مجوسیوں کی عورتیں- ان کی عید ہوتی ہے تو- ہمیں کھانے کی اشیاء ہدیہ کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: بہر حال وہ اشیاء جو اس دن ذبح کی جاتی ہیں تم ان کو نہ کھاؤ، لیکن ان کے درختوں سے کھالیا کرو۔

تشریح:……یعنی ان کے گوشت وغیرہ نہ کھاؤ، مگر اور ہدایا جن میں کوئی حرام کا مسئلہ نہیں تو ایسی چیزوں کو کھالیا کرو۔

(۲)……عن ابی برزة الاسلمی رضی الله عنه : انّه کان له سکّان مجوس فکانوا یهدون له فی النّیروز والمهرجان ، فیقول لأهله : ما کان من فاکهة فاقبلوه ، وما کان سوی ذلک فرُدُّوه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۱۵ ج۱۷، ما قالوا فی طعام المجوس و فواکههم ، کتاب السیر ، رقم الحدیث:۳۳۳۴۲)

ترجمہ:……حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ان کے پاس کچھ مجوسی آباد تھے، تو یہ لوگ نیروز اور مہرجان والے دن ہمیں ہدیہ بھیجا کرتے تھے، آپ اپنے گھر والوں سے فرماتے کہ: جو پھل وغیرہ میں سے ہو اس کو تو قبول کرلیا کرو، اور جو چیز اس کے علاوہ ہو اس کو لوٹا دیا کرو۔

’’ولا بأس بطعام المجوس کله الا الذبیحة‘‘۔

(فتاوی عالمگیری ص۳۴۷ ج۵، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة ، کتاب الکراهیة)

’’ولا بأس بالذهاب الی ضیافة اهل الذمة ، هکذا ذکر محمد رحمه الله ، وفی اضحیة النوازل : المجوس أو النصرانی اذا دعا رجلا الی طعامه تکره الاجابة، وان قال اشتریت اللحم من السوق فان کان نصرانیا لا بأس به‘‘۔

(فتاوی عالمگیری ص۳۴۷ ج۵، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة ، کتاب الکراهیة)

’’وما یأتی به المجوس فی نیروزهم من الاطعمة الی الاکابر والسادات من کانت بینهم و بینهم معرفة ذهاب و مجی ، فقد قیل : ان أخذ ذلک علی وجه

الـمـوافـقـة لـفـرحهـم يضر ذلک بدينه ، وان أخذه لا على ذلک الوجه لا بأس به ، والاحتراز عنه اولى ''۔

(تاتارخانیہ ص ۳۴۸ ج ۷، الفصل:۲۱/ الشركة فى اعياد الكفار باب الرابع عشر فى اهل الذمة ، كتاب احكام المرتدين ، رقم :۱۰۶۵۷)

مسئلہ:...... ہندو کے تہوار کا ہدیہ کیا ہوا کھانا جائز ہے۔(فتاوی دار العلوم دیو بند ص ۲۷ ج ۱۶)

والله تعالى اعلم وعلمه احكم و اتم

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۴/ جمادی الاخری ۱۴۴۵ھ مطابق: ۱۸/ دسمبر ۲۰۲۴ء

بروز پیر

نوٹ:...... غیر مسلموں سے تعلقات کے احکام کی تفصیل کے لئے دیکھئے! راقم الحروف کا رسالہ ''غیر مسلم سے تعلقات''۔ مرغوب الفقہ ص ۱۶ ج ۱۲۔

مضاربت کے چند مسائل

مضاربت کے چند مسائل، مضاربت کی تعریف، مضاربت کے صحیح ہونے کی شرطیں، مضاربت کی قسمیں، کن چیزوں سے مضاربت فاسد ہوجاتی ہے، مضاربت عقد لازم نہیں، مضاربت ختم ہونے کی صورتیں، مشارکہ اور مضاربہ میں فرق، مشارکہ اور مضاربہ کا اجتماع، اکابر کے چند مفید فتاوی، اسلامک بینک میں مضاربت کی تفصیل، مضاربت کے معنی اور وجہ تسمیہ، مضاربت کی مصلحت وحکمت، مضاربت سے متعلق چند احادیث وآثار وغیرہ امور اس مختصر رسالہ میں مع حوالہ جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

مضاربت کے چند مسائل

سوال:......مضاربت کسے کہتے ہیں، اور مضاربت کا طریقہ کیا ہے؟ اور مضاربت کے ضروری مسائل لکھدیں۔

مضاربت کی تعریف

الجواب: حامدا و مصلیا و مسلما:......مضاربت یہ ہے کہ: ایک آدمی تجارت کی غرض سے اپنا پاؤنڈ کسی کو دے، اور دوسرا آدمی اپنی محنت لگائے اور نفع میں دونوں شریک ہوں، یا یہ کہ نفع میں ایک معین حصہ ہوگا۔

نوٹ:...... چند ضروری اصطلاحات: پیسہ اور پاؤند لگانے والے کو''رب المال'' اور محنت کرنے والے کو''مضارب'' پیسہ اور پاؤنڈ کو''راس المال'' اور نفع کو ربح کہتے ہیں۔

مسئلہ:......مضاربت کے لئے ایجاب وقبول ضروری ہے، یعنی ایک پیش کش کرے اور دوسرا اسے قبول کرے۔

مسئلہ:......ایجاب وقبول یا تو مضاربت، معاملہ یا مقارضہ کے صریح لفظ سے ہو، یا کسی بھی ایسے الفاظ سے جن سے مضاربت کا مفہوم ادا ہوتا ہو، جیسے کہے: یہ مال اور اس میں جو نفع اللہ تعالی عطا فرمائے، اس کا آدھا یا تہائی یا کوئی اور تناسب مقرر کرے کہ وہ مجھے دے دو۔

مسئلہ:......سرمایہ دار ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں، جیسے چند آدمی مل کر کسی کے پاس پاونڈ جمع کرائیں، کہ یہ پاؤنڈ ہماری طرف سے مضاربت کے لئے ہیں۔

مسئلہ:......محنت کرنے والے بھی ایک سے زائد ہو سکتے ہیں: جیسے ایک آدمی چند محنت کرنے والوں کو پاؤنڈ دے کہ یہ مضاربت کے لئے ہیں۔

نوٹ:......موجودہ انوسٹمنٹ کمپنیاں جو مختلف لوگوں سے پاؤنڈ لیتی ہیں اور اپنی صلاحیت کو

استعمال کرتی ہیں، اور اس پر نفع حاصل کرتی ہیں، یہ صورت جائز ہے، اور یہ قانون مضاربت کے دائرہ میں آتا ہے۔

مضاربت کے صحیح ہونے کی شرطیں

مضاربت کے صحیح ہونے کے لئے چند شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱)...... پاؤنڈ لگانے والا اور محنت کرنے والا دونوں کا عاقل ہونا ضروری ہے، (بالغ ہونا نہیں) عاقل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں معاملات اور ان کے نفع ونقصان کو سمجھتے ہوں۔

مسئلہ:...... مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان بھی مضاربت ہوسکتی ہے، اس لئے کہ مضاربت کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے یہ بھی ہے کہ: معاملہ کے دونوں فریق (مال لگانے والا اور محنت کرنے والا) اس بات کی صلاحیت رکھتے ہوں کہ وہ کسی کو وکیل بنائیں اور خود وکیل بن سکیں، اور غیر مسلم بھی وکیل بن سکتا ہے۔

(۲)...... محنت کرنے والے کو پاؤنڈ فوراً دے دیا جائے، مثلاً: پاؤنڈ دینے والے نے محنت کرنے والے سے معاہدہ کیا کہ میں دس ہزار پاؤنڈ مضاربت کے لئے دیتا ہوں تو صرف وعدہ کرنے سے مضاربت نہیں ہوگی، معاملہ کے وقت پاؤنڈ بھی دینا ہوگا۔

مسئلہ:...... مال والے نے یہ کہا: فلاں کے پاس ہمارا اتنا پاؤنڈ ہے اس سے وصول کر کے کاروبار کرو، نفع میں ہم دونوں شریک ہوں گے یہ مضاربت صحیح ہے۔

مسئلہ:...... اگر مال والے نے یہ کہا: تمہارے پاس جو میرا قرضہ ہے اس سے تجارت کرو، نفع میں ہم دونوں شریک ہوں گے، تو یہ ناجائز ہے، اس لئے کہ یہ قرض سے فائدہ حاصل کرنا ہوا، اور قرض سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں۔

(۳)...... مال کی تعیین ضروری ہے، تاکہ بعد میں نزاع کا باعث نہ ہو، یعنی جتنا مال دینا ہو اس کی صراحت کرنی پڑے گی، مثلا: دس ہزار پاؤنڈ یا بیس ہزار پاؤنڈ۔

مسئلہ:...... اگر بعد میں سرمایہ کی مقدار یا کیفیت میں اختلاف ہوجائے اور کوئی ثبوت نہ ہو تو محنت کرنے والے سے قسم لی جائے گی، اور اس کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔

(۴)...... منافع طے ہونے چاہئے کہ: مال لگانے والے اور محنت کرنے والے کو کتنا فی صد ملے گا: مثلا پچاس فیصد یا چالیس فی صد وغیرہ۔

مسئلہ:...... اگر مال والے نے صرف یہ کہا کہ: ہم دونوں نفع میں شریک رہیں گے تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ آدھا نفع مال والے کے لئے ہے، اور آدھا نفع مال پر محنت کرنے والے کے لئے ہے۔

مسئلہ:...... مضاربت میں ایسی شرط لگانا جس سے نفع کی تعیین باقی نہ رہے، یا نفع میں دونوں فریق کی شرکت باقی نہ رہے، یہ مضاربت کو فاسد کردیتی ہے، اور اگر اس طرح کی شرط تو نہیں لگائی جو مضاربت کے اصول کے خلاف ہو تو معاملہ درست ہوگا اور خود شرط فاسد ہوجائے گی، جیسے سرمایہ دار نے کہا: نفع کا تہائی حصہ اور پانچ سو پاؤنڈ تمہیں ملا کریں گے، تو مضاربت جائز ہے، نفع کا ایک تہائی حصہ محنت کرنے والے کو ملے گا، اور پانچ سو پاؤنڈ کی شرط غیر معتبر ہوگی۔

مسئلہ:...... دونوں معاملات کے شرائط لکھ کر اپنے اپنے پاس رکھ لیں تو بہتر ہے، تاکہ بعد میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ اگر بغیر لکھے کے بھی اطمینان کی کوئی صورت ہوجائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

مضاربت کی دو قسمیں ہیں: مقید، اور مطلق

مضاربت کی دو قسمیں ہیں: ایک مقید، دوسری مطلق۔

(۱)......مضاربت مقید: یہ ہے کہ: مال دینے والا کسی خاص جگہ یا کسی خاص مدت یا کسی خاص کاروبار یا کسی خاص افراد کی قید لگادے، جیسے: یہ پاؤنڈ صرف برطانیہ میں تجارت کے لئے ہے، یا یہ قید لگائے: یہ پاؤنڈ ایک سال کے لئے ہے، یا یہ قید لگائے کہ: یہ پاؤنڈ صرف کپڑے کی تجارت کے لئے ہیں، یا یہ قید لگائے یہ پاؤنڈ فلاں شخص ہی کے ساتھ کاروبار کرنے کے لئے ہے۔

مسئلہ:......مضاربت میں وقت کی اس طرح شرط لگانا کہ بعض مہینوں یا بعض دنوں میں کاروبار کی اجازت ہے، بعض مہینوں اور بعض دنوں میں نہیں، یہ شرط بھی جائز ہے۔ جیسے کوئی یہ شرط لگائے کہ موسم گرما میں کاروبار کی اجازت ہے، موسم سرما میں نہیں، یا ہفتہ میں پانچ دنوں میں اجازت ہے دو دنوں میں نہیں، یہ جائز ہے۔ اور اس کا فائدہ ہے: اس لئے کہ بعض موسم میں کاروبار کم ہوتا ہے اور بعض موسم میں زیادہ، اور بعض دنوں میں کاروبار کم ہوتا ہے اور بعض دنوں میں زیادہ۔

نوٹ:......کسی خاص شہر کی قید کا فائدہ ہے، اس لئے کہ امن اور خطرات اور مہنگائی یا سستا ہونے کے اعتبار سے مختلف شہروں کے حالات مختلف ہوتے ہیں، مثلا لندن شہر ہونے کی وجہ سے مہنگا علاقہ تصور کیا جاتا ہے، اور قصبات میں مہنگائی لندن شہر کے مقابلہ میں کم ہوتی ہے۔

اسی طرح فلاں آدمی کی قید کا بھی فائدہ ہے، اس لئے کہ بعض لوگ معاملہ میں بھروسہ کے قابل ہوتے ہیں اور بعض نہیں ہوتے۔

اسی طرح سامان کی تعیین میں بھی فائدہ ہے، اس لئے کہ بعض سامان میں نفع کم ہوتا ہےاور بعض میں زیادہ۔

نوٹ:......مضاربت میں شرائط اور قیود کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ اگر قید کسی اعتبار سے معاملہ کے لئے مفید ثابت ہوسکتی ہے تو اس کا اعتبار ہوگا، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان اپنی تسلیم شدہ شرطوں کا پابند ہیں ''المسلمون عند شروطھم''۔

(بخاری، باب اجر السّمسرة ، کتاب الاجارة ، قبل رقم الحدیث:۲۲۷۴)

علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں لکھا ہے:''والاصل فیہ ان القید ان کان مفیدا یثبت''۔(بدائع الصنائع ص۹۸ ج۶، فصل وأما بیان حکم المضاربة ، کتاب المضاربة)

مسئلہ:......فریقین کی طرف سے مضاربت کی کم سے کم مدت بھی طے کی جاسکتی ہے جس سے پہلے مضاربت کو ختم نہ کیا جاسکے، (جیسے یہ شرط لگانا یہ معاملہ ایک سال سے پہلے ختم نہیں کیا جاسکتا) اسلامی فقہ کی کتابوں میں اس سوال کا صریح جواب نہیں ملتا، لیکن ایک ضابطہ جو عموماً یہاں ذکر کیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کوئی مدت متعین نہیں کی جاسکتی، اور ہر فریق کو جب چاہے معاہدہ ختم کرنے کا اختیار رہے۔

فریقین کا مضاربت کو ختم کرنے کا یہ غیر محدود اختیار موجودہ حالات میں بعض مشکلات پیدا کرسکتا ہے، اس لئے کہ آج کل اکثر کاروباری مہمیں اپنے ثمرات دکھانے میں کچھ وقت کی محتاج ہوتی ہیں، اس لئے اگر سرمایہ کار معاملہ کے شروع ہی میں (یا کم مدت میں) مضاربت ختم کردیتا ہے تو اس منصوبے کے لئے بڑی مشکل کا باعث ہوگی، خاص طور پر محنت کرنے والے کے لئے کہ وہ اپنی تمام کوششوں کے باوجود کچھ کما نہیں سکے گا، اس لئے

اگر معاملہ کے شروع ہی میں فریقین اس بات پر اتفاق کرلیں کہ کوئی فریق بھی ایک معینہ مدت کے اندر چند مخصوص حالات کے علاوہ مضاربہ کو ختم نہیں کرے گا، تو یہ بات بظاہر شریعت کے کسی اصول کے خلاف معلوم نہیں ہوتی، بالخصوص اس حدیث کی روشنی میں:

”المسلمون علی شروطهم الا شرطا أحل حراما أوحرم حلالا“۔

مسلمانوں کے درمیان طے شدہ شرطوں کو برقرار رکھا جائے گا سوائے ان شرطوں کے جو کسی حرام کی اجازت دیدیں یا کسی حلال کو حرام کردیں۔ (ترمذی، باب ماذکر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الصلح بین الناس، کتاب الاحکام، رقم الحدیث:۱۳۵۲)

مسئلہ:...... مال لگانے والے کو یہ حق ہے کہ محنت کرنے والے سے یہ شرط لگائے کہ: پاؤنڈ فلاں تجارت میں لگائے، اگر محنت کرنے والے نے اس کے خلاف کیا اور نقصان ہوا تو اس کی ذمہ داری مضارب پر ہوگی۔

مسئلہ:...... مختلف نسبتوں سے بھی نفع طے کیا جا سکتا ہے، مثلاً: سرمایہ دار محنت کرنے والے سے کہے کہ: اگر تم نے سرمایہ غلہ میں لگایا تو تمہارا نفع چالیس (۴۰) فی صد ہوگا، اگر کپڑے میں لگایا تو پچاس (۵۰) فی صد ہوگا۔ اسی طرح اگر تم نے اپنے شہر میں کاروبار کیا تو نفع پچاس (۵۰) فی صد ہوگا اور دوسرے شہر میں کیا تو چالیس (۴۰) فی صد ہوگا۔

(۲)...... مضاربت مطلقہ: وہ یہ ہے کہ جس میں ان میں سے کوئی قید نہ لگائی جائے، بلکہ محنت کرنے والے کو اختیار دے دیا جائے کہ جس طرح، جہاں چاہے، جتنی مدت کے لئے تجارت کرو تمہیں اختیار ہے۔

مسئلہ:...... مطلق مضاربت میں دونوں یہ بھی طے کرلیں کہ کتنے دنوں کے بعد حساب کتاب کر کے منافعہ تقسیم ہوگا، جیسے تین مہینوں کے بعد یا چھ مہینوں کے بعد یا ایک سال بعد۔

مسئلہ:......مضاربت میں محنت کرنے والا سرمایہ دار کا اصل سرمایہ لینے کے بعد نفع کا مستحق ہوگا، اس سے پہلے نہیں، جیسے کسی تجارت میں دو ہزار کا نفع ہوا، اصل سرمایہ ابھی تک سرمایہ دار نے نہیں لیا، اور وہ محنت کرنے والے کے پاس ہی زیر معاملہ میں رہا، اس درمیان دو ہزار کا نقصان ہوگیا تو اب نفع کی تقسیم ختم ہوجائے گی، اور پہلے اس نقصان کی تلافی کی جائے گی، اس کے بعد جو نفع کی رقم بچے وہ قابل تقسیم ہوگی۔

مسئلہ:......عقد مضاربت کسی ایک کے فسخ کرنے سے فسخ ہوجائے گا، اس لئے کہ وہ دوسرے کے مال میں اجازت سے تصرف کرنے والا ہے، لہذا وہ وکیل کی طرح ہے، تصرف سے قبل اور اس کے بعد دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ:......مضاربت کے فسخ کے لئے ضروری ہے کہ دوسرے فریق کو فسخ کا علم ہو۔

مسئلہ:......مضاربت فسخ کرنے کی صورت میں محنت کرنے والے کو جتنا کام کیا ہے، دستور کے مطابق اتنی اجرت ملے گی۔

نوٹ:...... دستور کے مطابق کا مطلب یہ ہے کہ: عام طور پر اتنے کام کی جتنی اجرت ملتی ہے وہ ملے گی۔

کن چیزوں سے مضاربت فاسد ہوجاتی ہے

مسئلہ:...... پیسہ دینے والے نے یا محنت کرنے والے نے یہ شرط لگائی کہ: نفع میں کچھ رقم مثلاً: ایک ہزار روپیہ یا دو ہزار روپے پہلے میں لوں گا پھر دوسرے مال میں ہم دونوں برابر شریک ہوں گے، تو یہ مضاربت فاسد ہوجائے گی۔ غرض نفع میں کوئی فریق رقم اپنے لئے مخصوص نہیں کرسکتا، بلکہ یوں ہونا چاہئے کہ: نفع میں آدھا آدھا، یا مال والے کا: ۶۰٪ فی صد اور محنت والے کا: ۴۰٪ فی صد وغیرہ۔

نوٹ:......اگر کوئی کارخانہ شروع کرے اور اپنے لئے حق محنت کے طور پر، یا انتظامی دیکھ بھال کے نام سے کچھ منافع خاص کرلے، پھر بقیہ منافعہ کی رقم اپنے اور حصہ داروں میں تقسیم کرے تو یہ صورت جائز ہے۔

اسی طرح کارخانہ کے لئے کوئی منیجر رکھا تو اس کی تنخواہ نفع سے نکالی جاسکتی ہے۔

مسئلہ:......مضاربت میں مال دینے والا مال دے کر علیحدہ ہوجائے گا، کام میں اس کی شرکت کی شرط صحیح نہیں ہے، جیسے مال خرچ کرنے والے نے کہا کہ: میں خود یا میرا کوئی آدمی تمہارے ساتھ کام میں شریک رہے گا، تو یہ صحیح نہیں، اس لئے کہ اس کی مداخلت سے کام میں خرابی آئے گی، اور بلا وجہ ایک آدمی کے حق محنت کا بار اس پر پڑے گا، ہاں اگر محنت کرنے والا خود چاہے تو کسی کو کام پر رکھ سکتا ہے۔

مسئلہ:......مضاربت صرف پاؤنڈ (درہم یا دینار یا مروج کرنسی) میں صحیح ہے، مال میں نہیں، جیسے کسی نے کوئی سامان دیا کہ اس کو بیچو جو نفع ہوگا ہم آدھا آدھا تقسیم کرلیں گے، یہ درست نہیں۔

نوٹ:......امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک تو سونے اور چاندی ہی کا سکہ ضروری ہے، دوسری کرنسی مضاربت کا سرمایہ نہیں بن سکتی، لیکن امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بن سکتی ہے، اور اسی پر فتوی ہے۔

مسئلہ:......اگر یہ کہا کہ یہ سامان ہے اس کو بیچ کر جو پیسہ آئے اس سے مضاربت کرو تو یہ درست ہے۔

مسئلہ:......محنت کرنے والے نے اصل سرمایہ میں سے کچھ خرچ کردیا تو جو نفع ہوگا اس میں اصل سرمایہ کی رقم نکال کر پھر بقیہ مال میں منافعہ تقسیم ہوگا، مثلا: کسی نے دس ہزار پاؤنڈ

دیئے اور محنت کرنے والے نے اس میں سے ایک ہزار پاؤنڈ خرچ کردیئے، اب سال کے بعد دو ہزار پاؤنڈ منافع ہوا تو نفع کی تقسیم سے پہلے ایک ہزار پاؤنڈ نکال لئے جائیں گے، اور بقیہ ایک ہزار پاؤنڈ نفع میں تقسیم ہوں گے۔

مسئلہ:......نفع کی تقسیم کے وقت مال لگانے والے اور محنت کرنے والے دونوں کا رہنا ضروری ہے۔

مسئلہ:......محنت کرنے والے نے ابتدائی مرحلہ میں جب تک سرمایہ میں تصرف نہیں کیا تو وہ مال لگانے والے کا امین ہے، سرمایہ کی نسبت سے اس پر وہی احکام جاری ہوں گے جو امانت پر جاری ہوتے ہیں۔

مسئلہ:......اور جب محنت کرنے والے نے سرمایہ پر تصرف کر دیا تو اب وہ وکیل بن گیا، یعنی مال لگانے والے کا وہ نمائندہ ہے، اب اللہ تعالیٰ نے جو نفع دیا اس نفع میں متعینہ نفع کا مالک تصور کیا جائے گا۔

مسئلہ:......محنت کرنے والا امین ہے، اس لئے اس کو مال کی اس طرح حفاظت کرنی چاہئے جس طرح ایک امین امانت کی حفاظت کرتا ہے۔

مسئلہ:......محنت کرنے والے نے امانت کے ساتھ تجارت کی اس کے باوجود کوئی نقصان ہوگیا تو وہ اس نقصان کا ذمہ دار نہیں۔

مسئلہ:......اگر یہ ثبوت مل گیا کہ محنت کرنے والے نے قصداً مال کو ضائع کیا تو اس پر ذمہ داری عائد ہوگی۔

مسئلہ:......اگر محنت کرنے والے نے مال لگانے والے کے شرط کے خلاف کام کیا اور نقصان ہوا تو اس کی ذمہ داری محنت کرنے والے پر ہوگی۔

مسئلہ:......مضاربت میں اگر اصل سرمایہ میں نقصان ہو جائے تو یہ نقصان سرمایہ کار کا ہوگا، محنت کرنے والا اس کا ذمہ دار نہ ہوگا، اس لئے کہ محنت کرنے والے کا تو کوئی سرمایہ لگا ہی نہیں، اس کا نقصان اس قدر ہوگا کہ اس کی محنت ضائع گئی، اسے اس کی محنت کے بدلے میں کوئی نفع نہیں ملے گا۔

مسئلہ:......اگر مضاربت کسی معین مدت کے لئے ہو، جیسے: تین سال کی مدت پر معاملہ ہوا، اور تین سال معاملہ جاری رہا،، پہلے اور دوسرے سال حساب کر کے نفع تقسیم ہوا، اور تیسرے سال نقصان ہو گیا تو تین سالہ مدت ایک ہی معاملہ کی ہوگی، لہذا تیسرے سال جو نقصان ہوا ہے، پہلے اس نقصان کی تلافی گذشتہ دو سال کے نفع سے کی جائے گی، پھر اگر اس سے بھی نقصان کی تلافی نہیں ہوئی تو اصل سرمایہ سے نقصان کی تلافی ہوگی۔ جیسے دس ہزار پاؤنڈ پر مضاربت کا معاملہ طے ہوا، پھر دو سال تک دو دو ہزار پاؤنڈ نفع ملتا رہا، اور دونوں فریق کے درمیان ایک ایک ہزار تقسیم ہوتا رہا، اب تیسرے سال بجائے نفع کے ایک ہزار کا نقصان ہو گیا تو پہلے دو سال کے نفع کو اصل سرمایہ میں لگایا جائے گا، اور دونون فریق پہلے دو سال کے نفع میں سے پانچ پانچ سو پاؤنڈ اصل سرمایہ میں لگائیں گے۔

مسئلہ:......محنت کرنے والا وکیل ہونے کے اعتبار سے اس بات کا اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے تجارت کرے، (اگر مضاربت مطلق ہے)۔

مسئلہ:......مضاربت مطلق میں محنت کرنے والے کو نقد یا ادھار مال خریدنے اور بیچنے کی اجازت ہے۔

مسئلہ:......مضاربت مطلق میں محنت کرنے والے کو اپنی مدد کے لئے کسی مزدور کو رکھنے کی بھی کی اجازت ہے۔

مسئلہ:......محنت کرنے والے نے (مضاربت مطلق میں) غیر معمولی دھوکہ کھایا، مثلاً: غبن فاحش سے مال خریدا، تو اس کی ذمہ داری محنت کرنے والے پر ہوگی۔ مثلا محنت کرنے والے نے کوئی سامان پانچ سو پاؤنڈ میں خریدا، اور عام مارکیٹ میں اس کی قیمت بھی تقریبا یہی ہے، تو پھر نقصان ہونے پر محنت کرنے والا ذمہ دار نہ ہوگا، لیکن اگر محنت کرنے والے نے کوئی سامان مثلا پانچ سو پاؤنڈ میں خریدا اور عام مارکیٹ میں اس کی قیمت تین سو پاؤنڈ ہے، تو اب محنت کرنے والا نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔

نوٹ:......ذمہ داری کا مطلب یہ ہے کہ: اس کا تاوان محنت کرنے والے کو دینا ہوگا، خواہ وہ اپنے حصے کے نفع سے دے، یا اپنے گھر سے ادا کرے۔

نوٹ:......تاوان کا اندازہ اس شعبہ کے ماہر افراد سے کرایا جائے گا۔

مسئلہ:......اگر محنت کرنے والے نے سامان عام مارکیٹ کے حساب سے خریدا، مگر اچانک اس کی قمیت کم ہوگئی، پھر نقصان ہوا تو محنت کرنے والا اس نقصان کا ذمہ دار نہ ہوگا، مثلا کوئی سامان دوسو پاؤنڈ میں خریدا اور اچانک دوسرے تیسرے دن مارکیٹ میں اس کی قیمت کم ہوکر سو پاؤنڈ ہوگئی تو اب محنت کرنے والے پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

مسئلہ:......محنت کرنے والے کو یہ اجازت نہیں کہ مال کسی کو قرض دے یا کسی کو ہدیہ دے، اگر قرض دیا اور مال ضائع ہوگیا تو اس کی ذمہ داری محنت کرنے والے پر ہوگی۔

مسئلہ:......محنت کرنے والا مال کسی کے پاس رہن رکھے، یا امانت رکھے، یا دوسری جگہ بھیجنے کے لئے حوالہ کرے تو اس کی اجازت ہے، ان صورتوں میں اگر مال ضائع ہوجائے تو محنت والا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

مسئلہ:......محنت کرنے والا اگر اپنے شہر میں تجارت کرے تو کھانا' کپڑا مضاربت کے مال

سے نہیں لے سکتا، اگر شہر بڑا ہو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے جانے میں کچھ خرچ ہوتا ہو یا اسٹیشن دور ہو، اور مال چھڑانا ہو، یا مال کو سواری پر لانا ہو تو یہ سارے اخراجات مضارب لے سکتا ہے۔

مسئلہ:......محنت کرنے والا دوائی کا خرچ بھی لے سکتا ہے، اس لئے کہ صحت ہی پر تجارت کا دارومدار ہے۔

مسئلہ:......جو خرچ لیا جا سکتا ہے اس میں ضروری ہے کہ اعتدال کا خیال رکھے، اور اپنی حیثیت سے خرچ کرے، جیسے اپنے ذاتی کام کے لئے سکنڈ کلاس میں سفر کرتا ہے تو اس میں بھی سیکنڈ کلاس سے سفر کرے، یہ نہیں اپنے کام کے لئے تو سیکنڈ کلاس میں سفر کرے اور تجارت کے لئے فرسٹ کلاس میں سفر کرے۔

مسئلہ:......کھانے پینے وغیرہ تمام اخراجات میں بھی اسی اصول کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

مسئلہ:......مضاربت میں محنت کرنے والا اپنے طے شدہ حصہ سے زیادہ کسی قسم کی تنخواہ، فیس یا معاوضہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

مسئلہ:......مضاربت کے مال میں جو نقصان ہوگا وہ نفع سے محسوب ہوگا، مثلاً دس ہزار پاؤنڈ سے مال خریدا اور اس میں دو ہزار نفع ہوا، اسی دوران ایک ہزار پاؤنڈ چوری ہو گئے، یا کسی اور طرح نقصان ہو گیا تو اب ایک ہزار پاؤنڈ تو اصل سرمایہ میں چلا جائے گا، اور بقیہ ایک ہزار پاؤنڈ آپس میں تقسیم ہوگا۔

مسئلہ:......اگر یہ نقصان فائدہ سے زیادہ ہو تو محنت کرنے والے پر کوئی ذمہ داری نہیں، مثلاً ایک ہزار پاؤنڈ سے مال خریدا اور اس میں دو سو پاؤنڈ نفع ہوا، اسی دوران پانچ سو پاؤنڈ چوری ہو گئے یا نقصان ہو گیا، تو اب دو سو پاؤنڈ تو اصل سرمایہ میں چلے جائیں گے، اس کے

بعد بھی ایک ہزار پاؤنڈ پورے نہ ہوئے تو محنت کرنے والا اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔

مسئلہ:......نفع سارے اخراجات کو نکال کر تقسیم کیا جائے گا، مثلا دس ہزار پاؤنڈ کا سرمایہ ہے، اور اس میں دو ہزار پاؤنڈ نفع ہوا، اور اخراجات پانچ سو پاؤنڈ ہوئے ہیں تو نفع کی تقسیم سے پہلے پانچ سو پاؤنڈ سرمایہ میں محفوظ کئے جائیں گے، اور ڈیڑھ ہزار میں نفع تقسیم ہوگا۔

مسئلہ:......اگر تجارت میں کوئی نفع نہ ہوا تو محنت کرنے والے پر کوئی ذمہ داری نہیں۔

مسئلہ:......اگر مضاربت کسی وجہ سے فسخ ہو جائے تو محنت کرنے والے نے جتنا کام کیا ہے اس کی اجرت اس کو ملے گی، لیکن یہ اجرت نفع کی مقدار سے زیادہ نہ ہوگی جو کسی وجہ سے اس نے اب تک کمایا ہے، یہ اس صورت میں ہے جب تجارت میں کوئی نفع ہوا ہو، اگر نفع ملنے سے پہلے ہی مضاربت ختم ہوگئی تو محنت کرنے والے کو کچھ بھی نہیں ملے گا، مثلا: دس ہزار سے تجارت شروع ہوئی، اور دو ہزار نفع ہوا، اور مضاربت ختم ہوگئی تو تو اب جتنے دن ا س نے کام کیا اس کی اجرت اس کو ملے گی، لیکن اگر ابھی تک تجارت دس ہزار کے اندر اندر ہی ہے اور کوئی نفع نہیں ہوا اور مضارت ختم ہوگئی تو محنت کرنے والے کو کوئی اجرت نہیں ملے گی، اور اگر نفع اس قدر کم ملا کہ محنت کرنے والے کی اجرت نفع سے زیادہ ہو جائے تو محنت کرنے والے کو نفع سے زیادہ اجرت نہیں دی جائے گی۔

مسئلہ:......مالک اگر مضاربت ختم کرنا چاہتا ہے تو محنت کرنے والے کو اس کی اطلاع دینا ضروری ہے، لیکن محنت کرنے والا جو کام ادھورا رہ گیا ہو اس کو پورا کر سکتا ہے۔

مسئلہ:......مضاربت اگر فاسد ہو جائے تو محنت کرنے والے کے لئے سرمایہ میں کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں ہے، اور نہ اس کے لئے نفع یا اخراجات سفر کا معاوضہ لینا جائز ہے،

اس صورت میں محنت کرنے والے کو اجرت (مثل) ملے گی، اور اگر محنت کرنے والے نے مضاربت فاسدہ کے بعد کوئی تصرف کیا اور نفع ملا تو یہ پورا نفع سرمایہ دار کا ہوگا۔

مضاربت عقد لازم نہیں

مسئلہ:......مضاربت کا معاملہ فریقین میں سے کسی کے لئے لازمی نہیں ہے، فقہ کی اصطلاح میں یہ ''عقد غیر لازم'' ہے، سرمایہ کار یا محنت کرنے والا اپنے طور پر معاملہ ختم کرسکتا ہے، لیکن دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہے، ایک یہ کہ: دوسرے فریق کو معاملہ ختم کرنے کی اطلاع ہوجائے۔ دوسری یہ کہ: مضاربت کا بنیادی سرمایہ اس وقت کرنسی کی صورت میں موجود ہو۔ اگر سرمایہ کار نے اس وقت مضاربت کو ختم کرنا چاہا جب کہ اصل سرمایہ سامان کی صورت میں ہو تو ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

مضاربت ختم ہونے کی صورتیں

مضاربت درج ذیل صورتوں میں ختم ہوجاتی ہے:

(۱)......فریقین میں کوئی معاملہ ختم کردے، یا سرمایہ کار محنت کرنے والے کو تجارت سے روک دے۔

(۲)......فریقین میں سے کسی ایک کی موت واقع ہوجائے۔

(۳)......فریقین میں کسی ایک کا دماغی توازن متأثر ہوجائے۔

(۴)......اصل سرمایہ کوئی خریدے بغیر ہی ضائع ہوجائے (اب مضاربت باطل ہوجائے گی)۔

(۵)......مسلم ملک میں سرمایہ کار خدانخواستہ اسلام چھوڑ کر مرتد ہوجائے، (مرتد ہوجانا بھی ان اسباب میں سے ہے جن کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مضاربت ختم

ہوجاتی ہے)۔

مشارکت اور مضاربت میں فرق

مشارکت اور مضاربت میں چند باتوں میں فرق ہے:

(۱)......مشارکت میں سرمایہ دونوں فریقین کا ہوتا ہے، جبکہ مضاربت میں صرف سرمایہ دار مال لگاتا ہے۔

(۲)......مشارکت میں تمام شرکاء کاروبار میں کام کرسکتے ہیں، اوراس کے انتظام میں حصہ لے سکتے ہیں، جبکہ مضاربت میں سرمایہ دار کو کاروبار میں حصہ لینے کا کوئی حق نہیں، سارا کام محنت کرنے والے کے ذمہ ہے۔

(۳)......مشارکت میں تمام شرکاء اپنے سرمایہ کے تناسب کی حدتک نقصان میں شریک ہوتے ہیں، جبکہ مضاربت میں اگر کوئی نقصان ہوجائے تو وہ صرف سرمایہ دار برداشت کرے گا، محنت کرنے والے پراس کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔

(۴)......مشارکت میں عموماً حصہ داروں کی ذمہ داریاں محدود ہوتی ہے، مگر مضاربت میں اس کی ذمہ داری سرمایہ کاری کی حدتک محدود ہوگی۔

(۵)......مشارکت میں جب بھی حصہ دار اپنا سرمایہ خلط ملط کرلیں گے تو مشارکت کے تمام اثاثہ جات شرکاء کی سرمایہ کاری کے تناسب سے ان کی مشترکہ ملکیت بن جائیں گے، اس لئے ان میں سے ہرایک ان اثاثوں کی قیمتوں میں اضافے سے بھی مستفید ہوگا، اگرچہ انہیں بیچ کر نفع حاصل نہ کیا گیا ہو، جبکہ مضاربت میں خریدی ہوئی ساری چیزیں صرف سرمایہ دار کی ملکیت ہیں، اور محنت کرنے والا صرف اس صورت میں منافع میں سے اپنا حصہ حاصل کرسکتا ہے جبکہ وہ انہیں نفع پر بیچ دے، لہذا وہ خود اثاثہ جات میں اپنے حصے کا دعوی

کرنے کا حق نہیں رکھتا، اگرچہ ان کی قیمت بڑھ گئی ہو۔

مشارکت اور مضاربت کا اجتماع

مسئلہ:......مشارکت میں سرمایہ سب شرکاء کا ہوتا ہے، اور مضاربت میں صرف سرمایہ دار کا، لیکن یہ صورت بھی جائز ہے کہ مشارکت اور مضاربت دونوں ایک ساتھ ہو جائیں، مثلاً سرمایہ دار نے مال لگایا اور محنت کرنے والے کی محنت ہے، تو یہ مضاربت ہوگئی، اسی کے ساتھ محنت کرنے والے نے بھی سرمایہ دار کی اجازت سے اپنا بھی کچھ سرمایہ تجارت میں لگایا تو یہ جائز ہے، اب یہ معاملہ مشارکت اور مضاربت کا ہوگیا، جیسے ایک سرمایہ دار نے دس ہزار پاؤنڈ لگائے اور محنت کرنے والے کی محنت تھی، بعد میں محنت کرنے نے بھی سرمایہ دار کی اجازت سے دو ہزار پاؤنڈ اس میں شامل کر دیئے، اب یہ مشارکت اور مضاربت ہوگئی، اس صورت میں محنت کرنے والا اپنی محنت کے طے شدہ نفع کے علاوہ اپنے دو ہزار حصہ کے تناسب سے نفع کا بھی مستحق ہوگا، جیسے مثال مذکور میں: پہلے دس ہزار میں اس کی محنت کا معاوضہ مثلاً چالیس فی صد تھا، تو وہ چالیس فی صد کے علاوہ اپنے دو ہزار شرکت کے حساب سے اس کا نفع بھی لے سکتا ہے۔

(مستفاد: اسلامی فقہ ص ۳۹۳ رتا: ۴۰۵ ج ۲۔ قاموس الفقہ ص ۱۱۷ تا ۱۲۴ ج ۵، مادہ: مضاربت۔ اسلام اور جدید معاشی مسائل ص ۴۵ ج ۵)

نوٹ:......طوالت کے خوف سے عربی عبارات نہیں لکھی گئی ہیں، اہل علم کتب فقہ کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں، مثلاً:

(۱)......شامی ص ۴۳۰ ج ۸، كتاب المضاربة، ط: مكتبة دار الباز، مكة المكرمة۔

(۲)......عالمگیری ص ۳۱۱ ج ۴، كتاب المضاربة، ط: دار الكتب العلمية، بيروت۔

(۳)......بدائع الصنائع ص۳ ج۸، كتاب المضاربة ،ط : دار الكتب العلمية ، بيروت۔

(۴)......تاتارخانیہ ص۳۹۰ ج۱۵، كتاب المضاربة ۔ط: مکتبہ زکریا، دیوبند۔

(۵)......الموسوعہ فقہیہ الکویتیہ ص۳۵ ج۳۸۔ (مترجم) ص ۶۸ ج ۳۸۔

اکابر کے چند مفید فتاوی

رب المال پر عمل کی شرط لگانے کا حکم

مسئلہ:......مضاربت میں یہ شرط لگائی کہ محنت کرنے والے کے ساتھ سرمایہ دار بھی محنت کرے گا، تو اس شرط کی وجہ سے عقد مضاربت فاسد اور باطل ہو گیا۔

اب اس عقد کو صحیح کرنے کی صورت یہ ہے کہ: اس کو شرکت میں تبدیل کر دے، اس طور پر کہ سرمایہ دار کچھ پاؤنڈ محنت کرنے والے کو قرض دے دے، اب محنت کرنے والا اس پاؤنڈ کو بطور شرکت تجارت میں لگا دے، جو نفع ہوگا وہ دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا، اور جب عقد ختم ہو جائے تو سرمایہ دار اپنا قرضہ وصول کر لے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص۷۴۶ ج۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

مضاربت میں مالک کو تنخواہ دار ملازم رکھنا جائز نہیں

مسئلہ:......عقد مضاربت میں مالک کو تنخواہ دار ملازم رکھنا جائز نہیں، اس کی وجہ سے عقد مضاربت فاسد اور باطل ہو گیا۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص۷۴۹ ج۵، ط: دیوبند)

سرمایہ دار کا بلا شرط تبرعا مدد کرنے کا حکم

مسئلہ:......عقد مضاربت میں مالک بلا کسی شرط کے محنت کرنے والے کی مدد کرے اور تبرعا

کام کرے تو یہ جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص۷۴۶ ج ۵، ط: دیوبند)

مضاربت میں منافع کی جہالت کا حکم

مسئلہ:......عقد مضاربت میں منافع کی تعیین نہیں کی، صرف یہ کہہ دیا کہ: تمہارے لئے کچھ کر دوں گا، منافع کی جہالت کی وجہ سے یہ عقد فاسد ہو گیا، اور محنت کرنے والے کو اجرت مثل ملے گی۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص۷۵۴ ج ۵، ط: دیوبند)

مضارب کا اپنی کمپنی سے عقد کرنے کا حکم

مسئلہ:......محنت کرنے والے نے مال تجارت سرمایہ دار کی اجازت سے اپنی کمپنی کو بیچا تو جائز ہے، اگر محنت کرنے والا کمپنی کا مالک نہیں بلکہ کمپنی کا ایک فرد ہے تو قیمت مثل پر فروخت کرنا صحیح ہے، کم قیمت پر فروخت کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ اس صورت میں سرمایہ دار کا نقصان ہوگا، اور محنت کرنے والا' سرمایہ دار کو نقصان پہنچانے والا کام نہیں کرسکتا۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص۷۵۷ ج ۵، ط: دیوبند)

مضارب کے لئے عقد تولیہ کا حکم

مسئلہ:......محنت کرنے والے کے لئے عقد تولیہ کی اجازت ہے، بلکہ بعض مرتبہ کسی خاص مصلحت سے کرنا پڑتا ہے، مثلاً ممکن ہے کہ اس چیز کی ویلیو کم ہوگئی ہو، یا محنت کرنے والا خریدنے والے پر احسان کرنا چاہتا ہے، اس لئے کہ خریدنے والے نے محنت کرنے والے کو فائدہ پہنچایا ہے یا آئندہ پہنچانے کا امکان ہے، لیکن یہ عمل ہمیشہ نہیں کرنا چاہئے، کبھی کبھی کسی مصلحت کی وجہ سے کرسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص۷۵۸ ج ۵، دیوبند)

نوٹ:......عقد تولیہ یہ ہے کہ: بیچنے والا خریدنے والے کو بتائے کہ میں نے یہ چیز مثلاً سو

پاؤنڈ میں خریدی ہے اور سو پاؤنڈ ہی میں بیچتا ہوں، جتنے میں خریدی ہے اتنے ہی میں مبیع کا ولی بنادینے کو تولیہ کہتے ہیں۔ ''ہدایہ'' میں ہے:

والتولية نقل ما ملكه بالعقد الاول بالثمن الاول من غير زيادة ربح۔

(ہدایہ، باب المرابحة والتولية، كتاب البيوع ۔اثمار الہدایہ ص۳۱۰ ج ۸)

مضارب کا اپنی کمپنی سے عقد کرنے کا حکم

مسئلہ:......سرمایہ دار کا محنت کرنے والے کو اپنی دکان کرایہ پر دینا جائز ہے، جیسے: سرمایہ دار نے محنت کرنے والے سے کہا: کہ میری دکان کرایہ پر لے لو ماہانہ پانچ سو پاؤنڈ کرایہ لوں گا، یہ عقد جائز ہے، اس لئے کہ محنت کرنے والا سرمایہ دار سے عقد منعقد کرسکتا ہے۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص۵۹۷ ج ۵، ط: دیوبند)

مضاربت میں محدود ذمہ داری کا حکم

مسئلہ:......عقد مضاربت میں محدود ذمہ داری کی وجہ سے عقد کو فاسد نہیں کہا جائے گا۔

نوٹ:......محدود ذمہ داری کا مطلب یہ ہے کہ: حصہ لگانے والوں کی ذمہ داریاں ان کے لگائے ہوئے سرمایہ کی حد تک محدود ہوتی ہیں، یعنی اگر کمپنی خسارے میں گئی تو ان کا زیادہ سے زیادہ نقصان یہ ہوگا کہ ان کا لگایا ہوا سرمایہ ڈوب جائے گا، اگر کمپنی پر قرض زیادہ ہوگیا تو حصہ داروں سے ان کے لگائے ہوئے سرمایہ سے زیادہ کا مطالبہ نہیں ہوگا۔

'محدود ذمہ داری'' جدید قانونی اور معاشی اصطلاح کے مطابق ایک ایسی صورت حال ہے جس میں کسی کاروبار میں شریک یا شیئرز ہولڈر خود کو اس رقم سے زائد ذمہ داری اٹھانے سے محفوظ بناتا ہے جو رقم اس نے محدود ذمہ داری والی کمپنی یا شراکت میں لگائی ہے، اگر کاروبار کو خسارہ ہوجاتا ہے تو ایک شیئرز ہولڈرز زیادہ سے زیادہ جو نقصان اٹھائے گا وہ یہ ہے

کہ وہ اپنا اصل سرمایہ کھو بیٹھے گا، لیکن یہ خسارہ اس کے ذاتی اثاثوں تک نہیں پھیلے گا۔

اور اگر کمپنی کے اثاثے اس کے (قرضوں وغیرہ) کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے کافی نہیں ہیں، تو قرض خواہ شیئرز ہولڈرز کے ذاتی اثاثوں سے اپنے قابل وصول بقایاجات وصول کرنے کا دعوی نہیں کرسکتے۔

نوٹ:......ایک مشکلی کا حل: اگر کمپنی دیوالیہ ہوگئی تو مضاربت کے اصولوں کے مطابق تمام سال کے منافع جو عقد کی ابتداء سے سرمایہ دار اور محنت کرنے والے نے کمائے تھے، واپس کیئے جائیں گے۔

اس کا حل یہ ہے کہ کمپنی اپنے شیئرز ہولڈرز کے ساتھ ہر سال نیا عقد کرلے، اس کے بعد کمپنی دیوالیہ ہونے پر صرف نئے عقد کے بعد والا نفع قرض میں حساب کیا جائے گا۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۷۶۰ ج ۵، ط: دیوبند)

مضارب کے لئے زیادہ نفع متعین کرنے کا حکم

مسئلہ:......مضاربت اور مشارکت میں محنت کرنے والے کے لئے کچھ زیادہ حصہ مقرر کرنا جائز ہے، جیسے عمر اور بکر نے پانچ پانچ ہزار پاؤنڈ نکالے، عمر محنت کرتا ہے اور بکر صرف پاؤنڈ لگاتا ہے، تو عمر کے لئے نفع میں زیادہ حصہ مقرر کرنا جائز ہے۔ مثلا: نفع میں عمر کے لئے اسی (۸۰) فی صد اور بکر کے لئے بیس (۲۰) فی صد طے کیا تو یہ درست ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ پچاس فی صد نفع عمر کے لئے اپنے سرمایہ کے ہے، اور بقیہ پچاس فی صد میں سے تیس (۳۰) فی صد کام اور محنت کی وجہ سے ملا، اور بکر کو بیس (۲۰) فی صد اپنے سرمایہ کی وجہ سے ملا۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۷۶۳ ج ۵، ط: دیوبند)

کمپنی کو بطور مضاربت مال دینے کا حکم

سوال؛......ایک شخص نے کسی کمپنی کو کچھ رقم دی ٹینک خریدنے کے لئے، وہ کمپنی ٹینک خرید کر اپنے منیجر کے حوالہ کرتی ہے، اور کمپنی کا منیجر اس ٹینک کو دوسرے ٹینکوں کے ساتھ اجرت پر دیتا ہے، پھر حاصل شدہ نفع آپس میں تقسیم کرتے ہیں، اس طور پر کہ تقریبا: ۱۵ر فی صد منیجر لیتا ہے، اور: ۵ر فی صد کمپنی لیتی ہے، اور بقیہ نفع ٹینک کے مالکوں کے درمیان تقسیم ہوتا ہے۔ شرعا اس عقد کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب:......صورت مسئولہ میں یہ معاملہ عقد مضاربت کا ہے، اس طور پر کہ ٹینک کے مالکان حضرات رب المال (سرمایہ دار) کے حکم میں ہیں، اور کمپنی، منیجر وغیرہ مضارب (محنت کرنے والوں) کے حکم میں ہیں، اور مال مضاربت کو دوسروں کے مال کے ساتھ ملا کر تجارت کرنا رب المال (سرمایہ دار) کی صراحۃً اجازت سے-یا یہ کہنے سے کہ: اپنی رائے پر عمل کرو- جائز اور درست ہے، اور آپس میں نفع فی صد کے اعتبار سے متعین ہے، لہذا یہ عقد مضاربت صحیح اور درست ہے۔ (فتاوی دار العلوم زکریا ص ۶۵۷ ج ۵، ط: دیوبند)

اسلامی اصولوں پر نفع حاصل کرنے کا طریقہ

سوال:......اگر ایک بینک یا کمپنی اسلامی اصولوں کے مطابق لوگوں سے رقم لے کر اس رقم پر نفع حاصل کرے اور رقم والوں کو نفع دے تو اس کا کیا طریقہ ہوگا؟۔

الجواب:......کمپنی یا بینک لوگوں سے مضاربت کے طور پر رقم وصول کرے، رقم رکھوانے والے رب المال (سرمایہ دار) کی طرح ہوں گے، اور کمپنی یا بینک مضارب (محنت کرنے والے) کی حیثیت سے موسوم ہوں گے، بشرطیکہ وہ تجارت کریں، اور نفع ان کے درمیان خاص طے شدہ تناسب سے تقسیم کیا جائے گا، مثلا رب المال (سرمایہ دار) کے لئے: ۴۰ر

فی صد اور مضارب (محنت کرنے والے) کے لئے ۶۰/فی صد۔ اور ظاہر بات ہے کہ لوگوں کی رقم جمع کرنے اور نکالنے کی تاریخ ایک نہیں ہوتی، تو اس میں ''الحساب الیومی'' روزانہ پیداوار پر مبنی حساب (daily product basis) کی بنیاد پر نفع تقسیم کیا جائے، جس شخص کی رقم بینک میں جتنے دن رہی اتنے دنوں کے حساب سے منافع کا اوسط دے دیا جائے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص۶۳۷ ج۵، ط: دیوبند)

ٹیلیفون کمپنی کے ساتھ مضاربت کا حکم

سوال:......ایک آدمی کو حکومت کی طرف سے ٹیلیفون کمپنی چلانے کے لئے لائیسنس ملا ہے، اس کی فیس تقریباً: ۲۰،۰۰۰/ڈالر ادا کیے، اس آدمی نے لائیسنس کے حصول کے لئے بہت کوشش کی اور پیسہ بھی صرف کیا، اور تجارت چلانے کے لئے ایک کمپنی شروع کی، لیکن مشینیں وغیرہ کے لئے کافی رقم کی ضرورت ہے، اگر یہ شخص دس آدمیوں سے کہہ دے کہ تم میں سے ہر ایک مجھے: ۱۵۰۰۰/ڈالر دیدے اس شرط پر کہ اس تجارت سے جتنا بھی فائدہ ہوگا اس کا متعین فی صد تم کو ادا کروں گا، اور ایک سال کے بعد راس المال مع نفع کے ادا کر دیا جائے گا، اور یہ شرط بھی لگائی کہ دس آدمیوں میں سے تجارت میں کسی کا بھی دخل نہیں ہوگا، اور یہ شخص اپنی مرضی کے مطابق تجارت کرے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ: کیا یہ جائز ہے کہ ایک سال کے لئے اس کمپنی میں پیسہ لگائے، اور ایک سال کے بعد راس المال مع منافع واپس لے؟۔ اور کیا یہ راس المال مضمون ہوگا یا نہیں؟۔ کیا ایسا عقد جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:......(الف): یہ معاملہ مضاربت کا ہے، اور یہ جائز ہے۔...نفع شرط کے مطابق فیصد کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا، ہاں کسی کے لئے رقم معین کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح راس المال کا فی صد لینا بھی جائز نہیں، کیونکہ یہ سود کے حکم میں ہے۔

(ب)......ایک سال کے لئے مضاربت جائز ہے، اس کو مضاربت موقتہ کہتے ہیں۔

(ج)......راس المال مضمون نہیں ہوگا، بلکہ مضارب اس میں امین کی حیثیت سے کام کرے گا، جب تک تعدی نہ پائی جائے، اگر مضارب کی تعدی کے بغیر کوئی نقصان ہوجائے تو سب سے پہلے نفع سے تلافی کی جائے گی، پھر اگر نفع کافی نہ ہو تو راس المال سے تلافی کی جائے گی۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۷۷۸ ج ۵، ط: دیوبند)

سرمایہ دار کا اپنے بیٹے کو مضاربت میں شامل کرنے کی شرط لگانا

مسئلہ:......سرمایہ دار کا یہ شرط لگانا کہ محنت کرنے والے کے ساتھ میرا بیٹا بطور منیجر کام کرے گا، اور: ۱۰ر فی صد نفع اس کا ہوگا، یہ جائز ہے، اس لئے کہ عقد مضاربت میں سرمایہ دار کا بیٹا ایک اجنبی کی حیثیت رکھتا ہے، اور اجنبی کے لئے کام کے بدلہ میں کچھ نفع متعین کرنا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۷۷۹ ج ۵، ط: دیوبند)

نفع کی ایک مقدار تک مضاربت ختم نہ کرنے کی شرط لگانا

مسئلہ:......مضاربت میں اس طرح کی شرط لگانا کہ: مثلا جب تک محنت کرنے والا بیس ہزار پاؤنڈ نہ کمالے اس وقت تک مضاربت ختم نہیں کرسکتا، جائز نہیں، اس لئے کہ اس میں غیر محدود مدت تک محنت کرنے والے کو پابند کرنا ہے، اور فی الجملہ سرمایہ دار کے نفع کی ضمانت بھی ہے۔ (مستفاد: فتاوی عثمانی ص ۳۶ ج ۳، کتاب الشرکۃ والمضاربۃ)

سوال:......کیا رب المال مضارب سے یہ معاہدہ کرسکتا ہے کہ: اگر مضاربت ختم کرنے کا ارادہ ہو تو مضارب سارا مال رب المال کے حوالے کردے، اور رب المال کی جگہ پر لے جاکر اس کی سیٹنگ کردے، اگر ایسا معاہدہ کرلیا تو کیا مضارب پر اس کی پابندی ضروری ہے؟

الجواب:...... فسخ مضاربت پر اگر نقد رقم ہو تو مضارب (محنت کرنے والا) اسے واپس کرنے کا پابند ہے، نقد نہ ہو تو تنضیض کا، البتہ اگر رب المال (سرمایہ دار) عروض خریدنا چاہے تو جائز ہے۔ اس صورت میں اگر قیمتِ خرید میں نفع ہو تو وہ بھی جانبین میں تقسیم ہوگا۔ پہلے سے یہ شرط کہ فسخ ہونے پر مال رب المال (سرمایہ دار) کو بیچا جائے گا، عقد مضاربت میں نہیں لگائی جاسکتی، ہاں اگر عقد اس شرط سے خالی ہو اور بعد میں وعدہ کرلے تو جائز ہے۔ البتہ مال مضاربت اگر عروض کی شکل میں ہو، اور نفع ظاہر ہو چکا ہو، اور مضارب (محنت کرنے والا) رب المال (سرمایہ دار) سے یہ مطالبہ کرے کہ یہ مال میں خریدنا چاہتا ہوں تو رب المال انکار نہیں کرسکتا۔ (فتاوی عثمانی ص ۳۷ ج ۳، کتاب الشرکۃ والمضاربۃ)

نوٹ:...... تنضیض: کی تعریف ص: ۲۹/ پر آرہی ہے، وہاں ملاحظہ کرلی جائے۔

مضاربت ختم کرتے وقت رب المال کو مال دینا ضروری نہیں

سوال:...... مضاربت ختم کرنے کا ارادہ ہوا تو رب المال نے کہا: سارا مال مجھ کو فروخت کردو، مگر مضارب کہتا ہے کہ: میں آپ کو نہیں دوں گا، اپنے فلاں دوست کو فروخت کروں گا، تو کیا مضارب کو اس کا اختیار ہے کہ رب المال کے بجائے اپنے دوست کو فروخت کرے؟۔

جواب:...... اگر مضارب کا دوست زیادہ قیمت دے رہا ہو تو یقیناً وہ مقدم ہوگا، لیکن اگر قیمت دونوں برابر دینا چاہتے ہوں تو اس کا صریح جزئیہ تو یاد نہیں، لیکن قاعدے کا تقاضا یہ ہے کہ رب المال اسے مجبور نہ کرسکے، کیونکہ مال مضاربت میں حق کلیۃً مضارب کو حاصل ہوتا ہے، رب المال کو مداخلت کا حق نہیں ہوتا، اگرچہ دوسری جہت یہ ہے کہ رب المال کو ابتدائی ملک رقبہ حاصل ہونے کی بنا پر ترجیح دی جائے، لیکن بظاہر یہ محض اخلاقی ترجیح ہے،

قضاءاس پر مجبور کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

(فتاوی عثمانی ص ۳۹ ج ۳، کتاب الشرکۃ والمضاربۃ)

اسلامک بینک میں مضاربت کی تفصیل

اسلامک بینک مضاربت کے دوطریقے استعمال کر سکتے ہیں:

(الف)......مضاربت کی عمومی صورت، یعنی وہ کھاتے داروں کے سرمایہ سے تجارت اور کاروبار کرے، اور نفع میں دونوں کی شرکت ہو۔

(ب)......مضاربت موازیہ، یعنی بینک سرمایہ داروں سے بحیثیت مضارب سرمایہ حاصل کرے، اور وہ خود افراد یا کمپنیوں کو یہ جمع شدہ سرمایہ مضاربت پر دے، اس دوسری مضاربت میں اس کی حیثیت رب المال (سرمایہ کار) کی ہوگی، اور فرد یا کمپنی کی حیثیت مضارب کی ہوگی، بینک بحیثیت مضارب اپنے رب المال کے نفع کا تناسب کم رکھے گا اور مضارب کا زیادہ، اور دوسرے عقد میں بحیثیت رب المال اپنا نفع زیادہ رکھے گا اور مضارب کا کم، ان دونوں کے درمیان جوفرق ہوگا، وہ بینک کا نفع ہوگا۔

مشترکہ مضاربت

بینک جو مضاربت کرتا ہے اس میں دو باتیں مضاربت کی عام سادہ صورتوں سے مختلف ہوتی ہیں: ایک یہ کہ: اس میں کسی ایک رب المال کا سرمایہ نہیں ہوتا، بلکہ مختلف لوگوں کا مشترک سرمایہ ہوتا ہے، اس لئے آج کل اسے ''مضاربت مشترکہ'' بھی کہتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ مضاربت کی جوشرائط ہیں وہ سب اس صورت میں بھی پائی جاتی ہیں، فرق صرف اس قدر ہے کہ اس میں دو کے بجائے تین فریق ہوتے ہیں: (۱): رب المال، (۲): بینک، (۳) مضارب۔

بینک کی حیثیت فریق اول کے مقابلہ مضارب کی ہے، اور تیسرے فریق کے مقابلہ رب المال کی، اوراس میں قباحت نہیں، اگر چہ مختلف رب المال کا مال بینک کے پاس مخلوط ہوجاتا ہے، لیکن حساب کے ذریعہ ہررب المال کواس کے مال کے لحاظ سے مقررہ تناسب کے مطابق نفع مل جاتا ہے، اور فقہاء حنفیہ کے نزدیک شرکاء کی اجازت سے ان کے مال کو دوسروں کے مال کے ساتھ ملایا جاسکتا ہے۔

مضاربت میں استمرار

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ: بنک میں مضاربت کی ایک استمراری صورت ہوتی ہے، جس میں مختلف سرمایہ کار مختصر یا طویل مدت کے لئے شامل ہوتے اور نکلتے رہتے ہیں، مضاربت کے سادہ طریقہ میں مقررہ مدت میں مضاربت ختم ہوجاتی ہے، ٹھوس اثاثہ نقد کی شکل میں تبدیل ہوجاتا ہے، اور حساب کر کے لوگوں کو نفع دے دیا جاتا ہے، لیکن اس میں کاروبار کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اوراس کے ختم ہونے سے پہلے ہی بعض سرمایہ کار معاملہ سے باہر نکل جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں موجودہ دور کے اہل علم کی رائے یہ ہے کہ ہر سال کا حساب کر کے اس سال کے نفع کی مقدار نکالی جائے، اس کے لئے ٹھوس اثاثہ کی قیمت لگائی جائے، اور جو شخص جتنی مدت اس میں شامل رہا ہو، اتنے دنوں کے حساب سے اس کو نفع دے دیا جائے، اس کو ''تنضیض تقدیری'' کہتے ہیں، یعنی ٹھوس سرمایہ اگر چہ نقود کی شکل میں تبدیل نہیں ہوا، لیکن قیمت لگانے کو حکماً نقود کی شکل میں تبدیلی تصور کرلیا جائے۔

بہرحال مضاربت کے سلسلہ میں یہ بات ضروری ہے کہ بینک رب المال کی نسبت سے یا تیسرا فریق بینک کی نسبت سے اصل سرمایہ کے باقی رہنے کی ذمہ داری قبول نہ

کرے، کیونکہ اگر اصل سرمایہ کے نقصان سے محفوظ رہنے کی ضمانت لے لی جائے تو پھر سرمایہ کی حیثیت مال مضاربت کی بجائے قرض کی ہو جائے گی اور اس پر نفع حاصل کرنا سود ہو جائے گا۔ (جدید فقہی مسائل ص۳۷۶ ج۵)

تقسیم سے پہلے ورثاء کا مال مضاربت پر لگ گیا تو؟

مسئلہ:......وراثت کا مال کسی شریک نے بلا دوسرے ورثاء کو اطلاع کئے مضاربت میں لگا دیا، اور اس میں نفع ہوا تو سارے ورثاء اس نفع میں اپنے اپنے حصہ کے اعتبار سے شریک ہوں گے۔

(مستفاد: امداد الاحکام ص۳۱۹ ج۳، کتاب الشرکۃ والمضاربۃ۔ فتاوی دارالعلوم زکریا ص۷۸۸ ج۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

مدرسہ کا مال مضاربت میں لگانا

مسئلہ:......مہتمم مدرسہ کے لئے جائز نہیں کہ مدرسہ کا مال مضاربت میں لگائے۔

اس لئے کہ مدارس میں چندہ دینے والوں کا مقصد عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ ان کا روپیہ طلباء پر خرچ کیا جائے، اس لئے مہتمم کو دوسرے معاملات میں اسے خرچ کرنا جائز نہیں۔ اور اس لئے بھی کہ مضاربت میں کبھی نقصان بھی ہو سکتا ہے، اور اس کی تلافی مہتمم نہیں کر سکتا۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۱۱۰ ج۱۳)

مدرسہ کے زائد مال سے چندہ دینے والوں کی اجازت سے مضاربت

مسئلہ:......مدرسہ کا فنڈ ضرورت سے زائد ہو تو چندہ دینے والوں کی اجازت اور متولیان مدرسہ کے مشورہ سے اس سے تجارت کرنا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی حقانیہ ص۳۵۳ ج۶)

کپڑا خرید کر سینے کی شرط سے مضاربت

مسئلہ:......اگر کسی کو ایک ہزار پاؤنڈ مضاربت میں اس شرط سے دیئے کہ ان کے بدلہ کپڑے خریدے اور اپنے ہاتھ سے سیئے، جو نفع ہو وہ ہم دونوں میں برابر تقسیم ہوگا، یہ جائز ہے۔(عالمگیری (مترجم) ص ۴۷۵ ج ۶، تیسوں باب متفرقات میں، کتاب المضاربۃ)

عقد مضاربت کے ختم پر مضارب کا غیر ضروری شرط لگانا

مسئلہ:......عقد مضاربت ختم کرتے وقت محنت کرنے والا کا کوئی شرط لگانا - مثلاً: مجھے کمپنی کے نام سے تجارت کی اجازت دی جائے - جائز نہیں۔

(مستفاد: کفایت المفتی ص ۳۳۰ ج ۹، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

مضاربت کے معنی اور وجہ تسمیہ

مضاربت لغت میں مفاعلت کے وزن پر ہے، ’’ضرب فی الارض ‘‘ سے ماخوذ ہے، یعنی زمین میں چلنا۔ اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ ﴾۔ اور بعض سفر کریں گے ملک میں۔ (پ:۲۹، سورۂ مزمل، آیت نمبر:۲۰)

عربی زبان میں بعض حروف کے اتصال کی وجہ سے معنی بدل بھی جاتے ہیں، اس لحاظ سے ’’ضرب ‘‘ کے معنی بعض دفعہ حصہ لگانا اور حصہ دینے اور بعض اوقات چلنے اور سفر کرنے کے بھی آتے ہیں۔ مضاربت کا معاملہ دو فریق کے درمیان وجود میں آتا ہے، اور دونوں منافع کے حصہ دار ہوتے ہیں۔ یا مضاربت تجارت کا ذریعہ ہوتی ہے، اور تجارت کے لئے عام طور پر سفر کی ضرورت پیش آتی ہے، انہیں مناسبتوں سے اس معاملہ کو مضاربت کہا جاتا ہے۔

مضاربت کی مصلحت وحکمت

مضاربت میں بڑی مصلحت اور حکمت ہے، اور اس میں مال داروں اور غریبوں دونوں کا فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں نعمتوں اور صلاحیتوں کی تقسیم فرمائی ہے، بعضوں کو دولت سے نوازا، مگر ان میں تجارت کی صلاحیت اور لوگوں سے موٴثر رابطہ کا تجربہ نہیں ہوتا، اور بعضوں کو تاجرانہ صلاحیت ہوتی ہے مگر سرمایہ نہیں ہوتا، اس کے نتیجے میں اگر یہ دونوں طبقے ایک دوسرے سے مدد نہ لیں تو ایک کی دولت اور دوسرے کی صلاحیت بیکار رہے گی، اور ضائع ہوگی، اور اگر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کریں تو ان دونوں کو بھی نفع ہوگا، اور بحیثیت مجموعی قوم اور سماج کو بھی ان کے فوائد ملیں گے، اسی لئے شریعت نے مضاربت کو جائز رکھا۔

حالانکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ معاملہ ناجائز ہو، اس لئے کہ یہ مجہول اجرت، بلکہ معدوم اجرت کا عوض اور مجہول کام کے لئے اجرت پر رکھنا ہے، لیکن فقہاء نے قیاس چھوڑ کر رخصت یا استحسان کے طور پر مضاربت کو ان دلائل کی وجہ سے جائز قرار دیا جو ان کے نزدیک مضاربت کی مشروعیت پر قائم ہیں، مثلاً وہ جسے علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے لکھا کہ: ہم نے قرآن وسنت اور اجماع کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

(۱)......﴿ وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ﴾۔

(پ:۲۹، سورۂ مزمل، آیت نمبر:۲۰)

ترجمہ:......اور کچھ دوسرے ایسے ہوں گے جو اللہ تعالی کا فضل تلاش کرنے کے لئے زمین میں سفر کر رہے ہوں گے۔

مضاربت کرنے والا زمین میں سفر کرتا ہے، اور اللہ تعالی کی روزی کو تلاش کرتا ہے۔

نیز بعثت نبوی کے وقت لوگ عقد مضاربت کرتے تھے، اور آپ ﷺ نے ان پر نکیر نہیں فرمائی۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے یتیم کا مال مضاربت کے طور پر دیا، انہی میں حضرت عمر، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبید اللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم ہیں، اور ان کے معاصرین میں سے کسی کی ان پر نکیر منقول نہیں ہے۔ اور عہد نبوی ﷺ سے لے کر آج تک ہر عہد میں مضاربت پر مسلمانوں کا تعامل رہا ہے، جو اس پر اجماع کی دلیل ہے۔

(مستفاد: موسوعہ فقہیہ (مترجم) ص۶۹ ج ۳۸۔ قاموس الفقہ ص ۱۱۷ ج ۵)

مضاربت سے متعلق چند احادیث وآثار

(۱)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ثلاث فيهنّ البركة : البيع الى أجل ، والمقارضة ' وأخلاط البُرّ بالشّعِير ، للبيت لا للبيع۔

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزوں میں برکت ہے: ایک مقرر مدت تک ادھار پر فروخت کرنا، مضاربت کرنا، اور گندم جَو میں ملا کر گھر میں استعمال کے لئے رکھنا، نہ کہ فروخت کے لئے۔

(ابن ماجہ، باب الشركة والمضاربة ، كتاب التجارات ، رقم الحديث:۲۲۸۹)

(۲)......عن ابن عباس قال : كان العباس بن عبد المطلب اذا دفع مالا مضاربة اشترط على صاحبه أن لا يَسلُك به بحرا ، ولا ينزل به واديا ، ولا يشترى به ذاتَ كَبِدٍ رَطْبَةٍ ، فان فعل فهو ضامن ، فرفع شرطه الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فأجازه۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ جس کسی کو مضاربت کے طور پر مال دیتے تو اس سے یہ شرط لگاتے تھے کہ: مال لے کر سمندر کا سفر نہیں کرے گا، کسی وادی میں نہیں اترے گا، اس سے کسی تر جگر والے کو (یعنی کسی جاندار کو) نہیں خریدے گا، اگر وہ ایسا کرے گا تو خود ضامن ہوگا، انہوں نے یہ شرط رسول اللہ ﷺ کو بتائی تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

(معجم طبرانی اوسط،ص۲۳۱ج۱، باب الالف : احمد بن المعلى الدمشقى ، رقم الحديث:۷۶۰۔

مجمع الزوائد ص۲۰۵ ج۱۴، باب المضاربة وشروطها ، كتاب البيوع ، رقم الحديث:۶۸۱۱)

(۳)......مالک عن العَلاء بن عبد الرحمن ' عن أبيه عن جده أنّ عثمان بن عفان

أعطاه مالا قِراضا يعمل فيه على أن الرِّبح بينهما۔

(اوجز المسالک الی مؤطا مالک ص۲۹۷ ج۱۳، باب ما جاء فی القِراض ،کتاب القراض ، رقم الحدیث:۱۳۹۹۔ط: دار القلم، دمشق)

ترجمہ:......امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت العلاء بن عبد الرحمٰن اپنے والد اور دادا رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں مضاربت کے طور پر مال دیا کہ وہ اس سے تجارت کریں اور نفع دونوں باہم تقسیم کرلیں۔

(مؤطا امام مالک (اردو مع شرح) ص۳۱۴ ج۲، باب ما جاء فی القِراض، رقم الحدیث:۲۲۷۶)

(۴)......مالک ' عن زيد بن أسلم عن أبيه انه قال : خرج عبد الله وعبَيد الله ابنا عمرَ بن الخطاب فی جيشٍ الى العراق ' فلمّا قفلا مرّا على أبی موسى الأشعرى – و هو أمير البصرة – فرحّب بهما وسهّل ' ثم قال : لو أقدِر لكما على أمرٍ أنفعُكما به لفعلتُ ' ثم قال : بلى ' هاهُنا مالٌ من مال الله أريد أن أبعث به الى أمير المؤمنين ' فَأُسلِفَكُمَاهُ ' فتَبتاعان به متاعا من متاع العراق ' ثم تبيعانه بالمدينة ' فتؤدِّيان رأس المال الى أمير المؤمنين ويكون الرِّبح لكما ' فقالا : ودِدنا ذلک ' ففعل و كتب الى عمر بن خطاب ' أن يأخذ منهما المال ، فلمّا قدما باعا فَأَرْبِحَا ' فلمّا دفعا ذلک الى عمر ' قال : أكُلَّ الجيش أسْلفه مثل ما أسلفكُما ؟ قالا : لا ، فقال عمر بن الخطاب : ابنا أمير المؤمنين ' فَأَسْلَفَكُما ' ادِّيا المال ورِبحه ، فامّا عبد الله فسكت ' وامّا عبيد الله فقال : ما ينبغى لک يا أمير المؤمنين ! هذا ، لو نقص هذا المالُ أو هلک لَضَمِنَّاه ، فقال عمر : أدِّياه ' فسكت عبد الله و راجعه عبيد الله ، فقال رجل من جلساء عمر : يا أمير المؤمنين ! لو جعَلْتَه قِراضا ، فقال عمر : قد جعلتُه قِراضا '

فأخذ عمر رأس المال و نصفَ رِبْحِه ' وأخذ عبد الله وعبيد الله ابنا عمر بن الخطاب نصف ربح المال۔

(اوجزالمسالک الی مؤطامالک ص۲۸۹ ج۱۳، باب ما جاء فی القِراض ،كتاب القراض ، رقم الحديث:۱۳۹۸۔ط: دارالقلم،دمشق)

ترجمہ:......امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دونوں صاحبزادے حضرت عبداللہ اور حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہما عراق جانے والے ایک لشکر میں شامل تھے، راستے میں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی - جو اس وقت بصری کے امیر تھے- انہوں نے ان دونوں کو مرحبا کہا اور فرمایا: اگر ممکن ہو کہ میں آپ دونوں کے کچھ کام آؤں تو ضرور ایسا کروں گا، پھر فرمایا: یہاں اللہ تعالی کا مال موجود ہے جو میں امیر المؤمنین کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں، میں ایسا کرتا ہوں کہ یہ مال بطور قرض دے دیتا ہوں تم اس سے عراق سے سامان تجارت خریدلو، مدینہ پہنچ کر اسے بیچ دینا، اصل مال امیر المؤمنین کے سپرد کردینا اور جو نفع ہو وہ تم دونوں رکھ لینا، ان دونوں نے کہا: ہم تیار ہیں، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہنے مال ان دونوں کے حوالے کردیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ: ان دونوں حضرات سے اس قدر مال لے لیا جائے، جب ان دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مال پیش کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: کیا حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے اس طرح کی رعایت تمام اہل لشکر کو دی ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ: نہیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: انہوں نے یہ مال تم دونوں کو اس لئے دیا ہے کہ تم دونوں امیر المؤمنین کے بیٹے ہو، یہ سارا مال نفع کے ساتھ ادا کرو (یعنی بیت المال

کو جمع کردو، آپ کے اس حکم پر) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تو خاموش رہے، لیکن حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہنے کہا کہ: اے امیر المؤمنین! یہ بات مناسب نہیں، اس لئے کہ اگر مال گم ہوجاتا یا ضائع ہوجاتا تو ہم ذمہ دار ہوتے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: مال نفع کے ساتھ ادا کرو، اس مرتبہ بھی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ تو خاموش رہے، مگر حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے پھر (پہلی مرتبہ کی طرح) جواب دیا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھنے والے (ایک صاحب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ: اے امیر المؤمنین! اگر اس معاملہ کو مضاربت قرار دے دیں تو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے مضاربت قرار دے دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہنے راس المال اور آدھا نفع لے لیا اور حضرت عبداللہ اور حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہما کو نصف نفع مل گیا۔

(مؤطا امام مالک (اردو مع شرح) ص۳۱۳ ج۲، باب ما جاء فی القِراض، رقم الحدیث:۲۲۷۵)

(۵)......عن نافع، ان ابن عمر كان عنده مال اليتيم فيزكيه ويعطيه مضاربة و يستقرض فيه۔

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس یتیم کا مال ہوتا تھا، وہ اس کو پاکیزہ رکھتے، اور مضاربت پر دیتے اور اس سے قرض لیتے تھے۔ (سنن کبری بیہقی ص۹۵ ج۱۷، کتاب القراض، رقم الحدیث:۱۱۷۱۸)

(٦)......عن عروة: انّ النبی صلی الله علیه وسلم أعطاه دینارا یشتری له به شاةً، فاشتری له به شاتین، فباع احداهما بدینار، فجائه بدینار و شاة، فدعا له بالبركة فی بیعه، وكان لو اشتری التُراب لَرَبِح فیه۔

ترجمہ:......حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے انہیں ایک دینار

عطا کیا کہ وہ اس سے آپ ﷺ کے لئے ایک بکری خریدیں، انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں، پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار میں بیچ دیا اور آپ ﷺ کے پاس ایک بکری اور ایک دینار لے کر آئے، آپ ﷺ نے ان کو خرید و فروخت میں برکت کی دعا دی، اس کے بعد وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو ان کو اس میں بھی نفع ہوتا۔

(بخاری، باب، کتاب المناقب، رقم الحدیث:۳۶۴۲)

(۷)......عن حكيم بن حِزام : انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث معه بدينارٍ يشترى له أُضحيّةً ' فاشتراها بدينار ' وباعها بدينارين ' فرجع فاشترى أُضحية بدينار و جاء بدينار الى النبى صلى الله عليه وسلم ' فتصدق به النبى صلى الله عليه وسلم ودعا له أن يُبارَك له فى تجارته۔

ترجمہ:......حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک دینار دے کر قربانی (کا جانور) خریدنے کے لئے بھیجا، تو انہوں نے وہ جانور ایک دینار میں خریدا اور دو دینار میں بیچ دیا، اور دوسرا جانور ایک دینار میں خریدا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک دینار اور ایک جانور لے کر حاضر ہوئے، تو نبی کریم ﷺ نے وہ دینار صدقہ کر دیا اور ان کے لئے دعا فرمائی کہ: ان کی تجارت میں برکت ہو۔

(ابوداؤد، باب فى المضارب يخالف، كتاب البيوع، رقم الحديث:۳۳۸۶۔

ترمذی، باب [الشراء والبيع الموقوفين]، كتاب البيوع، رقم الحديث:۱۲۵۷)

(۸)......عن ابراهيم فى الرجل يعطى المال مضاربة بالثلث أو النصف و زيادة عشرة دراهم، قال: لا خير فى هذا، أرأيت لو لم يربح درهما ما كان له؟ وبه نأخذ وهو قول أبى حنيفة رحمه الله تعالى۔

ترجمہ:......حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں مروی ہے جو تہائی یا آدھے اور اس پر دس درہم زائد پر مضاربت پر مال دے، فرمایا: اس میں کوئی بھلائی نہیں، بتلاؤ! اگر ایک درہم میں بھی نفع نہ ہو تو اسے کیا ملے گا؟ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(المختار شرح کتاب الآثار ص۵۶۲، باب المضاربة بالثلث ' والمضاربة بمال اليتيم ومخالطته ، رقم الحديث:٧٦٧)

(۹)......عن ابراهيم فى مال اليتيم قال :ما شاء الوصى صنع به ' ان رأى أن يودعه أودعه ' وان رأى أن يتّجِر به لأتَّجَر به ' وان رأى أن يدفعه مضاربةً دفعه ، وبه نأخذ وهو قول أبى حنيفة رحمه الله تعالى۔

ترجمہ:......حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یتیم کے مال کے بارے میں مروی ہے فرمایا: وصی جو چاہے کرے، اگر اسے امانت رکھنا چاہے تو امانت رکھ دے، اور اگر اس کے ذریعہ تجارت مناسب سمجھے تو اس سے تجارت کرے، اور اگر یہ بہتر سمجھے کہ مضاربت کے طور پر دے تو مضاربت کے طور پر دے دے۔ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(المختار شرح کتاب الآثار ص۵۶۲، باب المضاربة بالثلث ' والمضاربة بمال اليتيم ومخالطته ، رقم الحديث:٧٦٩)

(۱۰)......عن ابراهيم فى المضاربة والوديعة اذا كانت عند الرجل فمات وعليه دين ، قال : يكونون جميعا اسوة الغرماء اذا لم تعرفا بأعيانهما الوديعة والمضاربة ، وبه نأخذ وهو قول أبى حنيفة رحمه الله تعالى۔

ترجمہ:......حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے: اگر کسی کے پاس مال مضاربت یا ودیعت ہو اور وہ انتقال کر جائے اور اس پر دین (قرضہ) بھی ہو، فرمایا: اگر ودیعت و مضاربت کے مال الگ الگ مشخص و متعین نہ ہوں تو سب غرماء کے ساتھ یہ بھی اس مال میں شریک ہوں گے۔ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(المختار شرح کتاب الآثار ص ۵۶۵، باب من كان عنده مال مضاربة أو وديعة ، رقم الحديث: ۷۷۳)

(۱۱)......عن ابراهيم انه كره البَزَّ مضاربةً۔

ترجمہ:......حضرت ابراہیم رحمہ اللہ (ایک خاص کے قسم کے) کپڑے مضاربت میں دینے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

(۱۲)......عن ابن سيرين انه كان يكره أن يدفع الرّجل الى الرّجل المتاع مضاربةً ويحسبه عليه الدراهم۔

ترجمہ:......حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص کسی کو سامان مضاربت میں دے اور اس پر دراہم کا حساب لگائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۲۷/۴۲۸ ج ۱۱، فى البز مضاربة ، كتاب البيوع و الاقضية ، رقم الحديث: ۲۲۷۸۵/۲۲۷۸۷)

(۱۳)......عن القاسم و سالم : انه سألهما عن المُقارِض : يأكل و يشرب و يكتسى و يركب بالمعروف ؟ قال : اذا كان سبب المضاربة فلا بأس۔

ترجمہ:......حضرت قاسم اور سالم رحمہما اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ: مضارب ان پیسوں میں سے معروف طریقہ پر کھا پی سکتا ہے، سواری کر سکتا ہے، اور کپڑے پہن سکتا ہے؟ آپ

نے فرمایا: اگر مضاربت کی وجہ سے ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۴۲ ج۱۱، فی المضارب این تکون نفقته ؟ کتاب البیوع والاقضیة ، رقم الحدیث: ۲۱۷۱۰)

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۱۲/صفر: ۱۴۴۶ھ مطابق: ۱۷/اگست ۲۰۲۴ء

سنیچر

شرکت کے چند مسائل

شرکت کے چند مسائل، شرکت کی تعریف، شرکت کی قسمیں اوران کے اہم مسائل، شرکت کے چند ضروری احکام، شرکت کی عمومی شرطیں، مشارکت اور مضاربت کا اجتماع، مشارکت اور مضاربت میں فرق، شرکت کے متعلق اکابر کے چند مفید فتاوی، شرکت کے معنی، اور اسلامی شرکت کی خصوصیت، آیات کریمہ، شرکت سے متعلق چند احادیث وآثار وغیرہ امور اس مختصر رسالہ میں مع حوالہ جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

شرکت کے چند مسائل

سوال:......شرکت کسے کہتے ہیں، اور شرکت کا طریقہ کیا ہے؟ اور شرکت کے ضروری مسائل لکھدیں۔

شرکت کی تعریف

الجواب: حامدا و مصليا و مسلما :......فقہاء کی اصطلاح میں شرکت ایسے معاملہ کا نام ہے جس میں دو افراد سرمایہ اور نفع میں شریک رہنا طے کریں۔

(۱)......عقد بين متشاركين في الأصل والربح۔

(شامی ص ۴۳۰ ج ۸ ، كتاب الشركة ، ط : مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة)

مسئلہ:......شرکت تجارت میں بھی ہوسکتی ہے، اور صنعت میں بھی، اسی طرح زراعت اور دوسرے پیشوں میں بھی جائز ہے۔

مسئلہ:......شرکت میں دو آدمیوں سے لے کر جتنے آدمی چاہیں شریک ہوسکتے ہیں۔

شرکت کی قسمیں: شرکت املاک، اور شرکت عقود

بنیادی طور پر شرکت کی دو قسمیں ہیں: شرکت املاک، اور شرکت عقود۔

شرکت کا باضابطہ کوئی معاملہ طے نہ پائے اور ایک سے زیادہ افراد کسی چیز کی ملکیت میں شریک ہوجائیں، یہ ''شرکت املاک'' ہے۔اس عقد میں ایجاب وقبول نہیں ہوتا، بلکہ وہ غیر اختیاری یا غیر ارادی طور پر کسی چیز میں شریک ہوجائیں۔

شرکت املاک کی دو قسمیں ہیں: ایک شرکت جبر، دوسری شرکت اختیار۔

''شرکت جبر'' کا مطلب یہ ہے کہ: شریک کی مرضی کے بغیر وہ کسی چیز میں شریک مان

لئے جائیں، جیسے وراثت میں شرکت، کسی کا انتقال ہوجائے اوراس کے ترکہ میں وارث خود بخود شریک ہوجاتے ہیں۔ یا مثلاً کسی نے دوتین آدمیوں کوکوئی چیز ہبہ کی یا کسی مرنے والے نے دوتین آدمیوں کے لئے کسی چیز کی یا کچھ مال کی وصیت کی، اورانہوں نے وہ ہدیہ یا وصیت قبول کرلی۔

''شرکت اختیار'' کا مطلب یہ ہے کہ: دوشریک اپنا مال ایک جگہ پر رکھ دیں، یا دونوں مل کرکوئی چیز خریدلیں، اس میں دونوں کی شرکت اختیاری ہے۔

مسئلہ:......شرکت املاک کا حکم یہ ہے کہ: جتنے لوگ شریک ہوں، ان میں کسی شریک کواس مشترک جائداد میں یا پاؤنڈ میں تمام شرکاء کی اجازت کے بغیر تصرف کا حق حاصل نہیں ہے۔

مسئلہ:......مثلاً کسی میت نے اپنے چھوڑے ہوئے مال میں دومکان چھوڑے اور پانچ ہزار پاؤنڈ چھوڑے، تواب اس میں کسی شریک کا حصہ چاہے زیادہ ہو یا کم، وہ بغیرسب کی مرضی کے نہ تو وہ پاؤنڈ استعمال کرسکتا ہے اور نہ ان مکانوں کو بیچ سکتا ہے، اور نہ کرایہ پر دے سکتا ہے، اور نہ سب کی موجودگی کے بغیر تقسیم کرسکتا ہے۔

مسئلہ:......اگر دو یا زیادہ آدمیوں نے مل کر غلہ، یا کپڑا، یا باغ، یا پھل یا اور کوئی چیز خریدی تو اس کی دوصورتیں ہیں:

(۱)......ایک یہ کہ: وہ چیزیں ایسی ہیں جن میں عام طور پر کوئی فرق نہیں ہوتا، جیسے ایک طرح کا غلہ خریدا، یا ایک ہی طرح کپڑے کے کئی تھان خریدے، تو دوسرے شرکاء کی موجودگی کے بغیر بھی ان کی تقسیم کی جاسکتی ہے، یعنی ایک شریک اپنا حصہ لے لے، اور دوسروں کا حصہ الگ کر کے رکھ دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ:......لیکن اگر دوسرے شریک کے آنے سے پہلے اس کا حصہ ضائع ہوگیا تو اس کو پہلے شریک کے حصے میں سے آدھا حصہ لینے کا حق ہے۔

(۲)......دوسری صورت یہ ہے کہ: اگر وہ چیزیں ایسی ہیں جن میں فرق ہوتا ہے، مثلا کپڑے کے مختلف قسم کے تھان خریدے، یا پھل یا جانور خریدے، تو چونکہ ان چیزوں میں فرق ہوتا ہے، کوئی تھان عمدہ اور کوئی ہلکا، کوئی پھل بڑا کوئی چھوٹا، کوئی قیمت میں زیادہ کوئی کم، کوئی جانور تیز رفتار کوئی سست رفتار، ان میں سب شرکاء کی موجودگی کے بغیر تقسیم کرنے میں اختلاف کا امکان ہے، اس لئے دوسرے شریکوں کی موجودگی کے بغیر اس کو تقسیم نہ کرنا چاہئے، اور نہ کام میں لانا چاہئے۔

شرکت عقود اور اس کی قسمیں

شرکت کی دوسری اور اہم قسم ''شرکت عقود'' ہے۔ عقود عقد کی جمع ہے، جس کے معنی بندھنے یا باندھنے کے ہیں۔

اس میں ایک معاہدہ اور معاملہ کے تحت ایک سے زیادہ افراد شریک ہوتے ہیں، اور اس کے شرائط کے پابند ہو جاتے ہیں، اور بندھ جاتے ہیں، اس لئے اس کو شرکت عقود کہتے ہیں۔

مسئلہ:......مضاربت اور تجارت کی طرح شرکت میں باہم معاہدہ اور اقرار ضروری ہے، یعنی شرکت عقود اس طرح ہوتی ہے کہ دو یا دو سے زیادہ آدمی تھوڑا تھوڑا سرمایہ جمع کر کے آپس میں یہ طے کریں کہ ہم سب مل کر اس سرمایہ سے فلاں کاروبار کریں گے، اور جو نفع ہوگا آپس میں فی صد کے اعتبار سے تقسیم کریں گے، یا کسی کام کے بارے میں یہ طے کریں کہ آپس میں مل کر اس کو کریں گے اور نفع بانٹ لیں گے۔

مسئلہ:...... یہ اقرار زبانی بھی ہوسکتا ہے، اور تحریری بھی، مگر امام سرخسی رحمہ اللہ نے تحریر پر زور دیا ہے۔اس دور میں تحریری معاملہ انتہائی ضروری ہے۔(مبسوط ص۱۵۶ج۱۲)

مسئلہ:......اس معاہدہ کو شرکاء میں سے کوئی بھی جب چاہے فسخ کرسکتا ہے، اور اس سے علیحدہ ہوسکتا ہے، لیکن اس معاہدہ کو فسخ کرنے کا اثر دوسرے شرکاء پر نہیں پڑے گا۔

مسئلہ:......معاملہ فسخ کرتے وقت دوسرے شرکاء کو اطلاع کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ:......شرکاء میں اگر کسی کی وفات ہوجائے تو معاہدہ خود بخود ختم ہوجائے گا، لیکن اگر ورثاء چاہیں تو اس کی تجدید کرسکتے ہیں۔

شرکت عقود کی تین قسمیں ہیں: یہ شرکت یا تو مال میں ہوگی، یا جسمانی محنت میں، یا اپنی ساکھ (اور ہنر وصلاحیت) میں۔(۱) شرکت اموال، (۲): شرکت اعمال، (۳): شرکت وجوہ۔

شرکت اموال اور اس کی شرطیں

(۱)......شرکت اموال یہ ہے کہ: دو آدمیوں کا مشترک سرمایہ ہو، اور وہ طے کریں کہ ہم اس سے خرید وفروکت کریں گے، اور جو نفع ہوگا اس کو فی صد کے تناسب سے تقسیم کرلیں گے۔

شرکت اموال سے متعلق خصوصی شرطیں دو ہیں:

(ایک)......سرمایہ کے طور پر ایسی چیز رکھی جائے جو ''ثمن'' یعنی زر کے قبیل سے ہو، چاہے سونا' چاندی ہو جس کو شریعت زر حقیقی تصور کرتی ہے، یا روپئے' پیسے ہوں، جو مصنوعی زر کا درجہ رکھتا ہے۔ دوسرے اموال منقولہ ہوں یا غیر منقولہ، وہ سرمایہ نہیں بنائے جاسکتے۔

(دوسرا)......شرکت کے معاملہ کا سرمایہ متعین وموجود ہو، دین اور غیر موجود مال میں شرکت درست نہیں، اگر معاملہ کے وقت سرمایہ موجود نہ ہو، لیکن معاملہ طے ہوجانے کے بعد

تجارت شروع کرنے سے پہلے سرمایہ حاضر کر دیا جائے تو یہ بھی شرکت کے جواز کے لئے کافی ہے۔

شرکت اعمال اور اس کی شرطیں

(۲)......شرکت اعمال (یا شرکت صنائع) یہ ہے کہ: دو آدمی مل کر کسی کام کی انجام دہی کا معاملہ طے کریں، مثلا یہ کہ ہم دونوں الکٹرک کا کام کریں گے اور جو نفع ہوگا وہ مقررہ تناسب سے تقسیم ہوگا۔

مسئلہ:......اعمال میں شرکت بہ طور عنان بھی ہوسکتی ہے اور بطور مفاوضہ بھی۔

نوٹ:......شرکت عنان یہ ہے کہ: دو آدمیوں کا مشترک سرمایہ ہو جو کم وبیش بھی ہوسکتا ہے، اس سے تجارت کی جائے، اوران دونوں کے درمیان مقررہ تناسب کے مطابق نفع تقسیم کیا جائے۔مثلا: ایک آدمی کے پانچ ہزار پاؤنڈ ہوں اور دوسرے کے دو ہزار پاؤنڈ۔اب شرکت اعمال میں شرکت عنان اس طرح ہوگا کہ: دونوں عمل کا معاہدہ طے کریں، عمل چاہے کم ہو چاہے زیادہ، اور نفع کی مقدار فیصد کے اعتبار سے طے کریں، مثلا ہم دونوں الیکٹرک کام کریں گے، اور ایک شریک کا کام دس گھنٹے ہوگا، اور دوسرے شریک کا پانچ گھنٹے، اور نفع کی مقدار زیادہ کام کرنے والے کے لئے پچیس فیصد اور کم کام کرنے والے کے لئے پندرہ فیصد ہوگی۔

یا مثلا چند شریکوں نے مل کر کیچن بنانے کا معاہدہ کیا، اور مہینہ میں دس بارہ کیچن بنا رہے ہیں، ظاہر ہے کہ ہر شریک برابر کا کام نہیں کرے گا، بعض کی محنت زیادہ ہوگی، بعض کی کم، کوئی مشکل کام کرے گا کوئی آسان، مگر یہ شرکاء نفع برابر تقسیم کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، اور اگر نفع کم، زیادہ طور پر تقسیم کرنا چاہیں تو بھی اختیار ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ سب شرکاء کی

رضامندی سے معاملہ طے ہو۔

اور شرکت مفاوضہ میں دونوں شریک کا سرمایہ بھی برابر ہوتا ہے، دونوں کو برابر درجہ کے تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے، اور تجارتی واجبات جو ان میں سے ایک سے متعلق ہوں، دوسرا بھی ان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اب شرکت اعمال میں دو آدمی شریک ہو کر کام کا معاہدہ کریں کہ مثلاً: ہم دونوں الکٹرک کا کام کریں گے، ہم دونوں کا وقت بھی روزانہ سات سات گھنٹے ہوگا، اور دونوں کو برابر درجہ کا تصرف کا حق حاصل ہوگا، اور نفع بھی برابر طے ہوگا کہ دونوں کو چالیس چالیس فیصد کے اعتبار سے نفع ملے گا۔

مسئلہ:......اگر بطور مفاوضہ ہو تو ضروری ہے کہ دونوں کفالت کے اہل ہوں، اجر میں برابری کی شرط ہو، اور تعبیر ایسی استعمال کی گئی ہو جس سے اس معاملہ کا شرکت مفاوضہ ہونا ظاہر ہو۔ شرکت عنان ہو تو اس طرح کی شرطیں نہیں ہوں گی۔

مسئلہ:......شرکت اعمال میں مدت کا بیان کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ:......دونوں میں سے ہر شریک دوسرے کی طرف سے کام قبول کرنے میں وکیل تصور کیا جائے گا۔

مسئلہ:......شرکاء میں سے جو بھی کوئی کام کا آڈر لے گا، وہ تمام شرکاء کی طرف سے سمجھا جائے گا، اس کی ذمہ داری سب پر ہوگی۔

مسئلہ:......شرکاء میں سے ہر ایک شریک کام کا آرڈر دینے والے سے پوری مزدوری مانگ سکتا ہے، اور جس نے کام دیا، اس نے اگر ایک شریک کو مزدوری دے دی تو دوسرے شریک کو اب اس سے کچھ کہنے سننے کا حق نہیں۔

مسئلہ:......شرکاء میں سے کوئی بھی ایک کام کرلے تو کام دینے والوں کو اس پر اعتراض کا

حق نہیں، مثلا: دو شریکوں کو کیچن بنانے کا آرڈر دیا، اور اس میں سے ایک ہی نے کیچن بنا دیا تو کیچن بنوانے والے کو یہ حق نہیں کہ اس پر اعتراض کرے کہ تو نے اکیلے ہی کام کیوں کیا؟

البتہ پہلے سے اس طرح کا معاملہ ہوا ہو کہ دونوں مل کر کیچن کا کام کریں گے، صرف ایک آدمی نہ کرے گا، (اس لئے کہ ایک آدمی کرے گا تو دو ہفتہ لگائے گا اور دو آدمی کریں گے تو ایک ہفتہ میں کام ہو جائے گا) تو اب کیچن بنوانے والے کو اعتراض کا حق ہوگا۔

مسئلہ:......اگر کوئی نقصان ہوا تو سب شرکاء اس کے ذمہ دار ہوں گے، جیسے چند شرکاء نے مل کر مکانات بنانے کا معاملہ طے کیا، اور اس کی ایک رقم طے کی مثلا: ایک لاکھ پاؤنڈ کا ایک مکان ہوگا، مگر نقصان ہو گیا اور وہ مکان بجائے ایک لاکھ کے نوے (۹۰) ہزار پاؤنڈ میں بیچنا پڑا تو نقصان سب شرکاء میں تقسیم ہوگا۔

مسئلہ:......شرکت کا معاہدہ کام اور اجرت دونوں کے لئے ہونا چاہئے، محض اجرت میں نہیں، جیسے دو آدمیوں کے پاس دو ٹرک (truck) ہوں، اور وہ یہ معاہدہ کریں کہ جو مال لادنے کے لئے ملے گا، اس کو دونوں میں سے کوئی پہنچا دے گا، اور جو کرایہ ملے گا، دونوں تقسیم کرلیں گے، تو یہ جائز ہے، دونوں برابر منافع تقسیم کرلیں گے، لیکن اگر یہ شرکت اس طرح سے ہو کہ دونوں جو کچھ کمائیں گے، اس میں تقسیم کرلیں گے، تو یہ جائز نہیں۔

مسئلہ:......اگر گھر کے مالک نے کوئی کام کیا، اور اس میں گھر کے بچے، عورتیں بھی شریک ہوں تو یہ قانونی شریک نہیں سمجھے جائیں گے، بلکہ اس کے مددگار شمار ہوں گے، نفع میں وہ شریک نہیں ہوں گے، مثلا کسی شریک نے کپڑے سینے کے لئے لیئے، اس میں گھر والوں نے مدد کی تو گھر والوں کو نفع میں سے حصہ نہیں دیا جائے گا۔

مسئلہ:......شرکت عنان ہو تو اجرت ایک کے لئے زیادہ اور دوسرے کے لئے کم ہو سکتی ہے،

بہ شرطیکہ معاہدہ ایسا ہی طے پایا ہو، البتہ جو تناسب اجرت کا ہو، وہی تناسب نقصانات کی ذمہ داری قبول کرنے میں قائم رہے گا۔

مسئلہ:......کام کے درمیان اگر کوئی سامان غائب ہو گیا تو اس کا ضمان دونوں مل کر ادا کریں گے۔

مسئلہ:......امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ: اگر ایک شخص بیمار ہو گیا، یا سفر پر گیا اور دوسرے نے کام کیا، تب بھی اجرت دونوں میں تقسیم ہوگی، دونوں شریکوں میں سے ہر ایک اجرت کے وصول کرنے کا حق دار ہوگا۔ کام کرانے والا جسے بھی اجرت دے دے، اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔

مسئلہ:......شرکت اعمال میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں ہم پیشہ ہوں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں کے کام الگ الگ ہوں، مثلاً ایک دھوبی ہو اور دوسرا درزی ہو، یا ایک کپڑے کاٹتا ہو اور دوسرا سیتا ہو۔ شرکت کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ ایک کے پاس سامان اور اوزار ہوں اور دوسرے کے پاس مکان اور جگہ ہو، اور دونوں نے طے کیا کہ ایک کے آلات واوزار سے دوسرے کے مکان میں کام کیا جائے، اور اجرت دونوں میں تقسیم ہو جائے۔

شرکت وجوہ اور اس کے شرائط واحکام

(۳)......شرکت وجوہ یہ ہے کہ: مال یا عمل میں شرکت نہ ہو، بلکہ دو افراد ایک دوسرے کی وجاہت اور معاملاتی ساکھ سے استفادہ کریں گے، اور یہ طے کریں کہ ہم ادھار خرید کر نقد فروخت کریں گے، اور جو نفع ہوگا ان میں دونوں شریک ہوں گے۔

نوٹ:......اس کو شرکت وجوہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنی وجاہت اور ساکھ سے ادھار مال وصول کر لیتے ہیں، اگر وہ نہ ہوں تو ان کو ادھار مال نہیں مل پائے گا۔

مسئلہ:......شرکت وجوہ میں یہ عموم بھی ہوسکتا ہے کہ جو کچھ خریدیں دونوں میں مشترک ہو، اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کسی خاص چیز کی تعیین کر لی جائے، وہی تجارت کے لئے خریدی جائے، جیسے گیہوں، چاول وغیرہ۔

مسئلہ:......اگر شرکت وجوہ بطور عنان کے ہو تو سامان محصولہ کی ملکیت میں فرق بھی ہوسکتا ہے، مثلا جو سامان ادھار خریدا جائے، ایک شخص اس کے دو تہائی کا مالک سمجھا جائے اور ایک شخص اس کے ایک تہائی کا، البتہ یہ ضروری ہے کہ نفع ملکیت کے تناسب سے ہو، جو جتنے سامان کا مالک ہو اسی تناسب سے وہ اس کے نفع کا حق دار ہوگا۔

طبی و تعلیمی شرکت

مسئلہ:......دو یا زیادہ ڈاکٹر اور طبیب مشترکہ طور پر علاج کے لئے ہسپتال بنا سکتے ہیں، یا مشترکہ سرمایہ سے یا شرکۃ الوجوہ سے (اپنی ساکھ اور وجاہت سے ادھار) کمپنیوں سے دوا منگوا کر تجارت کر سکتے ہیں، اور نفع میں برابر یا جو فیصد طے ہو جائے نفع لے سکتے ہیں۔

مسئلہ:......طبی شراکت کی طرح تعلیمی شراکت بھی جائز ہے، دو یا زیادہ ٹیچرز بچوں کی تعلیم کے لئے کلاسز چلا کر شرکۃ الوجوہ کے تحت اپنی روزی کما سکتے ہیں، اور مضمون (سبجکٹ: subject) کے اہم اور غیر اہم ہونے کی بنیاد پر آپس میں نفع تقسیم کر سکتے ہیں۔

(المدونۃ الکبری ص۲۶ ج۴، شرکۃ الاطباء والمعلمین)

شرکت مفاوضہ اور اس کی شرطیں

پھر شرکت کی ان تمام اقسام کی دو صورتیں ہیں: شرکت عنان، اور شرکت مفاوضہ۔

شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ: دو آدمی اس طرح شریک ہوں کہ دونوں کا سرمایہ بھی برابر ہو، دونوں کو برابر درجہ کے تصرف کا حق حاصل ہو، اور تجارتی واجبات جو ان میں سے ایک سے

متعلق ہوں، دوسرا بھی ان کا ذمہ دار ہو۔ گویا شرکت کی اس صورت میں ایک شریک کو جو حقوق حاصل ہیں، دوسرا ان میں وکیل ہوتا ہے، اور ایک پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، دوسرا ان میں کفیل ہوتا ہے۔

شرکت کی اس صورت کو "مفاوضہ" اس لئے کہتے ہیں کہ مفاوضہ کے معنی لغت میں مساوات اور برابری کے ہیں، اور شرکت کی اس صورت میں بھی دونوں فریق سرمایہ، نفع، حق تصرف اور ذمہ داری کے اعتبار سے مساویانہ حیثیت اور ذمہ داری کے مالک ہیں۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ "تفویض" سے ماخوذ ہے، چونکہ اس میں ہر شخص اپنا حق تصرف دوسرے کو سپرد کر دیتا ہے، اس لئے اس کو "مفاوضہ" کہتے ہیں۔

شرکت مفاوضہ کے متعلق خصوصی شرطیں یہ ہیں:

(۱)......دونوں شریک میں سے ہر ایک کفیل بننے کی اہلیت رکھتا ہو، یعنی عاقل و بالغ اور آزاد ہو۔

(۲)......دونوں کا سرمایہ مقدار کے اعتبار سے برابر ہو اور قیمت ان دونوں کی یکساں ہو۔

(۳)......اس سرمایہ کے علاوہ دونوں میں سے کسی کے پاس مزید کوئی ایسا مال موجود نہ ہو جس پر شرکت کا معاملہ کیا جا سکتا ہو، چنانچہ اگر ان میں سے ایک کو کسی شخص نے کچھ پاؤنڈ ہدیہ کئے یا میراث میں مل گئے، تو شرکت مفاوضہ ختم ہو جائے گی، اور وہ شرکت "شرکت عنان" میں تبدیل ہو جائے گی۔

(۴)......دونوں کے لئے نفع کا تناسب برابر ہو، کمی بیشی نہ ہو۔

(۵)......شرکت میں عموم ہو، یعنی ایک شریک جس چیز کی بھی تجارت کرے اس سے دوسرے کا حق متعلق ہو، دونوں شریک میں سے ایک شخص کی کوئی مخصوص اور علیحدہ تجارت

نہیں ہوسکتی، اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسلمان اور کافر کے درمیان شرکت مفاوضہ کی گنجائش نہیں، کیونکہ کافر کے لئے بعض ایسی چیزوں کی تجارت بھی جائز ہے جو مسلمان کے لئے جائز نہیں، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان ''شرکت مفاوضہ'' جائز ہے۔

(۶)......شرکت مفاوضہ منعقد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ یا تو خود ''مفاوضہ'' کا لفظ استعمال کیا جائے، یا ایسی تعبیر اختیار کی جائے جو ''مفاوضہ'' کے مفہوم کو واضح کرتی ہو۔

شرکت مفاوضہ کے احکام

مسئلہ:......شرکت مفاوضہ کی بنا پر ایک فریق جو کچھ تجارتی سامان خریدے، اس کا تعلق دوسرے شریک سے بھی ہوگا۔

مسئلہ:......اسی طرح خرید وفروخت سے متعلق تمام احکام جیسے: خیار عیب، خیار رویت، خیار شرط وغیرہ میں ایک کا عمل دوسرے کی جانب سے بھی تصور کیا جائے گا۔

مسئلہ:......گھر کے کھانے، کپڑے وغیرہ ضروریات کی چیزیں اگر ایک شریک نے خریدیں تو ازراہ استحسان وہ مشترک نہیں ہوں گی۔

مسئلہ:......ایک شریک کے ذمہ تجارت، قرض، غصب، سامان کا اتلاف اور کفالت وغیرہ کی بناء پر کوئی چیز واجب ہو تو اس کا مطالبہ دوسرے شریک سے بھی متعلق ہوگا۔

مسئلہ:......اگر دونوں میں سے کوئی مزدوری کرے، اور اس کو اپنے عمل پر اجرت حاصل ہو، تو وہ اجرت بھی دونوں کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی۔

مسئلہ:......شرکاء میں سے ہر ایک کو سامان کے رہن رکھنے یا خود اپنے پاس دوسرے کا سامان بہ طور رہن لینے کی گنجائش ہے۔

مسئلہ:......اگرایک شریک کوکسی نے ایسی چیز ہدیہ کی، یا میراث میں کوئی چیز ملی- جوزر کے قبیل سے ہے-تو شرکت مفاوضہ ختم ہوجائے گی۔اوراصول یہ ہے کہ: جہاں بھی کسی شرط کےفوت ہوجانے سےشرکت مفاوضہ درست نہ ہو،لیکن شرکت عنان کے صحیح ہونے کی کوئی شرط مانع نہ ہو،تووہ شرکت عنان میں تبدیل ہوجائے گی۔

شرکت عنان

عنان عین کے زیراورزبر دونوں طرح منقول ہے''عن'' کے معنی اعراض اورصرف نظر (نظر ہٹانے) کے ہیں'' شرکت مفاوضہ'' تمام قابل شرکت مال کے احاطہ کے ساتھ ہی ہوسکتی ہے، اور'' شرکت عنان'' میں مال کے ایک متعین مقدار پرشرکت ہوتی ہے، باقی سرمایہ دوسرے فریق کے اختیار سے باہرہوتاہے۔گویا انسان سرمایہ کے بقیہ حصہ سے نظر ہٹاکراعراض کرتاہے،اسی مناسبت سےاس کو''شرکت عنان'' کہاجاتاہے۔

''عنان'' کےلفظی معنی کسی چیز کےسامنےظاہرہوجانے کے ہیں،اسی سےمحاورہ ہے: ''یجریان فی عنان ''یعنی دوآدمی جب فضل وکمال اوردوسری چیزوں میں برابرہوتے ہیں تو یہ محاورہ استعمال کرتے ہیں۔اسی طرح جب کوئی آدمی اپنی پوری کوشش کرلیتاہے تو بولتے ہیں: ''امتلأ العنان ''گویا عنان میں دویادوسےزیادہ آدمی جب شرکت کا کاروبارکرتے ہیں،توان کے پیش نظرکچھ فائدہ ہوتاہے،اوردونوں اپنے حقوق اپنی مرضی سےخود طے کرتے ہیں، اورتمام شرکاءاپنی اپنی محنت وکوشش صرف کرتے ہیں کہ اس سے فائدہ حاصل ہو۔

بعض اہل علم نےاس نام کےاوربھی وجوہ بتلائے ہیں، بہرحال یہ نام اسلام سے ماقبل زمانۂ جاہلیت سےمروج ومعروف ہے۔

''شرکت عنان'' کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ: دوآدمیوں کا مشترک سرمایہ ہو جو کم وبیش بھی ہوسکتا ہے، اس سے تجارت کی جائے، اوران دونوں کے درمیان مقررہ تناسب کے مطابق نفع تقسیم کیا جائے۔مثلا: ایک آدمی کے پانچ ہزار پاؤنڈ ہوں اوردوسرے کے دو ہزار پاؤنڈ۔

شرکت کی تمام صورتوں میں سب سے زیادہ قابل عمل اور مروج ومعمول طریقہ ''شرکت عنان'' کا ہے، اوراسی میں مختلف پہلوؤں سے آسانیاں ہیں، جن کی وجہ سے یہ زیادہ قابل عمل ہے۔

مسئلہ:......شرکت کی اس صورت میں نہ سرمایہ کا برابر ہونا ضروری ہے، نہ یہ ضروری ہے کہ تصرف میں دونوں برابر ہوں، اور نہ ایک پر دوسرے کے تجارتی معاملات کی ذمہ داری ہے۔شرکت کی یہ صورت جس کے جائز ہونے پر امت کا اتفاق ہے۔

مسئلہ:......شرکت عنان میں یہ بھی ضروری نہیں کہ دونوں نفع میں برابر ہوں، البتہ اگر دونوں کا سرمایہ برابر ہواور ایک کے لئے نفع زیادہ کی شرط ہوتو ضروری ہے کہ اس زیادہ نفع پانے والے کی محنت تجارت میں ہو۔

مسئلہ:......نفع کی تقسیم کی مقدار طے ہونی چاہئے، جیسے: تہائی، یا آدھا یا بیس فیصد وغیرہ۔ اگراس طرح نفع طے کیا کہ: ایک ہزار پاؤنڈ فلاں شریک کو، اور جو بقیہ ہو وہ فلاں شریک کو ،تو یہ جائز نہیں، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ ایک ہزار پاؤنڈ ہی نفع ملے، تو دوسرا شریک نقصان میں رہے گا۔

مسئلہ:...... جو نقصان ہوگا وہ اصل سرمایہ سے پورا کیا جائے گا، نفع کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، مثلا: دوشریکوں نے پانچ پانچ ہزار پاؤنڈ نکالے، اب نقصان ہوگا تو اصل دس

ہزار پاؤنڈ میں سے نقصان کو پورا کیا جائے گا۔

مسئلہ:......لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ نقصان کسی شریک نے قصداً نہ کیا ہو، اچانک ہوگیا ہو، اگر کسی شریک نے جان بوجھ کر نقصان کیا تو پھر اس کی ذمہ داری اس پر ہوگی، یعنی وہ اس کے نفع یا اصل سرمایہ سے پورا کیا جائے گا۔

مسئلہ:......نفع ونقصان میں تمام شرکاء شریک سمجھے جائیں گے، اگر کسی نے یہ شرط لگائی کہ نقصان ہمارے ذمہ اور نفع میں ہم سب شریک رہیں گے، تو یہ شرکت ناجائز ہوگی۔

مسئلہ:......اگر شرکت کسی وجہ سے فاسد ہوگئی، یا معاہدہ خود ہی فسخ ہوگیا تو منافع سرمایہ کے مطابق تقسیم ہوں گے، جیسے کسی نے دس ہزار پاؤنڈ لگائے اور دوسرے نے پانچ ہزار لگائے تو نفع میں دس ہزار والے کو بیس فیصد اور پانچ ہزار والے کو دس فیصد ملے گا، اگرچہ شرکت کے وقت نفع میں زیادہ یا کم لینے کی شرط لگائی ہو۔

مسئلہ:......شرکت عنان میں کفالت کی اہلیت ضروری نہیں، بلکہ وکالت کی اہلیت کافی ہے، اس لئے نابالغ اور ایسے کم عقل جو خرید وفروخت کا مفہوم سمجھتے ہوں، اس میں شریک بن سکتے ہیں۔

مسئلہ:......شرکت عنان کسی مخصوص چیز کی تجارت میں ہوسکتی ہے، اور بلا تخصیص ہر طرح کی تجارت میں بھی۔ مخصوص مدت کی تعیین کے ساتھ بھی اور بلا تعیین مدت بھی، اگر وقت کی تعیین کردی، جیسے یوں کہا کہ: آج جو چیزیں خریدوں، وہ دونوں کی جانب سے ہوں گی، تو ایسا ہی ہوگا، اگر کل خریدوں تو وہ تنہا خریدار کا ہوگا۔

مسئلہ:......شرکت عنان مسلم اور غیر مسلم کے درمیان بھی ہوسکتی ہے، شرکاء کے مال کو خلط کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ:......شرکت عنان میں مال کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی شرکت ہوسکتی ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں شرکاء کی جانب سے عمل پایا جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی شریک کی طرف سے عمل ہو۔

مسئلہ:......شرکت عنان میں شرکاء کاموں کے لئے ضرورت کے مطابق ملازمین رکھ سکتے ہیں۔

مسئلہ:......شرکت عنان میں کاروباری سرمایہ ''بضاعت'' پر لگا سکتے ہیں، یعنی کسی شخص کو سرمایہ دے کر اس طرح معاملہ طے کیا جائے کہ وہ خود کچھ نفع نہ لے، بلکہ پورا نفع سرمایہ دار کو واپس کردے۔

مسئلہ:......شرکت عنان میں سرمایہ دوسرے شخص کے پاس بطور امانت رکھ سکتے ہیں۔

مسئلہ:......جس غرض کے لئے شرکت کی گئی ہو، اس میں شرکت کے مال کو خرچ کرنے اور تصرف کرنے کا ہر شریک کو برابر کا حق ہے، مثلا دو شریکوں نے پانچ پانچ ہزار پاؤنڈ کی تجارت شروع کی تو دونوں کو کسی مال کے منگانے، چھڑانے، ادھار مال بیچنے وخریدنے کا حق ہوگا، اگر دونوں میں سے کسی سے نقصان ہوا تو دونوں کی ذمہ داری سمجھی جائے گی، البتہ اگر ایک شریک نے کسی چیز کے خریدنے سے منع کیا، اور دوسرے شریک نے پھر بھی وہ چیز خریدی اور اس میں نقصان ہوا تو اس کی ذمہ داری خریدنے والے پر ہوگی، اسی طرح ایک شریک نے کسی چیز کے خریدنے یا بیچنے میں شدید قسم کا دھوکہ کھایا، تو اس نقصان کی ذمہ داری اسی پر ہوگی، دوسرے شریک کا سرمایہ محفوظ سمجھا جائے گا۔ مثلا ایک چیز بازار میں سو پاؤنڈ کی بکتی ہے، اور ایک شریک نے تین سو پاؤنڈ کی خریدی، یا کوئی چیز بازار میں سو پاؤنڈ کی بکتی ہے اور اس نے پچیس پاؤنڈ میں بیچ دی، تو اس نقصان کا ذمہ دار یہی ہوگا۔

مسئلہ:......شرکاء کی اجازت سے اپنے ذاتی مال کو شرکت کے مال کے ساتھ ملانا، یا اپنے کاروبار کو شرکت کے کاروبار کے ساتھ ملا جلا رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ:......شرکاء کی اجازت کے بغیر کسی نئے شریک کو کاروبار میں شریک کرنا جائز نہیں ہے،

مسئلہ:......جس مشترک کاروبار میں مشترک سرمایہ لگا ہے، اگر اسی زمانہ میں اسی طرح کا کاروبار کوئی شریک اپنے ذاتی پیسے سے الگ کرنے لگے تو اس کا یہ ذاتی کاروبار بھی مشترک ہی سمجھا جائے گا، اگر چہ وہ با قاعدہ اس بات کا ثبوت ہی کیوں نہ فراہم کردے کہ یہ اس کا ذاتی کاروبار ہے۔ مثلا: دو شریکوں نے گوشت کی تجارت شروع کی، اب اس تجارت کے زمانہ میں ایک شریک نے الگ طور پر اپنی دوسری گوشت کی تجارت شروع کردی، اگر چہ وہ اپنی ذاتی پیسے سے ہو پھر بھی وہ تجارت شرکت ہی کی سمجھی جائے گی۔ البتہ اگر کوئی شریک دوسری تجارت شروع کرے، مثلا گوشت کے بجائے کپڑے کی تجارت شروع کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ اس لئے کہ ایک شریک مشترک سرمایہ کو اپنے ذاتی تجارت میں لگا کر دوسرے شریک کو نقصان نہ پہنچائے، یا مشترک سرمایہ کو غلط طور پر اپنی منفعت کے لئے استعمال نہ کرے۔

مسئلہ:......شریک کو ہر طرح کی تجارت یا صنعت کا اختیار دیا ہو، تو اس کو اختیار ہے کہ جس طرح کا چاہے کاروبار کرے، پھر اس میں کوئی نقصان ہو جائے تو سب شرکاء اس کے ذمہ دار ہوں گے، البتہ ایک شریک نے قصداً سرمایہ کو فضول جگہ خرچ کیا تو اس کی ذمہ داری اسی پر ہوگی۔

مسئلہ:......شرکاء نے کسی خاص شہر یا ملک میں تجارت کی قید لگائی ہو، پھر بھی کوئی شریک دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں کاروبار کرے، اور نقصان ہو تو اس کی ذمہ داری اسی پر

ہوگی، دوسرے شرکاء کو اس نقصان کا ذمہ دار نہیں بنایا جائے گا۔

مسئلہ:......شرکت عنان میں عاریۃً بھی دوسرے کو شرکت کے لئے سامان دے سکتے ہیں۔

مسئلہ:......شرکت عنان میں سرمایہ مضاربت پر بھی لگایا جاسکتا ہے۔

مسئلہ:......شرکت عنان میں شرکاء کسی اور شخص کو خرید وفروخت کا کام بھی سپرد کر سکتے ہیں، جو بحیثیت وکیل ان کی ذمہ داریوں کو انجام دے۔

مسئلہ:......شرکت عنان میں شرکاء قیمتی اور معمولی، نقد وادھار ہر طرح خرید وفروخت کر سکتے ہیں۔

مسئلہ:......شرکت عنان میں شرکاء سرمایہ لے کر سفر کر سکتے ہیں، اس لئے کہ تجارت میں کثرت سے اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔

مسئلہ:......شرکت عنان میں سفر کے ضروری اخراجات بھی مشترکہ سرمایہ میں سے لے سکتے ہیں۔

مسئلہ:......شرکت عنان میں تجارتی مقاصد کے لئے قرض بھی لیا جاسکتا ہے، البتہ دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر قرض دے نہیں سکتا، نہ رہن رکھ سکتا ہے، نہ ہبہ کرسکتا ہے، اور نہ کسی اور کو شرکت پر سرمایہ دے سکتا ہے۔ غرض ایسی تمام صورتیں جن میں مال ہلاک وضائع ہوجاتا ہو جن میں کسی معاوضہ کے بغیر دوسرے کو مالک بنانے کی نوبت آتی ہو، جائز نہیں۔

نوٹ:......حقیقت یہ ہے کہ فقہاء کی تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصل تجارتی اور کاروباری عرف ہے، عرف میں تجارتی مفادات کے لئے جن امور کو روا رکھا جاتا ہو ان کی اجازت ہوگی،، جیسے گاہکوں کو چائے، یا ٹھنڈا پلانا جس سے گاہک مائل ہوتا ہے، خواہ اس نے سامان نہ لیا ہو، ظاہر ہے کہ جن چیزوں کی تجارت میں اس طرح کی مہمان نوازی

معروف ومروج ہو،ان میں کاروباری شریک کے لئے اس کی اجازت دینی ہوگی۔

شرکت لازمی معاملہ ہے یا غیرلازمی

شرکت حنفیہ اوراکثرفقہاء کےنزدیک ’’غیرلازمی معاملہ‘‘ ہے،فریقین میں سے جب بھی کوئی چاہے شرکت کوختم کرسکتا ہے، دوسرے فریق کااس پر رضامند ہونا ضروری نہیں، صرف اتنا ضروری ہے کہ دوسرے فریق کوبھی اس سے آگاہ کردیا جائے۔حضرات مالکیہ کےنزدیک شرکت ’’لازمی معاملہ‘‘ ہے۔

اس زمانہ میں تجارت کی وسعت کی وجہ سے اگرشرکت کے معاملات کو جب چاہے ختم کرنے کی گنجائش ہوتو دوسرے فریق کوشدید نقصان میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے،اس لئے اگرشرکت کی ایک ’’کم سے کم‘‘ مدت طےکردی جائےتو فریقین پر مالکیہ کے مسلک کے مطابق اس کاالتزام ضروری ہوگا،تاکہ دوسرے فریق کوشدیدنقصان سے بچایا جاسکے۔

شرکت کے چندضروری احکام

مسئلہ:......شرکت میں سرمایہ پر دوسرے فریق کا قبضہ بطور’’امین‘‘ کے ہوتا ہے،لہذا نفع و نقصان اور مال کے ضائع ہونے سے متعلق اسی کا قول معتبر ہوگا،اس کی زیادتی اورغفلت کے بغیر جو چیز ضائع ہوگئی وہ اس کا ضامن نہ ہوگا،ہاں اگر اس نے تعدی کی یا اپنے اختیارات سے بڑھ کرکوئی نامناسب کام کیااورنقصان ہوگیا تواب وہ اس نقصان کا ضامن ہوگا،جیسا کہ’’امانات‘‘ سے متعلق عام اصول ہے۔

مسئلہ:......شرکاء میں سے کسی کی موت ہوجائے، یاکوئی شریک پاگل ہوجائے تووہ شریک باقی نہیں رہے گا،اب اگرمرنے والے کے ورثاء یاپاگل کاولی شرکت کوجاری رکھنا چاہے تو ان کومعاملہ کی تجدید کرنی ہوگی۔

مسئلہ:......تجارت کے شروع کرنے سے پہلے ہی سب شرکاء کا مال ضائع ہوگیا تو اب سب کی شرکت فاسد ہوجائے گی۔

مسئلہ:......تجارت کے شروع کرنے سے پہلے ایک شریک کا مال ضائع ہوگیا تو اس کی شرکت فاسد ہوجائے گی۔

شرکت کی عمومی شرطیں

مسئلہ:......جس چیز پر شرکت کی گئی ہے وہ ایسی ہو کہ اس پر تصرف کا وکیل بنایا جاسکتا ہو ،جیسے خرید وفروخت وغیرہ، چنانچہ شکار اور جنگل میں موجود غیر مملوکہ پودے وغیرہ کو کاٹنے اور اکھاڑنے پر شرکت کا معاملہ نہیں ہوسکتا کہ ان عمومی مباحات میں تو وکیل بنانا ہی درست نہیں۔

مسئلہ:......خود شرکاء میں وکیل بننے کی اہلیت ہو، اس لئے کہ شرکت میں بنیادی طور پر ایک شریک دوسرے شریک کو خرید وفروخت اور کام لینے کا وکیل مقرر کرتا ہے۔

مسئلہ:......باقاعدہ شرکت کا قول وقرار ہونا چاہئے، چاہے زبانی ہو یا لکھ کر۔

مسئلہ:......نفع معلوم ومتعین ہو، مثلاً: تہائی، چوتھائی وغیرہ۔

مسئلہ:......نفع کی تعیین تناسب کے اعتبار سے ہو۔

مسئلہ:......کام اور سرمایہ برابر ہونے کی صورت میں بھی آپس کی رضامندی سے اگر یہ طے ہوجائے کہ ایک شریک کو زیادہ اور دوسرے شریک کو کم نفع ملے گا، تو یہ بھی جائز ہے

مسئلہ:......نفع کی مقدار متعین نہ کی جائے، اگر نفع کی یقینی مقدار متعین کی جائے تو شرکت کا معاملہ ختم ہوجائے گا۔ جیسے: یہ طے کردیا جائے ماہانہ پانچ سو پاؤنڈ نفع شریک کو ملے گا۔ اس طرح طے کیا جائے پچیس فی صد یا تیس فی صد نفع شریک کے لئے ہے۔

مسئلہ:...... ہر ایک شریک کے لئے کام میں خود یا اپنے کسی نمائندہ کے ذریعہ حصہ لینا ضروری ہے، لیکن اگر وہ کسی وجہ سے شریک نہ ہوسکا تو بھی نفع میں وہ شریک رہے گا، اس لئے کہ اگر نقصان ہو جائے تو اس کو بھی نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ خلاصہ یہ کہ: کام یا مال اور ضمان میں سے کوئی چیز بھی پائی جائے تو شریک نفع کا مستحق ہوگا۔ غرض یہ کہ شرکت میں تین چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے: مال، عمل، ضمانت۔

مسئلہ:...... اگر شرکت کا کاروبار بڑے پیمانہ پر ہو تو اس کے چلانے کے انتظام کے لئے شرکاء میں کسی کو یا زیادہ شرکاء کو یا شرکاء کے علاوہ کسی کو اس کی ذمہ داری سپرد کرسکتے ہیں۔

مسئلہ:...... شرکاء میں سے کسی کو اس کام کی ذمہ داری دی گئی تو یا تو اس کا وقت زیادہ لگے گا یا اس کی صلاحیت کا استعمال ہوگا، اس لئے ان کو نفع میں سے زیادہ حصہ دینا جائز ہے، ہاں یہ جائز نہیں کہ وہ منافع بھی لے اور تنخواہ بھی لے۔

مسئلہ:...... شرکاء کے علاوہ دوسرے آدمی کو ذمہ داری سپرد کی تو اس کی دو حیثیتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ کام کرے اور نفع کا کچھ حصہ اس کے لئے مقرر کردیا جائے، تو یہ مضارب بن گیا، اس لئے اس کو صرف نفع لینے کا حق ہے، اجرت کا نہیں۔ اور دوسری حیثیت یہ ہے کہ: اس کو اپنے کام اور ذمہ داری کی تنخواہ دی جائے، اس صورت میں وہ اجیر ہوگا، اب وہ نفع میں شریک نہیں ہوسکتا، صرف اجرت کا مستحق ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ مضاربت یا شرکت میں کوئی شریک یا مضارب تعیین کے ساتھ دوسرا فائدہ حاصل نہیں کرسکتا، یعنی اس کو ایک طرف متعین رقم بھی ملے، اور دوسری طرف غیر متعین فائدہ میں بھی شریک رہے۔

مشارکت اور مضاربت کا اجتماع

مسئلہ:...... مشارکت میں سرمایہ سب شرکاء کا ہوتا ہے، اور مضاربت میں صرف سرمایہ دار کا،

لیکن یہ صورت بھی جائز ہے کہ مشارکت اور مضاربت دونوں ایک ساتھ ہوجائیں، مثلا سرمایہ دار نے مال لگایا اور محنت کرنے والے کی محنت ہے، تو یہ مضاربت ہوگیا، اسی کے ساتھ محنت کرنے والے نے بھی سرمایہ دار کی اجازت سے اپنا بھی کچھ سرمایہ تجارت میں لگایا تو یہ جائز ہے، اب یہ معاملہ مشارکت اور مضاربت ہوگیا، جیسے ایک سرمایہ دار نے دس ہزار پاؤنڈ لگائے اور محنت کرنے والے کی محنت تھی، بعد میں محنت کرنے والے نے بھی سرمایہ دار کی اجازت سے دو ہزار پاؤنڈ اس میں شامل کر دیئے، اب یہ مشارکت اور مضاربت ہوگیا، اس صورت میں محنت کرنے والا اپنی محنت کے طے شدہ نفع کے علاوہ اپنے دوہزار والے حصہ کے تناسب سے نفع کا بھی مستحق ہوگا، جیسے مثال مذکور میں: پہلے دس ہزار میں اس کی محنت کا معاوضہ مثلا چالیس فی صد تھا، تو وہ چالیس فی صد کے علاوہ اپنے دو ہزار شرکت کے حساب سے اس کا نفع بھی لے سکتا ہے۔

(مستفاد: اسلامی فقہ ص۴۰۵ر تا:۴۲۳ ج ۲۔ قاموس الفقہ ص ۱۸۵ تا ۱۹۳ ج ۴، مادہ: شرکت۔ اسلام اور جدید معاشی مسائل ص ج ۵)

مشارکت اور مضاربت میں فرق

مشارکت اور مضاربت میں چند باتوں میں فرق ہے:

(۱)......مشارکت میں سرمایہ دونوں فریقین کا ہوتا ہے، جبکہ مضاربت میں صرف سرمایہ دار مال لگاتا ہے۔

(۲)......مشارکت میں تمام شرکاء کاروبار میں کام کر سکتے ہیں، اور اس کے انتظام میں حصہ لے سکتے ہیں، جبکہ مضاربت میں سرمایہ دار کو کاروبار میں حصہ لینے کا کوئی حق نہیں، سارا کام محنت کرنے والے کے ذمہ ہے۔

(۳)......مشارکت میں تمام شرکاء اپنے سرمایہ کے تناسب کی حد تک نقصان میں شریک ہوتے ہیں، جبکہ مضاربت میں اگر کوئی نقصان ہوجائے تو وہ صرف سرمایہ دار برداشت کرے گا، محنت کرنے والے پر اس کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔

(۴)......مشارکت میں عموماً حصہ داروں کی ذمہ داریاں محدود ہوتی ہیں، مگر مضاربت میں ان کی ذمہ داری سرمایہ کاری کی حد تک محدود ہوگی۔

(۵)......مشارکت میں جب بھی حصہ دار اپنا سرمایہ خلط ملط کرلیں گے تو مشارکت کے تمام اثاثہ جات شرکاء کی سرمایہ کاری کے تناسب سے ان کی مشترکہ ملکیت بن جائیں گے، اس لئے ان میں سے ہر ایک ان اثاثوں کی قیمتوں میں اضافے سے بھی مستفید ہوگا، اگرچہ انہیں بیچ کر نفع حاصل نہ کیا گیا ہو، جبکہ مضاربت میں خریدی ہوئی ساری چیزیں صرف سرمایہ دار کی ملکیت ہیں، اور محنت کرنے والا صرف اس صورت میں منافع میں سے اپنا حصہ حاصل کرسکتا ہے جبکہ وہ انہیں نفع پر بیچ دے، لہذا وہ خود اثاثہ جات میں اپنے حصے کا دعوی کرنے کا حق نہیں رکھتا، اگرچہ ان کی قیمت بڑھ گئی ہو۔ (مضاربت کے چند مسائل ص ۱۸)

نوٹ:......طوالت کے خوف سے عربی عبارات نہیں لکھی گئی ہیں، اہل علم کتب فقہ کی طرف مراجعت کرسکتے ہیں، مثلا:

(۱)......شامی ص۴۳۰ ج ۸، کتاب الصلوة، ط: مكتبة دار الباز، مكة المكرمة۔

(۳)...... بدائع الصنائع ص۳ ج ۸، کتاب الشركة، ط: دار الكتب العلمية، بيروت۔

(۵)......الموسوعہ فقہیہ الکویتیہ ص۳۳ ج ۲۶۔ (مترجم) ص ۵۷ ج ۲۶۔

اکابر کے چند مفید فتاوی

شریک اپنا حصہ بیچے تو دوسرے شرکاء مقدم ہوں گے

مسئلہ:...... جب شرکت کا معاملہ طے ہوجائے، اور شرکاء متعین ہوجائیں، پھر کوئی شریک اپنا حصہ بیچے تو دوسرے شرکاء مقدم سمجھے جائیں گے۔

شرکاء جو قانون مرتب کریں ان کی پابندی تمام شرکاء پر ضروری ہوگی

مسئلہ:......شرکاء کمپنی چلانے کے لئے جو قانون مرتب و نافذ کریں ان کی پابندی تمام شرکاء پر ضروری ہوگی، البتہ خلاف شرع قانون بنانا معصیت و گناہ ہے، اور اس کی پابندی ناجائز ہے۔ (مظاہر حق جدید ص ۱۲۸ ج ۳، باب الشرکۃ والوکالۃ، کتاب البیوع)

بلا محنت نفع میں شرکت کا حکم

مسئلہ:...... زید مشہور درزی ہے، اس کی دکان پر کئی مزدور کام کرتے ہیں، زید دکان پر کبھی کبھی آتا ہے اور دکان اس کی نگرانی میں چلتی ہے، مگر منافع میں برابر شریک رہتا ہے، یہ معاملہ استحساناً جائز ہے، اسے شرکت صنائع (اور شرکت تقبل، شرکت اعمال، اور شرکت ابدان) سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی شہرت و وجاہت کی بنا پر شرکت کرنا۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۷۸۲ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

ترکہ میں بعض وارثین نے شرکت میں نفع کمایا تو؟

مسئلہ:...... زید کا انتقال ہوگیا اور اس کا مال وارثین میں تقسیم نہ ہوا، اور زید کے مثلاً دو بیٹوں نے والد کی تجارت کو جاری رکھا اور خوب نفع کمایا، اب طویل عرصہ، (مثلاً: دس سال) گذر جانے کے بعد ترکہ تقسیم ہو رہا ہو تو سب ورثاء کل مال میں شریک ہوں گے، اگر چہ

بقیہ شرکاء مشترک تجارت میں شریک نہ تھے۔ البتہ دوسرے شرکاء کو چاہئے کہ: دو محنت کرنے والے شرکاء کو ان کے حصہ سے زیادہ مال دیں، اس لئے کہ انہوں نے دس سال محنت کی ہے، لیکن ایسا کرنا شرعاً لازم نہیں، اخلاق کا تقاضہ یہی ہے۔ اس شرکت کو فقہاء ''شرکت املاک'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۵۸۷ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

غیر شرعی طریقہ پر کمپنی کا نفع ہوا تو؟

مسئلہ:...... جو کمپنی شرعی قانون کے مطابق تجارت کرتی ہے، اس کا نفع جائز ہے، شرکت کے بعد کسی کمپنی نے غیر شرعی طور پر تجارت کی اور نفع کمایا تو جب تک شرعی قانون کے مطابق کام ہوا اس وقت تک کا نفع لینا شریک کے لئے جائز ہے، بعد والا نفع بلا نیت ثواب صدقہ کر دیا جائے گا۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۵۸۹ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

کمپنی کا وقت طے کرنا اور ملک کی تعیین کی شرط لگانا

مسئلہ:...... کوئی کمپنی معاملہ کو موقت کرے، مثلاً تین سال اپنا حصہ بیچ نہیں سکتے، یا صرف ملکی کے لئے شرط لگا دیں، مثلاً صرف برطانوی کو بیچ سکتے ہیں دوسرے کو نہیں، تو اس کی گنجائش ہے، اس لئے کہ پہلی شرط کا تقاضا معاملہ کی توقیت ہے، اور دوسری شرط میں متعاقدین کا فائدہ ملحوظ نہیں بلکہ قومی مفاد ملحوظ ہے، نیز یہ شرط مفضی الی النزاع نہیں، اس لئے گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۵۹۰ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

مشترکہ تجارت پر زکوۃ کا حکم

مسئلہ:...... مشترکہ کمپنی یا تجارت پر زکوۃ لازم نہیں، ہر شریک پر اپنے حصہ کی مقدار پر زکوۃ

لازم ہوگی۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص۸۰۰ ج ۵۔ص ج ۳، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

شریک کے لئے تنخواہ مقرر کرنے کا حکم

مسئلہ:......شریک کے لئے تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، اکثر علماء کے نزدیک ناجائز ہے، البتہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ نے جواز کا فتوی دیا ہے۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فقہاء نے: ۲۵/ حوالجات نقل کرکے تحریر فرماتے ہیں:

(۱)......شریک کو اجیر رکھنے کا عدم جواز کسی نص شرعی سے ثابت نہیں۔

(۲)......حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے بھی اس بارہ میں کوئی روایت نہیں۔

(۳)......امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے، مگر آپ سے اس کی کوئی علت منقول نہیں۔

(۴)......بعض مشائخ نے جو علل بیان فرمائی ہیں وہ دوسرے مشائخ کی نظر میں مخدوش ہیں۔

(۵)......علامہ سعدی رحمہ اللہ نے اس کو اجارۃ المشاع کی طرح قرار دیا ہے۔

(۶)......اجارۃ المشاع باجماع الائمۃ الاربعہ جائز ہے، البتہ امام صاحب رحمہ اللہ غیر شریک کے لئے ناجائز فرماتے ہیں۔

(۷)......ائمہ ثلاثہ اجارۃ المشاع کی طرح شریک کو اجیر رکھنے کے جواز پر متفق ہیں۔

(۸)......قفیز الطحان کی حرمت نص شرعی سے ثابت ہونے کے باوجود بعض فقہاء نے بوجہ تعامل اس کے جواز کا قول فرمایا ہے، مگر دوسرے فقہاء نے اسے اس لئے قبول نہیں فرمایا کہ یہ تعامل ان کے بلاد سے خاص ہے، اور تعامل خاص سے ترک نص شرعی جائز نہیں۔

(۹)......ترک نص شرعی کے لئے تعامل عام شرط ہے، مگر ترک نص مذہب کے لئے تعامل خاص بھی کافی ہے۔

(۱۰)......مذہب حنفی ہونے کی حیثیت سے اقوال صاحبین سے تعامل پر مبنی احکام مقدم ہیں۔

(۱۱)......نص مذہب کو تو تعامل خاص سے بھی ترک کر دیا جاتا ہے، اور کمپنی کے شرکاء کو اجیر رکھنے کا تو تعامل عام ہے، لہذا اس میں بطریق اولی مذہب متروک ہوگا، بالخصوص جب کہ یہ نص امام (صاحب رحمہ اللہ) کا بھی نہیں، بلکہ قول (امام) محمد (رحمہ اللہ) کا ہے جس سے تعامل مقدم ہے۔

علاوہ ازیں مضاربت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، مضارب عمل مشترک سے نفع حاصل کرتا ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ص ۳۲۸ ج ۷)

حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ کہ معاملات میں لوگوں کی سہولت کی خاطر آسانی کا پہلو اختیار کرنا چاہئے، بشرطیکہ شریعت کے حدود سے متجاوز نہ ہو، اور شریک کی تنخواہ پر چونکہ لوگوں کا تعامل بھی جاری ہے، لہذا بقول حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کے اس کی گنجائش ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۷۷۰ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

ایک شریک کا بجائے نقد کے ضرورت کا سامان مہیا کرنا

مسئلہ:......شرکاء میں سے ایک شریک نے ضرورت کی چیزیں خریدیں اور بقیہ رقم جمع کی مثلاً: چار شرکاء نے ایک ایک ہزار پاؤنڈ نکالے، اور ایک شریک نے پانچ سو پاؤنڈ کا ضروری سامان خریدا اور پانچ سو پاؤند نقد جمع کئے تو یہ شرکت اصولی طور پر صحیح نہیں ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کا حل یہ بیان کیا ہے کہ: جس شخص نے سامان خریدا ہے وہ اپنے سامان کے کچھ حصے دوسرے شرکاء کو بیچ دے، پھر شرکت منعقد کرلے تو درست ہے۔ لیکن اس زمانہ میں ابتلائے عام کی وجہ سے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہما اللہ نے مالکی مسلک پر فتوی دینے کی گنجائش دی ہے۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۸۰۹ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

بلاعقد بیوی کا شوہر کی مدد کرنے کا حکم

مسئلہ:......اگر بیوی شوہر کے ساتھ کام کرے، اور ان دونوں کی محنت سے بہت سا مال جمع ہو جائے، اور ان کے درمیان کوئی شراکت کا عقد نہ ہو تو بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ وہ سارا مال شوہر کا ہوگا، اور بیوی تبرعا مدد کرنے والی سمجھی جائے گی۔

مگر دوسرے علماء کی رائے یہ ہے کہ بیوی کو آدھا حصہ ملے گا، اس لئے کہ اگرچہ یہاں کوئی عقد نہیں ہے، لیکن بیوی کا مسلسل شوہر کے ساتھ کام کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ ہاں یہ ''شرکت مفاوضہ'' نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ اس کے منعقد ہونے کے لئے ''مفاوضہ'' کا عقد کرنا ضروری ہے، جو یہاں نہیں ہے۔ یہ معاملہ ''شرکت الصنائع'' کی طرح ہوگا۔

اگر سرمایہ اور کل مال شوہر کا تھا اور بیوی صرف مدد کرتی تھی تب بھی ابن وہبان اور شارح مجلّہ کے قول کے مطابق اجرت کی مستحق ہوگی، مثلاً کوئی شخص دھوبی کے پاس یا رنگریز کے پاس کپڑا لے جاتا ہے اور خاموشی سے رکھ دیتا ہے، (کوئی معاملہ نہیں کرتا، اور دھوبی نے کپڑا دھو دیا، یا رنگریز نے کپڑا رنگ دیا) تو ظاہر ہے کہ یہاں اجرت لازم ہوگی، اس لئے کہ دکان کا مقصد ہی کمائی ہے، اور اجرت متعین ہوتی ہے۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۸۱۰ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

کسی کے شرکت ختم کرتے وقت سامان کا ویلیو لگانے کا حکم

مسئلہ:……ایک شریک کسی تجارت سے نکلنا چاہتا ہے تو اس وقت کی قیمت کا اندازہ لگانے کا خرچ سب شرکاء کے ذمہ ہوگا، مثلاً پانچ آدمی زمین میں شریک ہیں، اب ایک شریک اپنی شرکت ختم کرنا چاہتا ہے تو زمین کی قیمت کا اندازہ لگانے کے لئے جو خرچ ہوگا وہ سب شرکاء کے ذمہ ہوگا، ایسا نہیں کہ ایک شریک جو شرکت ختم کرنا چاہ رہا ہے اس کے ذمہ ہوگا۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص۸۱۲ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

جس کمپنی میں: ۹۰ / فیصد آمدنی حلال ہو اس میں شرکت کا حکم

مسئلہ:……شرکت کے کاروبار کی کمپنی میں نوے (۹۰) فیصد آمدنی حلال ہے اور دس فیصد حرام ہے تو اس میں شرکت کی گنجائش ہے۔ البتہ کمپنی کو اس کی اصلاح اور سو فیصد حلال تجارت کی طرف متوجہ کرتے رہنا چاہئے۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص۸۱۳ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

سرکہ بنانے میں مسلمان کی شرکت کا حکم

مسئلہ:……کوئی مسلمان ایک غیر مسلم کے ساتھ سرکہ بنانے میں شرکت کرے تو جائز ہے، چاہے سرکہ بنانے کے لئے انگور کے عصیر کو شراب کے مرحلہ سے گذارنا پڑتا ہو، اس لئے کہ یہاں مقصود شراب بنانا نہیں، بلکہ سرکہ بنانا ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ کسی طرح شراب کو سرکہ بنانے سے پہلے پینے کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔

جیسے معتکف مسجد میں اعتکاف کرتا ہے تو سوتا بھی ہے، مگر سونا مقصود نہیں، عبادت مقصود ہے، اس لئے تبعاً سونا بھی جائز ہے، بلکہ عبادت ہے۔

اسی طرح کسی نے قسم کھائی کہ اون نہیں خریدوں گا، اور دنبہ خریدا تو حانث نہیں ہوگا، اس لئے کہ اون کی خرید تبعا ہے، مقصد دنبہ خریدنا ہے۔

اسی طرح کسی نے یہ قسم کھائی کہ اینٹیں اور لکڑیاں نہیں خریدوں گا، اور مکان خریدا تو قسم نہیں ٹوٹی، اس لئے کہ اینٹیں اور لکڑیاں تبعا آگئیں، مقصد مکان خریدنا ہے۔

فقہاء نے یہ قاعدہ ذکر کیا ہے: ''یغتفر فی التابع ما لا یغتفر فی غیرھا''۔

(قواعد الفقہ ص۱۴۲)

محمد خالد اتاسی نے مجلّہ کی شرح میں اس قاعدہ کی متعدد مثالیں ذکر کی ہیں۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص۸۱۴ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

استعفاء میں کسی مدت کی تعیین ہو تو؟

مسئلہ:......معاہدہ میں اس کی صراحت ہو کہ کوئی شریک مستعفی ہو تو استعفاء کے چھ ماہ بعد اس کی شرکت خود بخود ختم ہو جائے گی، تو اس تحریر کے مطابق چھ ماہ بعد شرکت ختم ہو جائے گی۔

معاہدہ نامہ میں شرکت تجارت کی مقدار متعین نہ ہو تو؟

مسئلہ:......معاہدہ نامہ میں شرکت تجارت کی مقدار متعین طور پر مذکور نہ ہو، مگر کسی خاص وجہ سے اس کی متعین مقدار سالانہ گوشوارے میں ذکر کر دی جائے تو یہ معاہدہ درست ہے۔

کوئی شریک معاہدہ کے مطابق کام کرنا چھوڑ دے تو؟

مسئلہ:......اگر کوئی شریک معاہدہ کے مطابق کام کرنا چھوڑ دے، اور طویل عرصہ، مثلا: دس پندرہ سال کہیں چلا جائے، جبکہ شرکت کے معاہدہ میں اس کے کام کرنے کی شرط لکھی ہوئی

تھی، تو بھی اس کی شرکت ختم نہیں ہوگی، اور وہ نفع کا مستحق ہوگا، اگر دوسرے شرکاء اس کے کام چھوڑنے کی صورت میں اس کے ساتھ شرکت کو پسند کرتے تھے تو ان کو اس کے ساتھ صراحۃً شرکت ختم کردینی چاہئے تھی۔

شرکاء نے شرکت ختم کرنے والے کے استعفاء کا جواب نہ دیا تو؟

مسئلہ:...... کسی شریک نے شرکت کے ختم کرنے کی اطلاع دوسرے شرکاء کو دینے کے بعد دوسرے شرکاء نے اس کے شرکت ختم کرنے کا جواب نہ دیا تب بھی شرکت ختم ہوجائے گی، اس لئے کہ شرکت ختم کرنے کے لئے دوسرے شرکاء کا استعفی قبول کرنا ضروری نہیں۔

شرکت ختم کرنے کے باوجود دوسرے شرکاء حصہ دیتے رہے تو؟

مسئلہ:......ایک شریک کے شرکت کو ختم کرنے کے باوجود دوسرے شرکاء اسے حصہ دیتے رہے تو اگر نیا معاہدہ ہوا ہو تو یہ شرکت درست ہے، اور وہ شریک حصہ کا مستحق ہوگا، اور اگر کوئی نیا معاہدہ نہ ہوا ہو تو وہ شریک نہیں سمجھا جائے گا، اور اس کو نفع میں حصہ دینا درست نہ ہوگا۔ ہاں سب شرکاء اپنی طرف سے تبرعا دیتے رہے تو اس میں حرج نہیں۔

اور اگر اس نیت سے دیتے رہے کہ اس شریک کا معاملہ ختم ہونے کے بعد اس کے حساب میں سے جو رقم اس کو دینی باقی ہو وہ اس کو دی جاتی رہے تاکہ اس کا حساب صاف ہوجائے تو درست ہے، (مگر پھر بھی اس کی صراحت کردی جائے)۔

استعفاء دوسرے شرکاء کو نہ دیا تو شرکت باقی رہے گی

مسئلہ:...... کسی شریک نے اپنا استعفاء تو لکھا مگر دوسرے شرکاء کو نہیں دیا، اتفاقا دوسرے شرکاء کو کہیں سے مل گیا تو اس کا اعتبار نہیں، یہ ابھی شریک ہے، اور نفع کا مستحق ہوگا، اس

لئے کہ شرکت کے معاملہ کو ختم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ دوسرے شرکاء کو اس کی اطلاع دی جاتی، جو یہاں نہ ہوا۔

کسی شریک کو شامل کرنے پر بعض شرکاء چپ رہے تو؟

مسئلہ:......ایک شریک کے انتقال پر مرحوم کی اولاد کو شریک تجارت کرنے کی مجلس منعقد کی، جس میں بعض ورثاء ان وارثوں کو شریک کرنے پر رضامند ہوئے، اور بعض شرکاء چپ رہے، تو یہ وارثین تجارت میں شریک سمجھے جائیں گے۔

نوٹ:...... یہ جزئیہ صراحتاً نظر سے نہیں گذرا، لیکن متعدد دوسرے جزئیات پر قیاس سے اس کا حکم ظاہر ہے۔

اصل یہ ہے کہ شریک کی وفات سے اس کے ساتھ شرکت ختم ہوگئی، اب ان دوسرے شرکاء پر لازم ہوگیا کہ مرحوم کا حصہ ان کے ورثاء کو ادا کردیں، اور اگر انہیں شریک رکھنا چاہیں تو تمام شرکاء کی رضامندی ضروری ہے۔ اب یہ رضامندی عام حالات میں صریح الفاظ کے ساتھ ہونی چاہئے، لیکن جب شرکاء نے اسی غرض سے مجلس منعقد کی، اور اس میں مرحوم کی اولاد کو شریک بنانے کا فیصلہ کیا تو یہ فیصلہ تمام شرکاء کی طرف سے سمجھا جائے گا، جو شرکاء راضی نہیں تھے تو انہیں چپ نہیں رہنا چاہئے، ناراضگی کا اظہار کرنا چاہئے تھا۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۸۱۸ تا ۸۲۱ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

کم حصے والے پر نقصان کم عائد ہوگا، اور زیادہ والے پر زیادہ

مسئلہ:......ایک شریک کے پانچ ہزار پاؤنڈ ہیں، اور دوسرے شریک کے دو ہزار، پانچ ہزار والا کام نہیں کرتا تو شرکت جائز ہے، نفع میں نقصان میں دونوں شریک ہوں گے، کم حصے والے پر نقصان کم عائد ہوگا، اور زیادہ حصہ والے پر نقصان زیادہ عائد ہوگا۔

دو شریک میں سے ایک کے نام پر کوئی ٹھیکا لینا

مسئلہ:……دو شریک میں سے ایک کے نام پر کوئی ٹھیکا لیا ہو تب بھی دونوں نفع میں شریک ہوں گے۔

ایک شریک کا گھر پر کام کرنا، دوسرے کا کسی اور جگہ

مسئلہ:……دو شریک میں سے ایک گھر پر کام کرتا ہے دوسرا کسی اور جگہ جا کر، یہ جائز ہے۔

مشین ایک کی، کام دوسرے شرکاء کا

مسئلہ:……اس طرح شرکت کرنا درست ہے کہ مثلاً : مشین ایک آدمی کی ہو، اور کام دوسرے شرکاء کریں۔

مرد کے ساتھ عورت کی شرکت کا حکم

مسئلہ:……شرکت میں مرد کے ساتھ عورت بھی شریک ہوسکتی ہے۔

ایک شریک نے دوسرے شرکاء کی اجازت سے کچھ خرچ کیا تو؟

مسئلہ:……ایک شریک نے دوسرے شرکاء کی اجازت سے کچھ پیسہ شادی یا کسی اور کام میں خرچ کر دیا، تو حساب کے وقت اس سے وہ وصول کئے جائیں گے، پھر نفع تقسیم ہوگا۔

مرحوم کے مال سے شرکت جاری رکھی اور نقصان ہوگیا تو؟

مسئلہ:……کسی شریک کے انتقال سے شرکت ختم ہو جاتی ہے، مگر شرکاء نے مرحوم کے مال سے شرکت جاری رکھی اور نقصان ہوگیا تو نقصان مرحوم کے مال پر عائد نہیں ہوگا، اور اگر نفع ہوا تو دوسرے شرکاء کو اختیار ہے کہ مرحوم کے وارث کو نفع دیں یا نہ دیں۔

منافع تقسیم ہونے کے بعد کسی کو اعتراض کا حق نہیں

مسئلہ:……رضامندی سے شرکت کے منافع تقسیم ہو گئے بعد میں کسی فریق کو اعتراض کا حق نہیں ہوگا، مثلاً دو شرکاء نے زمین کا مشترکہ ٹھیکا لیا، پھر ایک وقت منافع تقسیم ہو گئے، ایک شریک کے حصہ میں زمین کم تھی دوسرے کے حصہ کچھ زیادہ، اور شرکت ختم ہوگئی، اب طویل عرصہ کے بعد زمین کی قیمت زیادہ ہوگئی تو کم زمین والے کو یہ حق نہیں کہ اب مزید منافع کا مطالبہ کرے۔ (مستفاد: مکمل و مدلل فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۹۵ تا ۹۶ ج ۱۳، ط: مکتبہ دار العلوم دیوبند)

شرکاء کی اجازت کے بغیر چندہ دینے کا حکم

مسئلہ:……مشترکہ تجارت میں کسی ایک شریک کا مدرسہ یا مسجد یا کسی دینی کام کے لئے چندہ دینا، اسی طرح مہمانوں کو کھلانا دوسرے شرکاء کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص ۴۳۴ ج ۶، کتاب الشرکۃ، ط: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر)

شرکت ختم کرنے کی ایک شرط کی تفصیل

مسئلہ:……کیا شرکاء عقد مشارکت کے وقت یہ شرط لگا سکتے ہیں کہ لیکویڈیشن یا کاروبار کی تقسیم اس وقت تک عمل میں نہیں لائی جائے گی جب تک کہ تمام شرکاء یا ان کی اکثریت ایسا نہ کرنا چاہے اور یہ کہ تنہا حصہ دار جو شراکت سے علیحدہ ہونا چاہتا ہے اسے اپنا دوسرا حصہ دوسروں کو بیچنا پڑے گا اور وہ دوسرے حصہ داروں کو کاروبار کی تقسیم یا لیکویڈیشن پر مجبور نہیں کرے گا؟ ظاہر یہی ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ شرط جدید صورت حال میں خاص طور پر قرین انصاف معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ

آج کل اکثر حالات میں کاروبار کی نوعیت اپنی کامیابی کے لئے تسلسل کا تقاضا کرتی ہے، اور صرف ایک شریک کی خواہش پر لیکویڈیشن یا تقسیم کاروبار سے دوسرے شرکاء کو نا قابل برداشت نقصان ہوسکتا ہے۔

اگر ایک بھاری رقم کے ساتھ ایک کاروبار شروع کیا جاتا ہے اور یہ رقم کسی طویل المیعاد منصوبے میں لگادی جاتی ہے، اور حصہ داران میں سے ایک شخص منصوبے کے ایام طفولیت میں ہی لیکویڈیشن کا تقاضا کرتا ہے تو اس صورت میں اسے بلا وجہ لیکویڈیشن یا تقسیم کا اختیار دینا دوسرے شرکاء کے مفادات کے لئے اسی طرح سخت نقصان دہ ہوگا جس طرح کہ معاشرہ کی معاشی نشو ونما کے لئے، اس لئے اس طرح کی شرط لگانا قرین انصاف معلوم ہوتی ہے، اور اس کی تائید ایک اصول سے بھی ہوتی ہے جسے حضور اقدس ﷺ نے ایک معروف حدیث میں بیان فرمایا ہے:

"المسلمون علی شروطھم الا شرطا أحل حراما أو حرم حلالا"۔

(ترمذی، باب ماذکر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلح بین الناس، کتاب الاحکام، رقم الحدیث:۱۳۵۲۔ بخاری، باب اجر السّمسرة، کتاب الاجارة، قبل رقم الحدیث:۲۲۷۴)

مسلمانوں کے درمیان طے شدہ شرطوں کو برقرار رکھا جائے گا سوائے ان شرطوں کے جو کسی حرام کی اجازت دیدیں یا کسی حلال کو حرام کردیں۔

(مستفاد: اسلام اور جدید معاشی مسائل ص۳۹ ج۵)

ایک کا لائسنس اور دوسرے کا مال اور محنت، اس شرکت کا حکم

مسئلہ:......بعض ممالک میں غیر ملکیوں کو لائسنس نہیں ملتا، ایسے ممالک میں کوئی غیر ملکی سے کہے: میرے لائسنس سے آپ تجارت کرے، میرا نہ مال ہوگا اور نہ میری محنت، نفع میں ہم

برابر کے شریک ہوں گے، یہ شرکت جائز نہیں، اس لئے کہ شرکت کے شرائط کو بیان کرتے ہوئے علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: نفع میں حصہ دار بننے کے لئے تین چیزوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے: (۱): سرمایہ لگانا، (۲): عمل کرنا، (۳): تقبل یعنی ضمانت۔ ان تینوں میں سے کوئی چیز پائی نہ جائے تو شرکت درست نہیں۔

(مستفاد: فتاوی دینیہ ص۲۰۷ ج۴)

کسی شریک کو سستی قیمت سے چیز بیچنا

مسئلہ:......شریک کو چیز سستی قیمت پر دینا جائز ہے، مثلاً پیٹرول (petrol) کے کاروبار میں کئی شرکاء ہیں، ان میں کسی شریک کو سستی قیمت پر پیٹرول دینا جائز ہے۔

(مستفاد: فتاوی دینیہ ص۲۰۵ ج۴)

بعد میں شامل ہونے والے شریک کا حصہ کتنا ہوگا؟

مسئلہ:...... چند شرکاء نے ایک کاروبار شروع کیا بعد میں ایک اور آدمی اس میں شامل ہوا، اور اس سے کہا گیا کہ تمہارا حصہ بھی ہمارے جتنا ہوگا، اب اگر کاروبار ختم کرنے کا موقع آئے تو بعد میں شامل ہونے والے کا بھی سب کی طرح پورا حصہ ہوگا۔ مثلاً: پانچ بھائیوں نے مل کر ایک کاروبار شروع کیا، دس بارہ سال کے بعد اپنے بھتیجے کو اس میں شامل کیا اور اس سے یہ کہا کہ: جتنا حصہ ہمارا ہے اتنا ہی تمہارا بھی ہوگا، بعد میں اس کاروبار کو ختم کرنا چاہیں تو بھتیجے کو بھی پورا پورا حصہ ملے گا۔ (مستفاد: فتاوی دینیہ ص۲۰۹ ج۴)

شرکت میں قرعہ کے ذریعہ نفع ونقصان کی شرط لگانا

مسئلہ:......شرکت میں قرعہ کے ذریعہ نفع ونقصان کی شرط لگانا جائز نہیں، مثلاً شرکاء نے یہ

طے کیا کہ: ہر ماہ نفع ونقصان قرعہ کے ذریعہ نکالا جائے گا، جس کے نام قرعہ نکلے گا وہ نفع و نقصان کا ذمہ دار ہوگا، خواہ ہر ماہ ایک ہی آدمی کے نام قرعہ نکلتا رہے، اس کو اعتراض کا حق نہ ہوگا، یہ صورت قمار اور جوا ہے، اور ناجائز ہے۔

(مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل جدید ص۱۲۵ ج ۷)

بکری کو پالنے اور مادہ بچے میں شرکت کی شرط

مسئلہ:......ایک شریک نے دوسرے شریک کو ایک بکری آدھی قیمت پر دی اور کہا کہ: میں اس کی آدھی قیمت نہیں لوں گا، آپ صرف اس کو پالیں، یہ بکری جو بچے دے گی ان میں جو مادہ (مؤنث) ہوں گے ان میں ہم دونوں شریک ہوں گے، اور جو نر (ذکر) ہوں گے اس میں میرا کوئی حصہ نہیں ہوگا، اس طرح کی شرکت بالکل غلط ہے، اس لئے کہ ایک شریک پر پرورش کی ذمہ داری کیوں ڈالی جائے؟ پھر یہ شرط بکری کے مادہ بچوں میں حصہ ہوگا نر میں نہیں، یہ شرطیں درست نہیں ہیں۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل جدید ص۱۲۶ ج ۷)

عرب ممالک میں مقامی باشندہ کے نام سے شرکت کا حکم

مسئلہ:......بعض عرب ممالک میں قانون بنادیا گیا ہے کہ دوسرے ممالک کے لوگ وہاں کے کسی مقامی باشندہ کی شرکت سے ہی تجارت کر سکتے ہیں، ایسا نہیں ہوسکتا کہ مکمل تجارت تنہا ان ہی کی ہو، اس ضابطہ کی تکمیل کے لئے جب بیرونی باشندے تجارت کرتے ہیں تو وہ برائے نام اپنے کاروبار میں کسی مقامی باشندہ کا نام شریک کار کی حیثیت سے دیتے ہیں تاکہ قانونی طور پر ان کو اس کی اجازت حاصل ہوجائے، اور معاوضہ کے طور پر سالانہ یا ماہانہ ان کو کوئی متعینہ رقم دیا کرتے ہیں۔

یہ صورت درست نہیں ہے، اصل تاجر اس طرح رشوت دیتا ہے، اور یہ کوئی ایسی مجبوری

اورضرورت نہیں ہے جس کی وجہ سے رشوت دینے کی گنجائش ہو، اور دوسرا فریق جو برائے نام شریک ہے اس کے حق میں بھی وہ رشوت اور غصب کا مال ہے جو کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس مقامی باشندے کو بھی باضابطہ شریک کیا جائے، اگر وہ اس کے لئے آمادہ نہ ہو تو اصل تاجر اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ اس کو قرض دے اور تجارت میں شریک بنالے، پھر نفع میں باہمی رضامندی سے کوئی تناسب طے کرلے۔

(جدید فقہی مسائل ص۳۳۱ ج ۲)

موروثی جائداد کے منافع کی تقسیم کا حکم

مسئلہ:...... والد کی تجارت میں اس کے وفات کے بعد اولاد مشترکہ طور پر اس طرح محنت کرتے رہیں کہ ان کی کمائی میں تمیز کرنا مشکل ہو تو حاصل ہونے والے منافع میں سب اولاد برابر کی شریک ہوں گی، کسی ایک وارث کا زیادہ نفع طلب کرنا درست نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاوی حقانیہ ص۳۲۳ ج ٦)

شرکت کے معنی، اور اسلامی شرکت کی خصوصیت

''شرکت'' شین کے زیر اور راء کے سکون کے ساتھ، اور شین کے زبر اور راء کے زیر ساتھ دونوں طرح منقول ہے، پہلی صورت زیادہ معروف ہے۔ (اصول سرخسی ص۳۰ ج۲)

شرکت کے لغوی معنی اختلاط و اشتراک اور ملے ہوئے ہونے کے ہیں۔

(شرح مہذب ص۶۲ ج۱۴)

اسلامی فقہ میں ''شرکۃ'' کا معنی ہے: حصہ دار بننا۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: اصولی طور پر شرکت کے جائز ہونے پر امت کا اجماع و اتفاق ہے، گو اس کی بعض قسموں کے بارے میں اختلاف ہے۔ (المغنی ص۳ ج۵)

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: کسی صاحب علم نے اس کے جائز ہونے میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ (شرح مہذب ص۶۳ ج۱۴)

مضاربت کی طرح اسلامی شریعت میں کاروبار کی بعض اور صورتیں بھی ہیں، جن سے صنعتی و تجارتی کاروبار میں زیادہ سے زیادہ ترقی بھی ہو، اور جو لوگ کم پیسے یا بالکل پیسے نہ رکھتے ہوں وہ بھی آزادی اور عزت کو باقی رکھتے ہوئے اپنی روزی کا سامان کرسکیں، ان ہی میں ایک شرکت بھی ہے، شرکت کا کام تجارت و صنعت میں بھی ہوسکتا ہے، اور زراعت اور دوسرے پیشوں میں بھی، اور علمی کاموں میں بھی۔ اس میں دو آدمی سے لے کر جتنے لوگ چاہیں شرکت کرسکتے ہیں۔

موجودہ دور میں شراکتی کاروبار کا رواج بہت زیادہ ہے، اور اس کے ذریعہ بڑے سے بڑے تجارتی اور صنعتی کاروبار چل رہے ہیں، لیکن اس دور کی شرکت زیادہ مال والوں کے لئے ترقی کا سبب ہوسکتی ہے، کم پیسہ والوں کے لئے کچھ زیادہ مفید نہیں، کم پیسہ والوں کو

سال میں معمولی رقم مل جاتی ہے اور زیادہ نفع منتظموں، ڈائرکٹروں اور مینجروں کے قبضہ میں چلا جاتا ہے، ہوتا یہ ہے کہ شراکتی کاروبار کرنے والے ہزاروں آدمیوں کو حصہ دار بناتے ہیں اور ان سے پیسے وصول کرتے ہیں، اس کے بعد اپنی تنخواہ مقرر کرتے ہیں، پھر کچھ رقم انتظامی امور کے لئے مقرر کی جاتی ہے، کچھ کارخانوں کی عمارت اور مشینوں کی خریداری پر خرچ ہوتی ہے، پھر جب تجارت شروع ہو جاتی ہے تو عام حصہ داروں کو منافع میں کم مقدار ملتی ہے، جو ان تمام اخراجات کو نکال کر بچتی ہے، اور جب کوئی حصہ دار فائدہ نہ دیکھ کر علیحدہ ہونا چاہتا ہے تو اس کے ہاتھ میں وہی چند روپے آتے ہیں، جو اس نے بحیثیت حصہ دار دیئے تھے، اس کے علاوہ اور کسی چیز کا وہ حق دار نہیں ہوتا، بلکہ بعض شرکاء تو حصے کے پیسے بھی واپس نہیں کرتے، اور یہ شرط لگاتے ہیں کہ اپنا حصہ کسی شریک کو بیچ دو، اس طرح سارے کاروبار پر آہستہ آہستہ وہ لوگ قابض ہو جاتے ہیں، جنہوں نے اس کو شروع کیا تھا

لیکن اسلامی شریعت نے شرکت کے لئے جو شرائط مقرر کی ہیں، ان کو ملحوظ رکھا جائے تو بڑے سے بڑا اشراکتی کاروبار بھی چلایا جا سکتا ہے، اور سارے حصہ دار اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اور ملک کی صنعت و تجارت کو بھی فروغ ہو سکتا ہے، اور اس کے ذریعہ ہزاروں بے وسیلہ لوگوں کو روزی مل سکتی ہے، ان شرائط کی وجہ سے وہ ساری بے انصافی' زیادتی اور بددیانتی ختم ہو جائے گی، جو اس طرح کی تجارت کا لازمہ بن گئی ہے۔

عموما لوگ شرکت محض مادی فائدہ اور خودغرضی کے لئے کرتے ہیں، لیکن اسلامی شریعت نے مادی فائدہ کے ساتھ شرکاء کی اصل حیثیت یہ قرار دی کہ ان میں ہر شریک امین بھی ہے اور وکیل بھی۔ امین کی حیثیت سے جس طرح امانت کی حفاظت کی جاتی ہے، اسی طرح ہر شریک شرکت کے مال کی حفاظت کرے، اور وکیل اس حیثیت سے کہ کوئی شریک

اس مال کو، یا مشترکہ کاروبار کو اپنے فائدہ کے لئے استعمال نہ کرے، بلکہ نفع میں ہر ایک کے حقوق کا خیال رکھے، کسی کو یہ شکایت نہ ہو کہ فلاں شریک نے سارا فائدہ نمٹ لیا، اور بقیہ شرکاء نقصان میں رہے۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارشاد نبوی ﷺ کی روشنی میں جب شرکت کا کوئی معاملہ کیا تو غیر مسلم کے ساتھ ایسا انصاف کیا کہ وہ تاریخ میں یادگار رہ گیا۔

خیبر کے یہودیوں سے طے تھا کہ وہ مسلمانوں کی زمین میں کاشت کریں، جو کچھ پیدا ہوگا اس میں آدھا آدھا دونوں فریق تقسیم کرلیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے نمائندہ کی حیثیت سے غلہ وصول کرنے گئے تو انہوں نے محنت کرنے والوں سے کہا کہ: یا تو تم لوگ خود تقسیم کردیں، یا کہو تو میں تقسیم کردوں، انہوں نے کہا کہ: آپ ہی تقسیم کردیں، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پیداوار کے دو الگ الگ حصے کئے اور کہا: ان میں سے جو چاہو لے لو، یہ انصاف دیکھ کر یہودی پکار اٹھے: ’’وبــــه قــامــت السمـاء والارض ‘‘یعنی: اسی انصاف کی وجہ سے زمین وآسمان قائم ہیں، (ورنہ قیامت آجاتی)۔

جدید معاشی نظام میں بینک ہی ہیں جو اکاؤنٹ ہولڈرز کی رقوم سے صنعت کاروں اور تاجروں کو قرضے دیتی ہے، اگر کسی صنعت کار کے پاس اپنے صرف دس ملین ہیں تو وہ بینکوں سے نوے ملین حاصل کرے گا اور اس سے ایک بڑا نفع بخش پراجیکٹ شروع کردے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ پراجیکٹ کا نوے فیصد حصہ عام کھاتہ داروں کی رقوم سے وجود میں آیا ہے، اور صرف دس فیصد اس کے اپنے سرمایہ سے۔ اگر اس پراجیکٹ میں بہت بڑا نفع حاصل ہوتا ہے تب بھی اس کا چھوٹا سا حصہ (مثلا: چودہ پندرہ فیصد) بینکوں کے ذریعہ عام

کھاتہ داروں تک جائے گا، جبکہ باقی سارا کا سارا نفع صنعت کار کو حاصل ہوگا جس کا پراجیکٹ میں اپنا حصہ دس فیصد سے زائد نہیں تھا۔ پھر یہ چودہ پندرہ فیصد نفع بھی صنعت کار واپس لے لیتا ہے، اس لئے کہ شرح سود کو وہ اپنی پیداوار کی لاگت میں شمار کرتا ہے (جس سے مصنوعات کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں) آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کاروبار کا سارا نفع ان لوگوں کو چلا جاتا ہے جن کا اپنا سرمایہ دس فیصد سے زائد نہیں تھا۔ جبکہ جو عوام نوے فیصد سرمایہ کاری کے مالک تھے انہیں متعین شرح کے ساتھ سود کے علاوہ کچھ نہیں ملتا، اور یہ بھی مصنوعات کی قیمت بڑھا کر ان سے واپس لے لیا جاتا ہے۔

اس کے برخلاف اگر غیر معمولی صورت حال میں صنعت کا دیوالیہ ہو جائے تو اس کا اپنا نقصان دس فیصد سے زائد نہیں ہوگا، جبکہ باقی نوے فیصد خسارہ مکمل طور پر بینک کو اور بعض حالات میں کھاتہ داروں کو اٹھانا پڑے گا۔

اسی طرح سے شرح سود، اس نظام تقسیم دولت کی ناہمواریوں کا اصل سبب ہے جس میں مستقل طور پر امیر کی حمایت اور غریب کے مفادات کے خلاف رجحان پایا جاتا ہے۔

اس کے برعکس اسلام میں سرمایہ فراہم کرنے والے کے لئے ایک بہت واضح اصول موجود ہے، وہ یہ کہ سرمایہ فراہم کرنے والے کو لازمی طور پر یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر مقروض کی مدد کرنے کے لئے قرضہ فراہم کر رہا ہے یا سرمایہ لینے والے کے منافع میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ اگر صرف یہ مقروض کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنے دیئے قرضہ کی اصل مقدار سے زائد کسی مطالبہ سے بچنا چاہئے۔ اس لئے کہ اس کا مقصد ہی اس کی مدد کرنا ہے، لیکن اگر وہ سرمایہ لینے والے کے نفع میں شریک ہونا چاہتا ہے تو یہ ضروری ہوگا کہ اس کے نقصان میں بھی شریک ہو، لہذا مشارکت میں فائنانشر کا منافع

کاروبار کے ذریعے حاصل ہونے والے حقیقی نفع سے وابستہ ہوتا ہے۔ کاروبار میں نفع جتنا زیادہ ہوگا فائنانشر کے منافع کی شرح بھی اتنی ہی بڑھ جائے گی۔ اگر کاروبار بہت زیادہ نفع کمالیتا ہے تو ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ سارا صنعت کار ہی بلاشرکت غیرے سنبھال لے، بلکہ بینک کے کھاتہ دار ہونے کی حیثیت سے عام لوگ بھی اس میں حصہ دار ہوں گے۔ اسی طرح مشارکت میں ایک ایسا رجحان پایا جاتا ہے جو صرف امیر کی بجائے عام لوگوں کی حمایت میں ہے۔ یہ ہے وہ بنیادی فلسفہ جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اسلام مشارکت کو سودی تمویل کے متبادل کے طور پر کیوں تجویز کرتا ہے۔ بے شک مشارکت کو ایک عمومی طریقۂ تمویل کے طور پر مکمل طور پر اپنانے میں بہت سی عملی مشکلات بھی ہیں۔

بعض اوقات یہ خیال بھی کیا جاتا ہے کہ مشارکت ایک قدیم طریقۂ تمویل ہے جو تیز رفتار معاملوں کی نت نئی ضرورتوں کا ساتھ نہیں دے سکتا، لیکن اس خیال کا منشا مشارکت کے شرعی اصولوں سے کما حقہ واقفیت نہ ہونا ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے مشارکت کی کوئی لگی بندھی شکل یا متعین طریقہ ہائے کار مقرر ہی نہیں کیا، بلکہ چند عمومی اصول بتائے ہیں جن میں مختلف عملی شکلوں اور طریقہ ہائے کار کی گنجائش ہے۔ مشارکت کی کسی نئی شکل یا طریقہ کار کو محض اس بنیاد پر مسترد نہیں کیا جاسکتا کہ ماضی میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ درحقیقت مشارکت کی ہر نئی شکل شریعت کی نظر میں قابل قبول ہے جب تک کہ وہ قرآن وسنت اور اجماع امت کے خلاف نہ ہو، اس لئے یہ ضروری نہیں کہ مشارکت کو اپنی روایتی اور قدیم شکل ہی میں اپنایا جائے۔

(مستفاد: اسلامی فقہ ص ۴۰۵ ر تا: ۴۲۳ ج ۲۔ قاموس الفقہ ص ۱۸۵ تا ۱۹۳ ج ۴، مادہ: شرکت۔ اسلام اور جدید معاشی مسائل ص ۲۷ ج ۵)

آیات کریمہ

(۱)......﴿ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ﴾۔(پ:۲۳/سورۂ ص، آیت نمبر:۲۴)

ترجمہ:......اور بہت سے لوگ جن کے درمیان شرکت ہوتی ہے، وہ ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے ہیں، اورانہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اوروہ بہت کم ہیں۔

(۲)......﴿ وَاِن تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ﴾۔(پ:۲/سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۲۲۰)

ترجمہ:......اوراگرتم ان کو(خرچ) میں شامل رکھوتو وہ تمہارے(دینی) بھائی(ہی) ہیں۔

شرکت سے متعلق چند احادیث وآثار

(۱)......عن أبی هريرة رفعه قال : انّ الله تعالى يقول : أنا ثالث الشّريكَيْنِ ما لم يَخُنْ أحدُهما صاحبَه ، فاذا خانه خرجتُ من بينهم۔

ترجمہ:......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو شریک جب تک خیانت نہ کریں تو میں ان میں کا تیسرا ہوتا ہوں، جب وہ خیانت کریں تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔

(ابوداؤد، باب فی الشركة ، كتاب البيوع ، رقم الحديث:۳۳۸۳)

(۲)......عن عبد الله قال :اِشتركْتُ أنا وسعدٌ و عمارٌ يوم بدرٍ ، فيما نُصِيبُ ، فلم أجِیءُ أنا ولا عمارٌ بشیءٍ ، وجاء سعدٌ برَجُلَيْن۔

ترجمہ:......حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں اورحضرت سعد اور حضرت عمار(رضی اللہ عنہم) بدر کے دن غنیمت میں شریک ہوئے، (یعنی یہ طے کیا کہ: مال

غنیمت میں جس کو جو چیزیں ملیں وہ ہم تینوں میں شریک سمجھی جائیں گی) تو میں اور عمار (رضی اللہ عنہ) تو کچھ نہ لائے اور (حضرت) سعد (رضی اللہ عنہ) نے دو مرد (کافروں کے) پکڑے۔(ابن ماجہ، باب الشركة والمضاربة ، كتاب التجارات ، رقم الحديث:۲۲۸۸)

(۳)......عن السائب قال: أتيتُ النبى صلى الله عليه وسلم ' فجعلوا يُثنون علَىَّ و يَذكُرونّى ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : أنا أعْلمُكم – يعنى به – قلتُ : صدقتَ ' بأمى أنت وأُمّى ، كنتَ شريكى فنِعمَ الشريكَ ' كنتَ لا تُدَارِى ولا تُمَارِى۔(ابوداؤد، باب فى كراهية المراء ، كتاب الادب ، رقم الحديث:۴۸۳۶)

ترجمہ:......حضرت سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، پس حضرات (صحابہ اور حاضرین مجلس رضی اللہ عنہم) میری تعریف کرنے لگے اور میرا تذکرہ کرنے لگے (یعنی میرا ذکر خیر)، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آپ حضرات سے ان کو زیادہ جانتا ہوں، میں نے عرض کیا: میرے ماں' باپ آپ پر قربان ہوں! آپ ﷺ سچ فرما رہے ہیں، آپ میرے شریک تھے، پس آپ ﷺ (واقعی) بہترین شریک تھے، نہ آپ ﷺ مجھے دھوکہ (اور فریب) دیتے اور نہ مجھ سے لڑتے تھے۔

(۴)......عن السائب قال للنبى صلى الله عليه وسلم : كنتَ شريكى فى الجاهليّة ، فكنتَ خير شريكٍ ، كنتَ لا تُدَارِينى ولا تُمَارِينى۔

(ابن ماجہ، باب الشركة والمضاربة ، كتاب التجارات ، رقم الحديث:۲۲۸۷)

ترجمہ:......حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: آپ زمانہ جاہلیت میں میرے شریک تھے، پس آپ ﷺ بہترین شریک تھے، نہ آپ مجھے دھوکہ

(اور فریب) دیتے اور نہ مجھ سے لڑتے تھے۔

نوٹ:......''ابوداؤد'' اور'' ابن ماجہ'' کی روایت کا مضمون یہ ہے کہ: حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ: آپ بہترین شریک ہیں، اسی طرح کی روایت ''معجم طبرانی کبیر'' اور ''معجم طبرانی اوسط'' میں بھی ہے۔

(الف)......عن السائب أنّه قال للنبی صلی اللہ علیه وسلم : کنتَ شریکی ، فکنتَ خیرَ شریکٍ ، کنتَ لا تُدَارِی ولا تُمَارِی۔

(مسند احمد ص ۲۶۱ ج، حدیث السائب بن عبد اللہ ، رقم الحدیث:۱۵۵۰۲)

(ب)......عن السائب انه قال للنبی صلی اللہ علیه وسلم : کنتَ شریکی فی الجاهلیّة ، فکنتَ خیر شریکٍ ، لا تُدَارِی ولا تُمَارِی۔

(ج)......عن السائب قال أتیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ‘ فجعلوا یُثنون علیَّ و یَذکُرونی ، فقال : أنا أعلمکم به ، قال : صدقتَ بأمی و اُمّی : کنتَ شریکی فنِعم الشریک ‘ کنت لا تُدَارِی ولا تُمَارِی۔

(معجم طبرانی کبیر ص ج ۱۶۵ ج ۷، ما أسند السائب‘من اسمه السائب ، رقم الحدیث:۶۶۱۹/۶۶۲۰۔ سنن کبری بیہقی ص ج ۱۷۵ ج ۷، باب الاشتراک فی الاموال والهدایا ، کتاب الشرکة ، رقم الحدیث:۱۱۵۳۳)

(د)......عن السائب قال أتیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ‘ فجعلوا یثنون علی و یذکرونی، فقال : انا اعلمکم به ، قال : صدقت بامی و امی : کنتَ شریکی فنعم الشریک کنت لا تُدَارِی ولا تُمَارِی۔

(معجم طبرانی کبیر ص ج ۱۶۵ ج ۷، ما أسند السائب‘من اسمه السائب ، رقم الحدیث:۶۶۱۹/۶۶۲۰)

(ھ)......عن قیس بن السائب قال : ان رسول الله صلی الله علیه وسلم : کان شریکی فی الجاهلیّة ، فکان خیر شریکٍ ، لا یُدَارِی ولا یُمَارِی۔

(معجم طبرانی اوسط ص۱۴۵ ج۲، باب الشرکة والمضاربة ، کتاب التجارات ، رقم الحدیث:۱۵۲۲)

(و)......عن السائب .....قال......: فنِعْم الصّاحبُ أنتَ ، الخ۔

(مسند احمد ص۲۵۹ ج، حدیث السائب بن عبد الله ، رقم الحدیث:۱۵۵۰۰)

مگر ''مستدرک حاکم'' اور ''بیہقی'' کی روایت میں ہے کہ: آپ ﷺ نے اس طرح کا ارشاد حضرت سائب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(الف)......عن السائب انه کان شریک فی اول الاسلام فی التجارة ، فلما کان یوم الفتح قال النبی صلی الله علیه وسلم : مرحبا بأخی و شریکی ، لا یدَارِی ولا یُمَارِی۔

ترجمہ:......حضرت سائب بن ابی السائب مخزومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: وہ ابتداء اسلام میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تجارت میں شریک تھے، فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: خوش آمدید! میرے بھائی ، میرے شریک ، نہ فریب دیتے تھے، اور نہ لڑتے تھے۔

(مستدرک حاکم ص۶۱ ج۲، کتاب البیوع ، رقم الحدیث:۲۳۵۷۔سنن کبریٰ بیہقی ص ج۱۷۵ ج۷،
باب الاشتراک فی الاموال والهدایا ، کتاب الشرکة ، رقم الحدیث:۱۱۵۳۲)

ممکن ہے دونوں طرح کی روایات منقول ہوں، جیسا کہ ''طبرانی'' اور ''مسند احمد'' کی روایتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے:

(الف)......عن السائب بن ابی السائب انه کان یشارک رسول الله صلی الله علیه

وسلم قبل الاسلام فی التجارة ، فلما کان یوم الفتح اتاه ' فقال : مرحبا باخی و شریکی، لا یُدَارِی ولا یُمَارِی ، یا سائب ! قد کنتَ تعمل أعمالا فی الجاهلیة لا تنقبل منک وهی الیوم تنقبل منک ، وکان ذا سَلَفٍ و صِلَةٍ۔

(معجم طبرانی کبیرص ج ۱۶۵ ج ۷، ما أسند السائب ، من اسمه السائب ، رقم الحدیث:۶۶۱۸۔

مسند احمد ص ۲۶۳ ج ، حدیث السائب بن عبد الله ، رقم الحدیث:۱۵۵۰۵)

(۴)...... أن زید بن أرقم والبراء بن عازب کانا شریکین ، فاشتریا فضة بنقد ونسیئة ، فلبغ النبی صلی اللله علیه وسلم فأمرهما : ان ما کان بنقد فأجیزوه ، وما کان بنسیئة فردوه۔

ترجمہ:......حضرت زید بن ارقم اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما شریک تھے، ان دونوں نے چاندی نقد اور ادھار خریدی، آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ: جو نقد ہے اس کو نافذ کرو اور جو ادھار کے عوض ہے اس کو رد کردو۔

(ابوداؤد، باب فی الشرکة ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث:۳۳۸۳)

''بخاری شریف'' میں یہ روایت کچھ فرق سے آئی ہے:

(۵)...... سلیمان بن أبی مسلم قال : سألت أبا المِنهال عن الصّرف یداً بیدٍ فقال : اشترَیتُ أنا وشریکٌ لی شیئا یداً بیدٍ ونَسِیئةً ' فجاء نا البراء بن عازب فسألناه فقال : فعلتُ أنا وشریکی زید بن أرقمَ وسألنا النبی صلی الله علیه وسلم عن ذلک ، فقال : ما کان یداً بیدٍ فخُذوه ، وما کان من نسِیئة فرُدُّوه۔

ترجمہ:......حضرت سلیمان بن مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابوالمنہال رحمہ اللہ سے بیع صرف کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: میں نے اور میرے ایک

شریک نے نقد اور ادھار بیع صرف کی، پھر ہمارے پاس حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ آئے تو ہم نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: میں نے اور میرے ایک شریک حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تھا، پھر ہم نے آپ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو نقد ہو تو اس کو رکھ لو، اور جو ادھار ہو اس کو واپس کردو۔

(بخاری، باب الاشتراک فی الذھب والفضۃ وما یکون فیہ الصرف ، کتاب الشرکۃ ، رقم الحدیث: ۲۴۹۷)

(۶)...... عن زُهرةَ بنِ معبد عن جدّه عبد الله بن هِشام (رضى الله عنه)– وكان قد أدرك النبى صلى الله عليه وسلم–وذهبَتْ به اُمُّه زينب بنت حُمَيْد الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت : يا رسول الله ! بايِعْهُ ، فقال : هو صغير ، فسمح رأسه و دعا له ، وعن زهرة بن معبد انه كان يخرج به جدُّه عبد الله بن هشام الى السوق ' فيشترى الطعام فيَلْقاه ابن عمر وابن الزبير فيقولان له : أشْرِكْنا ، فان النبى صلى الله عليه وسلم قد دعا لک بالبركة ' فيَشْرَكَهم ، فرُبّما أصاب الرّاحلة كما هى ' فيبعث بها الى المنزل۔

ترجمہ:...... حضرت زہرہ بن معبد رحمہ اللہ اپنے دادا حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں – اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ پایا تھا – اور ان کی والدہ حضرت زینب بنت حمید ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئی تھیں، پس انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (ﷺ) اس کو بیعت فرما لیجئے! تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ابھی چھوٹا ہے، پھر آپ ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا اور ان کے لئے برکت کی دعا کی۔

حضرت زہرہ بن معبد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ ان کو بازار لے گئے، پھر انہوں نے طعام (غلہ) خریدا، پھر ان کی حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی، تو ان دونوں نے حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اس طعام (غلہ) میں ہمیں شریک کرلیں، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے آپ کے لئے برکت کی دعا فرمائی ہے، تو حضرت ہشام رضی اللہ عنہنے ان کو شریک کرلیا۔ اور کبھی وہ (غلہ سے لدا ہوا) پورا اونٹ نفع میں حاصل کرلیتے تھے اور اس کو گھر بھیج دیتے تھے۔

(۷)......ویُذکَر أنّ رجلا ساوَمَ شیئا فغَمَزہ آخرُ، فرأی عمر رضی اللہ عنہ انّ لہ شَرِکَۃً۔

ترجمہ:......اور مذکور ہے کہ: ایک شخص نے کسی چیز کی قیمت لگائی اور دوسرے نے اس کو آنکھ سے اشارہ کیا (کہ اسے خرید لے، تو اس نے اس کو خرید لیا) پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس اشارہ سے) یہ سمجھا کہ وہ اس کا شریک ہے۔

(بخاری، باب الشرک فی الطعام وغیرہ، کتاب الشرکۃ، رقم الحدیث:۲۵۰۱/۲۵۰۲)

(۸)......عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال: أعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبرَ الیہود أن یَعْملوھا و یزرَعوھا ولھم شطرُ ما یخرج منھا۔

(بخاری، باب مشارکۃ الذمی والمشرکین فی المزارعۃ، کتاب الشرکۃ، رقم الحدیث:۲۴۹۹)

ترجمہ:......حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے خیبر (کی زمین) یہودیوں کو دی کہ وہ اس میں کام کریں اور زراعت کریں اور اس زمین کی پیداوار میں سے آدھا ان کو ملے گا۔

(۹)......عن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : من أعتق شِرکاً له فی مَمْلوکٍ وجب علیه أن یُعْتِق کُلّه ان کان له مالٌ قدر ثمنه یُقام قِیمةَ عَدْلٍ ، ویُعطی شرکاؤه حِصّتَهم و یُخَلّی سبیلُ المُعْتَق۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کردیا، اس پر واجب ہے کہ وہ پورا غلام آزاد کرے، اگراس کے پاس اس کی قیمت کے برابر مال ہے تو عدل کے ساتھ اس کی قیمت لگائی جائے گی، اوراس کے شرکاء کوان کا حصہ ادا کیا جائے گا، اوراس آزادشدہ غلام کا پیچھا چھوڑ دیا جائے گا۔(بخاری، باب الشرکة فی الرّقیق ، کتاب الشرکة ، رقم الحدیث:۲۵۰۳)

(۱۰)......عن الحسن أنه لم یکن یری بأسا بشرکة الیهودی والنصرانی اذا کان المسلم هو الذی یلی الشراء والبیع۔

ترجمہ:......اگر مسلمان خرید وفروخت کرتا ہو تو یہودی یا عیسائی کو شریک بنانے میں حضرت حسن رحمہ اللہ کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(۱۱)......کان عطاء و طاوس ومجاهد یکرهون شرکة الیهودی والنصرانی الا اذا کان المسلم هو یلی الشراء والبیع۔

ترجمہ:......حضرت عطاء، حضرت طاووس اور حضرت مجاہد رحہم اللہ یہودی اور عیسائی سے مشارکت کو مکروہ سمجھتے تھے الا یہ کہ مسلمان خرید وفروخت کرے۔

(۱۲)......عن ایاس بن معاویة قال : لا بأس بشرکة الیهودی والنصرانی اذا کنت تعمل بالمال۔

ترجمہ:......حضرت ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اگر مال خود خرچ کرو تو یہودی

اور عیسائی سے مشارکت کر سکتے ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۹۰/۴۹۱ ج ۱۰، فی مشارکة الیهود والنصرانی ، کتاب البیوع والاقضیة رقم الحدیث:۲۰۳۴۹/۲۰۳۵۱/۲۰۳۵۳)

(۱۳)......عن ابراهیم فی القوم یشترکون فی العِدل ، قال : لا بأس أن یبیع بعضهم من بعض قبل أن یقتسموا۔

ترجمہ:......حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اگر کچھ لوگ اونٹ پر لدے ہوئے کسی سامان تجارت میں شریک ہوں تو اس کو تقسیم سے پہلے ان میں ایک آدمی فروخت کر سکتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ٦٦٨ ج ۱۰، فی القوم یشترکون فی العِدل ، کتاب البیوع والاقضیة ، رقم الحدیث:۲۱۱۷۹)

(۱۴)......عن الشعبی ومحمد وشریح قال : بیعُ الشریک جائز ما لم یُنه۔

ترجمہ:......حضرت شعبی ، حضرت محمد اور حضرت شریح رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ: شریک کا بیع کرنا جائز ہے جب تک کہ منع نہ کیا گیا ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۴٦ ج ۱۱، بیع الشریک جائز فی شرکته ، کتاب البیوع والاقضیة ، رقم الحدیث:۲۲۵۲۲)

(۱۵)......عن الحسن : انه لم یکن یری بأسا بالرّجلین یشترکان ، فیجیء هذا بدنانیر ، والآخر بدراهم ، وقال : الدنانیر عینٌ کُلُّه ، فاذا أراد ان یفترقا أخذ صاحب الدنانیر دنانیر ، وأخذ صاحب الدراهم دراهم ، ثم اقتسما الرِّبح ،

قال هشام : وکان محمد یحب أن یکون دارهم ودراهم ، ودنانیر ودنانیر۔

ترجمہ:......حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اگر دو آدمی شرکت کرنا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک آدمی دینار اور دوسرا آدمی درہم لے آئے، دینار سارے کا سارا عین ہے، پھر جب دونوں الگ ہونے کا ارادہ کریں تو دینار والا دینار لے لے اور درہم والا درہم لے لے، پھر جو نفع ہو اس کو تقسیم کرلیں۔

اور حضرت محمد رحمہ اللہ پسند فرماتے تھے کہ: دراہم' دراہم کے ساتھ ہو، اور دینار' دینار کے ساتھ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۵۱ ج۱۱، الرجلان یشترکان فیجیء هذا بدنانیر وهذا بدراهم ، کتاب البیوع والاقضیة ، رقم الحدیث:۲۲۵۳۷)

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۵؍ربیع الاول:۱۴۴۶ھ مطابق:۹؍ستمبر۲۰۲۴ء

پیر

شریک کی وفات سے مرحوم کی شرکت ختم ہو جائے گی

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

شریک کی وفات سے مرحوم کی شرکت ختم ہوجائے گی

سوال:......تین آدمیوں نے مل کر ایک شادی ہال خریدا، کچھ عرصہ بعد ایک شریک کی وفات ہوگئی، اب اس کی شرکت کا کیا حکم ہے؟ مرحوم کے ورثاء اس میں شرکت جاری رکھنا چاہیں اور دوسرے شرکاء اس پر رضامند نہ ہوں تو کیا مرحوم کے ورثاء کو اس ہال میں جبرا شریک رہنے کا حق ہے؟ اور کیا ایک شریک کی وفات سے دوسرے شرکاء کی شرکت بھی ختم ہوجائے گی اور سب کو نیا معاہدہ کرنا پڑے گا؟۔

الجواب: حامدا ومصليا ومسلما :......شرکاء میں سے کسی کی موت ہوجائے، یا کوئی شریک پاگل ہوجائے تو تجارت میں وہ شریک باقی نہیں رہے گا، شریک کی وفات سے فورا اس کی شرکت ختم ہوجائے گی۔

ظاہر ہے موت کے بعد مال کے وارث ورثاء ہوجائیں گے، اب اگر شرکاء مرحوم کے مال سے تجارت کریں تو غیر کے مال میں تصرف لازم آئے گا، اس لئے شریک کی موت سے اس کی شرکت ختم ہوجائے گی۔ چند حوالے درج ذیل ہیں:

(۱)......شرکاء میں سے اگر کوئی مرجائے تو معاہدہ خود بخود فسخ ہوجائے گا۔

(اسلامی فقہ ص ۱۴۱۰ ج ۲)

(۲)......اگر مشارکہ کی مدت کے دوران شرکاء میں سے کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو مرنے والے کے ساتھ مشارکہ کا معاہدہ ختم ہوجائے گا۔ (اسلام اور جدید معاشی مسائل ص ۳۸ ج ۵)

(۳)......اصل یہ ہے کہ مرحوم کی وفات پر ان کے ساتھ شرکت ختم ہوگئی، اب ان کے دوسرے شرکاء پر لازم ہوگیا کہ مرحوم کا حصہ ان کے ورثاء کو ادا کردیں۔

(فتاوی دار العلوم زکریا ص ۸۲۰ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند۔ فتاوی عثمانی ص ۷۰ ج ۳)

(۴)......''فتاوی عثمانی'' میں اور ایک فتوی ہے:

سوال:......زید اور بکر نے برابر کی شرکت سے ایک کاروبار کیا، کاروبار چالو ہوگیا، کچھ عرصہ بعد زید کا اچانک انتقال ہوگیا، مرحوم نے پسماندگان میں ایک بیوہ، تین نابالغ بچے (جس میں ایک لڑکی اور دو لڑکے ہیں) اور ایک بڑا بھائی چھوڑا ہے۔

اب یہ بتایا جائے کہ آیا زید مرحوم کی شرکت اس کاروبار میں باقی ہے یا ختم ہوگئی؟ اگر ختم ہوگئی ہے تو اب زید مرحوم کا حصہ کس شخص کے حوالے کیا جائے؟ بیوہ کہتی ہے کہ مجھے دے، لہذا شرعی حکم سے مطلع فرمایا جائے، نیز اگر بچوں اور بیوہ کی رضامندی سے مرحوم کا یہ حصہ شرعی حصوں کے مطابق تقسیم کر کے ہر ایک حصہ اس کے حوالے کر دیا جائے اور بچوں کا حصہ والدہ کے پاس رکھوا دیا جائے تو کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

جواب:...... مذکورہ صورت میں زید کے انتقال ہو جانے کی وجہ سے مرحوم کی شرکت بکر کے ہمراہ ختم ہوگئی، بکر پر واجب ہے کہ زید کا جس قدر حصہ کاروبار میں ہے، وہ جدا کر دے اور پھر جو شخص مرحوم کے ترکے کی تقسیم کا انتظام کر رہا ہو، اس کے حوالے کر دے، اور بہتر یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے حوالے کر دے تا کہ بعد میں کوئی فساد نہ ہو۔ اور ایسا بھی کر سکتا ہے کہ خود شرع کے مطابق تقسیم کرے۔ (فتاوی عثمانی ص۷۲ ج۳، کتاب الشرکة والمضاربة)

(۵)......واذا مات أحد الشريكين أو ارتد ولحق بدار الحرب بطلت الشركة، الخ

(الجوهرة النيرة ص۳۴۹ ج۱، قبيل : كتاب المضاربة، كتاب الشركة ـ ط: مکتبہ حقانیہ، ملتان۔
فتح القدير ص۱۸۱ ج۶، فصل في الشركة الفاسدة : كتاب الشركة، ط: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۶)......وتبطل الشركة أى شركة العقد بموت أحدهما علم الآخر أو لا۔

(الدر المختار ص۵۰۴ ج۶، كتاب الشركة، ط : مكتبة دار الباز، مكة المكرمة)

(۷)...... وتبطل الشركة بموت أحدهما۔

(تبیین الحقائق ص۳۲۳ ج۳ ، فصل فی الشركة الفاسدة ، كتاب الشركة)

(۸)......اذا مات أحد الشريكين أو جن جنونا مطبقا تنفسخ الشركة ، الخ۔

(شرح المجلة الاحكام للأتاسی ص۲۷۷ ج۴ ، رقم المادة :۱۳۵۲۔ط: مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ)

اب اگر مرنے والے کے ورثاء یا پاگل کا ولی شرکت کو جاری رکھنا چاہیں اور دوسرے شرکاء راضی ہوں تو وہ شریک رہ سکتے ہیں، اب دوسرے شرکاء کی رضامندی سے شرکت کے معاملہ کی تجدید کرنی ہوگی۔

''الدرالمختار'' میں ہے: '' لا يملك الشريك الشركة الا باذن شريكه''۔

(الدرالمختار ص۴۹۲ ج۶ ، كتاب الشركة ، ط : مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة)

''فتاوی دارالعلوم زکریا'' اور ''فتاوی عثمانی'' میں ہے:

اصل یہ ہے کہ مرحوم کی وفات پر ان کے ساتھ شرکت ختم ہوگئی، اب ان کے دوسرے شرکاء پر لازم ہوگیا کہ مرحوم کا حصہ ان کے ورثاء کو ادا کردیں، اور اگر انہیں شریکِ کاروبار رکھنا چاہیں تو تمام شرکاء کی رضامندی لازمی ہوگی۔

اب یہ رضامندی عام حالات میں صریح الفاظ کے ساتھ ہونی چاہئے۔ ''لان الساكت لا ينسب اليه قول''۔ (الاشباه والنظائر ص۳۸۲ ج۲، القاعدة الثانية عشر، ط:ادارۃ القرآن)

(فتاوی دارالعلوم زکریا ص۸۲۰ ج۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند۔ فتاوی عثمانی ص۷۰ ج۳)

اگر دوسرے شرکاء مرحوم کے وارث یا ورثاء کو شریک رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے ہیں، اور اگر دوسرے شرکاء مرحوم کے ورثاء کو شریک رکھنا نہ چاہیں تو ورثاء کا کوئی حق نہیں کہ جبراً اس میں شریک رہیں۔

عقلا بھی یہ درست نہیں کہ شریک کا کوئی وارث یا ورثاء شرکت میں جبراً باقی رہے، اس لئے شرکاء جب کوئی تجارت شروع کرتے ہیں تو عامۃً ان کا آپس میں تعلق ہوتا ہے، اور ہم مزاج ہوتے ہیں، جن سے مزاج اور طبیعت نہیں ملتی ان کو شریک کرنا کوئی پسند نہیں کرتا، اب شریک کی وفات کے بعد اس کے وارث کو جبراً شریک رکھنا عقلا بھی درست نہیں، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ ان کی طبیعت میں توافق نہ ہو، اور مزاج میں ہم آہنگی نہ ہو۔

ایک شریک کی وفات سے دوسرے شرکاء کی شرکت ختم نہیں ہوگی، وہ تو خود زندہ ہیں، ان کی شرکت کے ختم ہونے کا کیا سوال؟

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

شرکاء میں سے کسی کی موت ہوجائے یا وہ پاگل ہوجائے تو اب وہ شریک باقی نہیں رہے گا، لیکن دوسرے شرکاء کی شراکت باقی رہے گی۔

(قاموس الفقہ ص ۱۹۳ ج ۴، مادہ: شرکت)

اگر زندگی میں کوئی شریک اپنا حصہ ختم کرنا چاہے تو دوسرے شرکاء کی شرکت ختم نہیں ہوتی تو مرنے والے شریک کی وفات سے دوسرے زندہ شرکاء کی شرکت کیسے ختم ہوجائے گی؟۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اسی طرح کا ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر کوئی شریک اپنا حصہ ختم کرنا چاہے اور دوسرے شرکاء اسے باقی رکھنا چاہیں تو وہ اس شریک کا حصہ خرید سکتے ہیں جو اپنی شراکت ختم کرنا چاہتا ہے، اس لئے کہ ایک شریک کے ساتھ مشارکہ ختم کرنے کا عملاً یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ مشارکہ دوسرے شرکاء کے ساتھ بھی

ختم ہوجائے۔(اسلام اور جدید معاشی مسائل ص ۳۹ ج ۵)

(۶)......ولو كان الشركاء ثلاثة مات واحد منهم حتى انفسخت الشركة فى حقه لا تنفسخ فى حق الباقين۔

(عالمگیری ص ۳۳۵/۳۳۶ ج ۲ (ص ۳۴۶ ج ۲، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، الباب الخامس فى الشركة الفاسدة، كتاب الشركة)

''موسوعہ فقہیہ'' میں ہے:

(شرکت ختم ہونے کے اسباب میں سے) ایک شریک کی موت (ہے) اس لئے کہ موت وکالت کو ختم کردیتی ہے، اور ضمنی وکالت شرکت کی حقیقت کا جزو ہے، اس سے ابتدا یا بقاء کے مرحلہ میں علیحدہ نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ شرکت کے آغاز سے اس کے اختتام تک ہر شریک کے لئے دوسرے کی طرف سے تصرف کی ولایت کا ثابت اور برقرار رہنا لازمی ضرورت ہے، البتہ اموال میں موت کے سبب بطلان اس پر موقوف نہیں کہ شریک کو موت کا علم ہوجائے، اس لئے کہ یہ حکمی غیر مقصود معزولی ہے جسے مقدم اور مؤخر کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ موت ہوتے ہی مردے کے مال کی ملکیت شرعی طور پر اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہوجاتی ہے، لہذا شریعت کی نافذ کردہ چیز کو موقوف کرنا ممکن نہیں۔

موت کی وجہ سے شرکت محض میت کے حق میں باطل ہوجاتی ہے، لہذا اگر اس کا صرف ایک شریک ہو تو لازمی طور پر کچھ بھی شرکت باقی نہ رہے گی، لیکن اگر اس کے کئی شریک ہوں تو تاحیات باقی شرکاء کے مابین شرکت باقی رہے گی۔

(موسوعہ فقہیہ (مترجم) ص ۱۰۹ ج ۲۶، مادہ: شرکۃ العقد)

شریک کی وفات کے بعد شرکت جاری رکھی تو اس کیا حکم ہے؟ اس سوال کا حل درج

ذیل فتوی میں ہے:

سوال:...... زید جائداد ونقد چھوڑ کر فوت ہوا، نقد کم تھا، زید کے بعد زید کے شرکاء نے زید کے نقد کو تجارت میں لگا کر تجارت کو چلایا، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور نفع ونقصان زید کے روپے کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب:...... بعد انتقالِ زید سلسلہ تجارت ختم ہوگیا، اور شرکاء سے معاملہ تمام ہوگیا، پس اگر شرکاء نے زید کے روپے کو تجارت میں لگائے رکھا تو نقصان زید کے روپے پر نہ پڑے گا، نفع کا اختیار ہے لگاویں یا نہ لگاویں۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۹۷ ج ۱۳)

والله تعالى أعلم وعلمه أحكم وأتم

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۲ ربیع الثانی: ۱۴۴۶ھ مطابق: ۶ اکتوبر ۲۰۲۴ء

بروز اتوار

اجرت کے مسائل

اجارہ کے چند مسائل، اجارہ کی تعریف ،اجارہ کے صحیح ہونے کے چند مسائل ،اجارہ کی قسمیں، اجارہ کی نوعیت،عقد اجارہ کا فسخ،اجارہ کے چند بنیادی قواعد، بینک کے ذریعہ اجارہ ،مکان کرایہ پر لینے اور دینے کے مسائل، پگڑی اوراس کے چند مسائل، اکابر کے چند فتاوی، کار، ٹیکسی وغیرہ کرایہ پر لینے اور دینے کے مسائل، جائز اجرتیں، ناجائز اجرتیں، جانور کی پرورش کی جائز صورت ،زمین اجارہ پر دینے کے مسائل، اجارہ سے متعلق آیات کریمہ، چند احادیث وآ ثار وغیرہ اموراس مختصر رسالہ میں مع حوالہ جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

اجارہ کے چند مسائل

سوال:......اجارہ کسے کہتے ہیں، اور اجارہ کا طریقہ کیا ہے؟ اور اجارہ کے ضروری مسائل لکھدیں۔

نوٹ:...... اس قسم کے اور بھی مختلف سوالات کئے گئے، ان تمام سوالوں کو سامنے رکھ کر تفصیل سے چند باتیں لکھی گئی ہیں۔

اجارہ کی تعریف

الجواب: حامدا و مصلیا و مسلما :......اجارہ اس معاملہ کو کہا جاتا ہے جس میں ایک فریق کی طرف سے منفعت کی پیش کش ہو اور دوسرے کی طرف سے معاوضہ اور اجرت کی، مثلا ایک شخص کی طرف سے مکان ہو جس میں رہنے کی اجازت دی جائے اور دوسرے کی طرف سے اس کا کرایہ ادا ہو، تو یہ اجارہ کہلائے گا۔

اجارہ کے جائز ہونے پر تقریبا تمام فقہاء اسلام کا اتفاق ہے۔ اجارہ کے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے جاسکتے ہیں جو ایک طرف سے استفادہ اور دوسری طرف سے اس کا معاوضہ وصول کرنے کو بتلاتے ہوں۔

اجارہ کے صحیح ہونے کے چند مسائل

مسئلہ:......اجارہ صحیح ہونے کے لئے دونوں فریق کی رضامندی اور منفعت کا ممکن الحصول ہونا بھی ضروری ہے، اگر کسی ایسی چیز پر اجارہ کیا گیا جس کا حاصل کرنا دشوار ہو تو اجارہ صحیح نہیں ہوگا، مثلا یہ کہ میں جنگل سے ہرن پکڑ کر لاؤں گا اسے تمہیں کرایہ پر دیتا ہوں۔

مسئلہ:......اسی طرح ایسی منفعت پر اجارہ درست نہیں جو شرعا ناجائز اور حرام ہو، مثلا گانا

بجانا،قوالی وغیرہ۔

مسئلہ:......اجارہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ جس پر اجارہ کر رہا ہے وہ ایسی چیز ہو کہ عرف اور سماج میں اس کا معاوضہ وصول کیا جاتا ہو، اگر عام طور پر اس کا معاوضہ نہ لیا جاتا ہو تو اجارہ صحیح نہیں ہوگا، مثلاً یہ کہ تم میرے درخت پر کپڑا اسکھاؤ گے اور یہ معاوضہ ادا کروگے۔

مسئلہ:...... یہ بھی ضروری ہے کہ اگر اموال منقولہ کو جو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائے جاسکتے ہوں کرایہ پر دینا چاہے تو وہ اس کے قبضہ میں ہوں۔

مسئلہ:...... یہ بھی ضروری ہے کہ منفعت کی اجرت میں بھی منفعت ہی نہ دی جائے، مثلاً یہ کہ تم کو میں اپنا مکان کرایہ پر دیتا ہوں اور اس کا کرایہ یہ ہے کہ میں تمہارے مکان میں رہوں گا، ایسی صورت میں اجارہ درست نہیں ہوگا۔

اجارہ کی قسمیں: اجارہ فاسدہ......اجارۂ باطلہ......اجارۂ لازمہ

اجارۂ فاسدہ......اجارہ کی اس صورت کو کہتے ہیں جس میں دونوں فریق کی جانب سے ایسی چیز کو معاوضہ اور بدل بنایا جائے جس کو شریعت جائز قرار دیتی ہے، لیکن کسی دوسری بات کے پیش آجانے کی وجہ سے وہ معاملہ فاسد ہو جائے، مثلاً کرایہ پر دینے والا یہ شرط لگادے کہ سامان تو میں آج سے کرایہ پر دیتا ہوں، لیکن ابھی ایک ہفتہ تک میں اس سے استفادہ کروں گا۔

مسئلہ:......اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ اس میں ''اجرت مثل'' واجب ہوتی ہے، یعنی طے شدہ معاملہ سے ہٹ کر بازار میں اس کی جو اجرت ادا کی جاتی ہو، یہ بھی اس وقت ہے جب دوسرا فریق پہلے فریق کی اس چیز سے فائدہ اٹھا ہی لے، ورنہ تو واجب ہے کہ اس معاملے کو فوراً ہی ختم کر دیا جائے اور فریقین اپنی طرف سے ادا کئے ہوئے معاوضے واپس لے لیں۔

اجارۂ باطلہ......اجارہ کی اس صورت کو کہتے ہیں جس میں کسی ایسی چیز کی ''اجرت'' پر معاملہ طے پائے جو شرعا درست نہ ہو، یا اس پر اجرت لینا درست نہ ہو، مثلا نغمہ وسرور اور رقص وغیرہ پر معاوضہ طے کرنا، یا ''نر جانوروں'' کے ''مادہ جانوروں'' سے جفتی کرنے کی قیمت وصول کرنا۔

مسئلہ:......اجارہ باطلہ کا حکم یہ ہے کہ اس میں اجرت واجب نہیں ہوتی۔

اجارۂ لازمہ......اجارہ کی وہ صورت مراد ہے جس میں ''اجرت ادا کرنے والے'' شخص کو کسی عذر اور مجبوری کے بغیر تنہا اپنی طرف سے معاملہ کو کالعدم کرنے کا اختیار باقی نہ رہے، اور یہ اس وقت ہوگا جب وہ خود اس چیز کو دیکھ چکا ہو، غور وفکر کی کوئی مہلت نہ لی ہو اور نہ بعد میں اس میں کوئی ایسا عیب ظاہر ہوا ہو، جس سے اجارہ پر لینے والے کے لئے استفادہ مشکل ہو جائے۔

اجارہ کی نوعیت

مجموعی طور پر اجارہ دو قسم کا ہوتا ہے، کبھی تو اجرت اور معاوضہ کسی چیز سے استفادہ اور نفع اندوز ہونے کا ادا کیا جاتا ہے، مثلا مکان، دکان وغیرہ کا اجارہ، اور کبھی کسی آدمی کے عمل اور اس کی صنعت کا، مثلا درزی کو کپڑے سینے کی اور حجام کو بال کاٹنے کی اجرت۔

عقد اجارہ کا فسخ

اجارہ میں جس سے استفادہ پر معاملہ طے پایا اگر بعد میں اس میں کوئی ایسا عیب ظاہر ہوا کہ اس کے باوجود استفادہ دشوار ہو تو بالاتفاق اس شخص کو یہ حق ہوگا کہ وہ اس معاملہ کو ختم اور کالعدم کر دے۔

اور اگر ایسا عیب نہ ہو، لیکن جس مقصد کے لئے کسی چیز کو اجارہ پر لیا تھا اب وہ اس سے

مجبور اور قاصر ہوگیا ہے تو بھی اسے حق ہوگا کہ اجارہ کو ختم کردے، مثلاً کسی نے ایک مکان کرایہ پر لیا کہ اس میں دکان شروع کرے گا اور تجارت کرے گا، اب سوئے اتفاق سے اس کا سرمایہ ہی ضائع ہوگیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اب اسے حق ہوگا کہ اس معاملہ کو ختم کردے۔ (مستفاد: قاموس الفقہ ص۴۹۲ ج۱، مادہ: اجارہ)

اجارہ کے چند بنیادی قواعد

(۱)......اجارہ ایک ایسا عقد ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کا مالک متعین مدت کے لئے متعین معاوضہ کے بدلے میں اس چیز کے استعمال کا حق کسی اور شخص کی طرف منتقل کردیتا ہے۔

(۲)......اجارہ ایسی چیز کا ہوسکتا ہے جس کا کوئی ایسا استعمال ہو جس کی کوئی قدر و قیمت ہو، لہذا جس چیز کا کوئی استعمال نہ ہو وہ اجارہ پر نہیں دی جاسکتی۔

(۳)......اجارہ کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اجارہ پر دی گئی چیز کی ملکیت اجارہ پر دینے والے کے پاس ہی رہے، اور اجارہ پر لینے والے کو صرف استعمال کا حق ہو، لہذا ایسی چیز جسے خرچ کئے بغیر (یعنی ختم کئے بغیر یا اپنے پاس سے نکالے بغیر) استعمال نہیں کیا جاسکتا ہو، ان کو اجرت پر نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے: نقد رقم، کھانے پینے کی چیزیں، ایندھن وغیرہ کا اجرت پر دینا درست نہیں ہے، کیونکہ انہیں خرچ کئے بغیر ان کا استعمال ممکن نہیں ہے۔ اس طرح کی کوئی چیز اگر اجرت پر دی گئی تو اسے ایک قرض سمجھا جائے گا، اور قرض کے سارے احکام اس پر نافذ ہوں گے۔ اور اگر ان چیزوں پر کرایہ لیا گیا تو وہ قرض پر لیا جانے والا سود شمار ہوگا۔

(۴)......اجرت پر دی گئی جائداد بذات خود چونکہ اجرت پر دینے والے کی ملکیت میں ہے اس لئے ملکیت کی وجہ سے پیدا ہونے والی ذمہ داریوں کو بھی وہ خود ہی اٹھائے گا، لیکن اس

کے استعمال کے متعلق ذمہ داریوں کو اجرت پر لینے والا اٹھائے گا۔

جیسے: عمر نے اپنا گھر علی کو کرایہ پر دیا، تو اس جائداد کی طرف منسوب ٹیکس عمر کے ذمہ ہوں گے۔ البتہ پانی کا بل، بجلی کا بل، گیس کا بل، اور مکان کے استعمال کے حوالے سے دوسرے اخراجات علی کے ذمہ ہوں گے۔

(۵)......کرایہ کی مدت کا تعین صاف طور پر ہونا چاہئے۔

(۶)......اجارہ کے معاہدے میں اجرت کا جو مقصد متعین ہوا ہے اجرت پر لینے والا اس کو دوسرے کسی مقصد کے لئے استعمال نہیں کرسکتا۔ اگر معاہدہ میں کوئی مقصد طے نہیں ہوا تو اجرت پر لینے والا ان مقاصد کے لئے استعمال کرسکتا ہے جن کے لئے عام حالات میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر وہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہے تو (جس کے لئے وہ استعمال نہیں کیا جاتا تو) اسے مالک کی صریح اجازت کے بغیر استعمال نہیں کرسکتا۔

(۷)......اجرت پر لینے والے کی طرف سے اس چیز کا غلط استعمال ہو، یا غفلت وکوتاہی کی وجہ سے جو نقصان ہو وہ اس کا معاوضہ دینے کا ذمہ دار ہے۔

(۸)......اجرت پر دی گئی چیز مدت کے دوران اجرت پر دینے والے کے ضمان میں رہے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے ایسا نقصان ہو جائے جو اجرت پر لینے والے کے اختیار میں نہ ہو تو یہ نقصان اجرت پر دینے والا (یعنی مالک) براشت کرے گا۔

(۹)......جو جائداد دو یا زیادہ شخصوں میں مشترکہ ملکیت کی ہو وہ بھی اجرت پر دی جاسکتی ہے، اور کرایہ مالکان کے درمیان ان کے حصے کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔

مثلاً تین آدمیوں نے مل کر ایک جگہ چار لاکھ پاؤنڈ میں خریدی، اس طور پر کہ ایک آدمی کے دو لاکھ پاؤنڈ ہیں، اور دوسرے دو شریکوں کے ایک ایک لاکھ پاؤنڈ ہیں، اس جگہ کو

اجرت پر دینا جائز ہے، اور کرایہ میں سے حصہ ایک ایک لاکھ والوں کا بیس فیصد ہوگا اور دو لاکھ والے کا چالیس فیصد۔

(۱۰)......اجارہ کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اجرت پر دی جانے والی چیز فریقین کے لئے اچھی طرح متعین ہونی چاہئے۔ جیسے عمر نے علی سے کہا کہ: میں تمہیں اپنی دو دکانوں میں سے ایک دکان کرایہ پر دیتا ہوں، علی بھی اس سے اتفاق کر لیتا ہے، تو یہ اجارہ باطل ہوگا، الا یہ کہ دونوں دوکانوں میں سے ایک کی تعیین اور پہچان ہو جائے۔

کرایہ کا تعین

(۱۱)......اجارہ کی پوری مدت کے لئے کرایہ کا تعین عقد کے وقت ہی ہو جانا چاہئے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اجارہ کی مدت کے مختلف مراحل کے لئے کرایہ کی مختلف مقداریں طے کر لی جائیں، لیکن شرط یہ ہے کہ ہر مرحلے کے کرایہ کی مقدار کا پوری طرح تعین معاہدے کے وقت طے ہو جانا چاہئے، اگر بعد میں آنے والے مرحلے کا کرایہ طے نہیں کیا گیا، یا اسے اجرت دینے والی کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تو یہ اجارہ صحیح نہیں ہوگا۔

جیسے: عمر اپنا گھر پانچ سال کی مدت کے لئے علی کو کرایہ پر دیتا ہے، اس طرح کہ پہلے سال کا کرایہ پانچ سو پاؤنڈ ماہانہ ہوگا، اور یہ بھی طے ہو گیا کہ ہر اگلے سال کا کرایہ پہلے سال سے دس فیصد زیادہ ہوگا تو یہ اجارہ صحیح ہے۔

اگر عمر معاہدہ میں یہ شرط لگاتا ہے کہ ماہانہ پانچ سو پاؤنڈ کرایہ صرف ایک سال کے لئے مقرر کیا گیا ہے، بعد کے سالوں کا کرایہ مالک (کرایہ دینے والے) کی مرضی سے طے ہوگا، تو یہ اجارہ باطل ہے، اس لئے کہ کرایہ غیر متعین ہے۔

(۱۲)......کرایہ پر دینے والا یک طرفہ طور پر کرایہ میں اضافہ نہیں کر سکتا، اور اس طرح کی

شرط رکھنے سے معاہدہ بھی صحیح نہیں ہوگا۔

(۱۳)......کرایہ پر لینے والے کو اثاثہ سپرد کرنے سے پہلے کرایہ یا اس کا کچھ حصہ پیشگی بھی قابل ادا قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن کرایہ پر دینے والا اس طرح سے جو رقم حاصل کرے گا وہ علی الحساب ادائیگی کی بنیاد پر ہوگا اور کرایہ کے واجب الاداء ہونے کے بعد اسے اس میں ایڈجسٹ کر لیا جائے گا۔ (مستفاد: اسلام اور جدید معاشی مسائل ص ۱۲۷/۱۲۸/۱۲۹ ج ۵)

اثاثے کی انشورنس

مسئلہ:......اگر کرایہ پر دیئے گئے اثاثے کی اسلامی تکافل کے مطابق انشورنس کرائی جاتی ہے تو وہ کرایہ پر دینے والے (یعنی مالک) کے خرچ پر ہونی چاہئے، کرایہ پر لینے والے کے خرچ سے نہیں۔ (مستفاد: اسلام اور جدید معاشی مسائل ص ۱۳۸ ج ۵)

شرکت متناقصہ

موجودہ دور میں اسلامی معاشیات کے ماہرین نے شرکت کی ایک خاص قسم ’’شرکت متناقصہ‘‘ کی وضع کی ہے، جس کو ’’شرکت منتہیہ بالتملیک‘‘ بھی کہتے ہیں۔ عام طور پر مکانات، گاڑیاں اور مشنریز میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ کسی چیز کو چند یونٹوں پر تقسیم کر دیا جائے، ضرورت مند شخص ابتدا میں حسب معاہدہ ایک یا چند یونٹ کی قیمت ادا کر کے اس کا مالک ہو جائے اور بقیہ کا کرایہ ادا کرے، پھر جیسے جیسے وہ یونٹ خرید کرتا جائے گا، اس کا مالک ہوتا جائے گا، اور اس کو اس کا کرایہ بھی ادا کرنا نہیں پڑے گا، اور جو یونٹیں ابھی خریدی نہیں ہیں، ان کا وہ کرایہ ادا کرتا رہے گا، اس طرح بتدریج وہ کرایہ دار سے ترقی کر کے اس چیز کا مکمل مالک بن جائے گا۔

اجارہ منتہیہ علی التملیک اور شرکت متناقصہ میں فرق یہ ہے:

(الف)......اجارہ کی شکل میں کرایہ دار اخیر تک کرایہ دار رہتا ہے، اور جب تک مالک اس کو ہبہ نہ کردے یا اس کے ہاتھ فروخت نہ کردے، وہ اس کا مالک نہیں ہوتا، جب کہ ''شرکت متناقصہ'' میں وہ بتدریج مالک ہوتا چلا جاتا ہے۔

(ب)......''اجارہ منتھیہ علی التملیک'' میں اخیر تک ایک ہی کرایہ برقرار رہتا ہے، کرایہ دار اپنے اختیار سے کرایہ میں کمی نہیں کرسکتا، سوائے اس کے کہ مالک راضی ہوجائے، جب کہ ''شرکت متناقصہ'' میں کرایہ دار جیسے جیسے یونٹیں خریدتا جاتا ہے، اسی تناسب سے اس کا کرایہ کم ہوتا جاتا ہے۔

(ج)......قاعدہ یہ ہے کہ: کرایہ پر لگائی گئی چیز کی درستگی اور مرمت کے اخراجات مالک پر ہوتے ہیں، اس لئے ''اجارہ منتھیہ علی التملیک'' کی صورت میں مرمت کرایہ دار کی ذمہ داری نہیں ہوگی، مالک کی ہوگی، جب کہ ''شرکت متناقصہ'' میں دونوں فریق اپنی اپنی ملکیت کے تناسب سے ان اخراجات کے ذمہ دار ہوں گے۔

بینک کے ذریعہ اجارہ (lease)

اسلامی بینک اپنے سرمایہ کو نفع آور بنانے کے لئے اجارہ یعنی کرایہ پر لگانے کا طریقہ استعمال کرسکتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں: اجارہ تشغلیہ، اجارہ منتھیہ بالتملیک۔

(۱)......اجارہ تشغلیہ (operating lease) سے مراد منقولہ جیسے گاڑی، یا غیر منقولہ جیسے زمین و مکانات پر اپنی ملکیت باقی رکھتے ہوئے ایک مدت تک کرایہ پر لگانا اور کرایہ سے فائدہ اٹھانا ہے، پھر متعدد بار کرایہ سے استفادہ کرنے کے بعد اگر بینک مصلحت سمجھتا ہے تو اسی کو یا کسی اور کو بیچ دیتا ہے۔

(۲)...... اجارہ منتھیہ بالتملیک (financial lease) جس کو'' اجارہ تمویلیہ'' یا

''فائنانشیل لیز'' بھی کہتے ہیں-- میں کوئی چیز کرایہ پر لگائی جاتی ہے، اور مدت کرایہ ختم ہونے کے بعد کرایہ دار کو ہبہ کرکے یا معمولی قیمت میں اس کے ہاتھ بیچ کر اس کو مالک بنا دیا جاتا ہے، گویا ابتداء وہ کرایہ دار ہوتا ہے اور انتہاء مالک ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کی تین صورتیں ہوجاتی ہیں:

(۱)......کرایہ داری کا معاملہ طے ہونے سے پہلے یا طے ہونے کے بعد بینک یہ وعدہ کرے کہ اس مدت کے پورا ہونے کے بعد وہ اس چیز کو اسی کے ہاتھ بیچ دے گا، البتہ ابھی سے بیع نہیں کی جائے گی، کیونکہ ''بیع'' کو مستقبل کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا، بلکہ بیع فی الحال انجام دیا جانے والا عقد ہے۔

(۲)......معاملہ طے ہونے سے پہلے یا اس کے بعد الگ فارم پر بینک وعدہ کرے کہ وہ مدت کرایہ ختم ہونے کے بعد یہ چیز اس کو ہبہ کردے گا۔

(۳)......یا بینک وعدہ کرے کہ اگر وہ قسطیں وقت پر ادا کرتا رہا تب مالک اسے مدت کرایہ ختم ہونے پر چیز ہبہ کردے گا۔

مختلف مراحل

غرض کہ اس شکل میں مجموعی طور پر تین مراحل ہوگئے:

(الف)......کرایہ پر لینے والا شخص بینک سے درخواست کرے کہ وہ اس کی مطلوبہ چیز خرید کرلے اور وعدہ کرے کہ جب بینک یہ چیز خرید کرلے گا تو اسے اتنے عرصہ تک کے لئے بینک سے کرایہ پر حاصل کرلے گا۔

(ب)...... بینک اس سامان کو اس شخص کی خواہش کے مطابق خرید کرلے۔

(ج)......خریدنے کے بعد درخواست دہندہ کو کرایہ کا معاملہ طے کرکے حوالہ کردے۔

(د)......علیحدہ فارم پر بینک اپنی طرف سے یک طرفہ وعدہ کرے کہ مدت کرایہ ختم ہونے کے بعد وہ اس چیز کو اسی کے ہاتھ بیچے گا، یا اس کو ہبہ کر دے گا۔

(ہ)...... مدت کرایہ ختم ہونے کے بعد بینک اپنے وعدہ کے مطابق کرایہ دار کو ہبہ کر کے یا علامتی قیمت لے کر اس چیز کا مالک بنادے۔

ضروری احکام

(۱)...... یہ ضروری ہے کہ بینک پہلے کرایہ پر لگائے جانے والے سامان کا خود مالک بن جائے، پھر اسے کرایہ پر لگائے، کیونکہ جو چیز ابھی ملکیت میں آئی نہ ہو، اس کو کرایہ پر لگانا درست نہیں۔

(۲)...... یہ بات بھی جائز ہے کہ ایک چیز بیک وقت دو شخصوں کو الگ الگ اوقات کے لئے کرایہ پر دی جائے، جیسے: دن میں گاڑی ایک کرایہ دار ڈرائیور کے پاس رہے گی اور رات میں دوسرے کے پاس۔

(۳)......کرایہ پر لگائی ہوئی چیز اگر ہلاک ہوجائے تو اجارہ ختم ہوجائے گا اور کرایہ دار پر کرایہ واجب نہیں ہوگا۔

(۴)...... یہ بات بھی جائز نہیں ہے کہ مقصد اجارہ کو حاصل کرنے کے لئے جس مرمت کی ضرورت ہوتی ہے یا اس پر جو اخراجات ہوتے ہیں، مالک اس سے برئ الذمہ ہوجائے اور کرایہ دار کو اس کا ذمہ دار قرار دیدے۔

(۵)......کرایہ دار اگر وقت پر قسطیں ادا نہ کر سکے تو اس سے تاخیر کا جرمانہ لینا جائز نہیں، البتہ یہ بات جائز ہے کہ کرایہ دار سے ابتداءِ معاملہ ہی میں تاخیر کی صورت میں بینک کے شریعہ بورڈ کی وساطت سے صدقہ کرنے کا التزام کرالیا جائے، اور بینک اس سے وہ رقم

وصول کرلے۔

(۶)......جس وقت کرایہ کا معاملہ طے ہو، اسی وقت مستقبل میں کرایہ دار سے اس چیز کے فروخت کرنے کا معاملہ طے نہ کیا جائے، کیونکہ شرعا ایک عقد میں دو معاملوں کو شریک کرنا درست نہیں۔

(۷)......کرایہ دار جب بینک سے کوئی چیز خریدنے کی خواہش کرے اور پھر اسے کرایہ پر حاصل کرنے کا وعدہ کرے تو بینک اس سے بیعانہ کے طور پر کسی رقم کا مطالبہ کرسکتا ہے، پھر اگر خریدار اپنے عہد سے پھر جائے تو بینک کے لئے بیعانہ کی رقم لے لینا جائز ہوگا- جیسا کہ فقہاء حنابلہ کا نقطۂ نظر ہے- لیکن بہتر ہے کہ وہ پہنچنے والے حقیقی نقصان کے بقدر رقم ہی بیعانہ میں سے وصول کرے اور باقی کرایہ دار کو واپس کردے۔

(۸)......اگر بینک کی طرف سے ممانعت نہ ہو تو جمہور فقہاء کے نزدیک کرایہ دار کرایہ پر لی ہوئی چیز کو اس سے زیادہ یا کم کرایہ پر دوسرے شخص کو دے سکتا ہے، حنفیہ کے نزدیک بھی اگر اس میں کرایہ دار اپنی طرف سے کوئی اضافہ کردے تو دوسرے شخص کو زیادہ کرایہ پر دے سکتا ہے۔

(۹)...... یہ ہوسکتا ہے کہ کرایہ دار اس چیز کو خرید کرنے میں بینک کے ساتھ اپنا سرمایہ بھی لگائے، ایسی صورت میں وہ اپنی رقم کے بقدر حصہ کا خود مالک ہوگا اور صرف بینک کے مملوکہ حصہ کا کرایہ ادا کرے گا۔

(۱۰)......اگر کرایہ دار کے نامناسب استعمال کی وجہ سے کرایہ پر لگائی گئی چیز سے مطلوبہ نفع حاصل نہ کیا جاسکتا ہو تو کرایہ دار کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کی مرمت کرکے قابل استعمال بنائے اور اس مدت کا کرایہ بھی اس پر واجب ہوگا۔

(۱۱)...... بینک کرایہ دار پر شرط لگا سکتا ہے کہ وہ مناسب طور پر اس چیز کا استعمال کرے، یا فلاں طریقہ پر استعمال نہ کرے جس سے نقصان پہنچ سکتا ہے، البتہ اس چیز سے جو منفعت مطلوب ہو، اس میں رکاوٹ پیدا کرنے والی خرابی یا عیب سے وہ بریٔ الذمہ ہونے کی شرط لگادے، تو یہ جائز نہیں۔

(۱۲)...... یہ بات درست ہے کہ مختلف مدتوں کے لئے الگ الگ اجرت مقرر کی جائے، یا مثلا کہا جائے کہ: ہر نئے سال میں اتنی فیصد اجرت بڑھ جائے گی۔

(۱۳)...... بینک یہ شرط لگا سکتا ہے کہ اگر کرایہ دار نے اجرت کی قسطیں وقت پر ادا نہ کیں تو پھر پوری اجرت یکمشت بلا مہلت ادا کرنی ہوگی۔ بینک کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ بر وقت کرایہ ادا نہ کرنے کی صورت میں شرط لگادے کہ وہ اس معاملہ کو یک طرفہ طور پر ختم کرنے کا حقدار ہوگا۔

(۱۴)...... کرایہ پر لی ہوئی چیز کرایہ دار کے پاس امانت ہے، لہذا اگر اس کی زیادتی کے بغیر اس کو جزوی یا کلی نقصان پہنچا تو وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہوگا، اور اگر اس کی کوتاہی یا زیادتی کی وجہ سے وہ چیز ضائع ہوگئی تو وہ:

(الف)...... اس کا مثل ادا کرے گا، اگر وہ چیز مثلی ہو۔

(ب)...... اگر وہ چیز مثلی نہ ہو، بلکہ قیمی ہو تو ہلاک ہونے کے وقت اس کی جو قیمت تھی، وہ ادا کرے گا۔

(۱۵)...... اجارہ منتہیہ بالتملیک میں ضروری ہے کہ مالک کی طرف سے بیع یا ہبہ کا وعدہ الگ فارم پر ہو، کرایہ دار کی دستاویز پر نہ ہو، تاکہ اس کا شمار دو مرکب معاملات میں نہ ہو۔

(جدید فقہی مسائل ص ۳۸۰ / تا: ۳۸۵ ج ۵)

مکان کرایہ پر لینے اور دینے کے مسائل

مسئلہ:...... کرایہ کا معاملہ آمنے سامنے بھی ہوسکتا ہے، اور خط و کتابت سے بھی۔

مسئلہ:...... اگر کوئی گونگا ہو تو اشارہ سے بھی اجارہ کا معاملہ طے ہوسکتا ہے۔

مسئلہ:...... کرایہ پر دینے والے اور لینے والے دونوں کا عاقل ہونا ضروری ہے (بالغ ہونا ضروری نہیں ہے)۔

مسئلہ:...... بیع و شراء کی طرح اس معاملہ میں بھی ماضی کے صیغہ سے طے ہونا چاہئے، مستقبل کے صیغہ سے جائز نہیں۔

مسئلہ:...... اگر کوئی چیز کرایہ پر لی جائے تو دو باتیں طے ہونی چاہئے: ایک یہ کہ اس کا کرایہ کتنا ہوگا، دوسرے یہ کہ وہ کتنی مدت کے لئے یا کس کام کے لئے کرایہ پر لے رہا ہے، مثلا اگر کوئی مکان کرایہ پر لیا تو اس کی صراحت ہونی چاہئے کہ ایک سال کے لئے یا دو سال کے لئے کرایہ پر لے رہا ہوں، تا کہ بعد میں دونوں میں اختلاف نہ ہو۔

مسئلہ:...... اگر کسی نے مکان کرایہ پر لیا اور مدت طے نہیں کی، یا یہ کہا کہ: میں اس مکان کی مرمت کرا دیا کروں گا، یا رنگ و روغن کرا دیا کروں گا، تو یہ معاملہ عاریت کا ہوا، کرایہ کا نہیں، اس لئے اس طرح کے معاملہ میں عاریت کے جو شرائط ہیں ان کے مطابق معاملہ کرنا چاہئے۔

مسئلہ:...... مکان کرایہ پر لیا اور کوئی مدت طے نہیں کی، اور یہ بات کی کہ مہینہ کے پانچ سو پاؤنڈ دوں گا، تو یہ معاملہ صرف ایک مہینہ کے لئے سمجھا جائے گا، دوسرے مہینے دونوں کو نئے سرے سے معاملہ طے کرنا ہوگا۔ اس صورت میں مالک مکان چاہے تو ایک مہینہ کے بعد کرایہ دار سے مکان خالی کرا سکتا ہے۔ البتہ اگر مالک مکان نے دوسرے مہینے کی پہلی

تاریخ کو کوئی اعتراض نہ کیا تو پھر دوسرے مہینہ میں اسی کرایہ پر معاہدہ طے سمجھا جائے گا۔

اس صورت میں ہر مہینہ مالک مکان کو کرایہ بڑھانے کا اختیار بھی ہوگا، اور جب چاہے مکان خالی کرانے کا بھی حق ہوگا۔ ہاں اگر کرایہ دار نے مدت طے کر لی، مثلاً یہ کہا کہ: پانچ سال تک میں کرایہ پر یہ مکان دے رہا ہوں، اور ہر مہینہ پانچ سو پاؤنڈ کرایہ دوں گا، اس پر معاملہ طے ہو گیا تو اب مالک مکان پانچ سال تک کرایہ دار سے نہ مکان خالی کرا سکتا ہے اور نہ کرایہ بڑھا سکتا ہے۔

مسئلہ:......مکان (یا دکان) کرایہ پر لی، مگر اسے استعمال نہ کیا تو جب سے کرایہ دار کے قبضہ میں ہے (یعنی جب سے کرایہ دار کو مکان یا دکان کی چابی ملی ہے) اس دن سے کرایہ ادا کرنا ہوگا۔

مسئلہ:......مکان (یا کسی اور چیز کو) کرایہ پر لیا اور دونوں کے درمیان معاملہ طے ہو گیا، اور یہ معاملہ صحیح طریقہ پر طے ہوا ہے تو کسی کو بغیر عذر یا مجبوری کے اس معاہدہ کو توڑنا جائز نہیں، مثلاً: مالک کو کسی دوسرے کرایہ دار سے کرایہ زیادہ مل رہا ہو، یا کرایہ دار کو دوسرا مکان سستا مل سکتا ہو تو بلا آپس کی رضامندی کے معاملہ ختم کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:......کرایہ دار اور مالک مکان نے معاہدہ کیا، اور کچھ رقم ڈپازٹ کی مد میں لے لی، مگر کسی وجہ سے آپس کی رضامندی سے معاملہ ختم ہو گیا تو مالک مکان کو ڈپوزٹ کی رقم رکھنا جائز نہیں، اسے کرایہ دار کو واپس کرنا ہوگا۔

مسئلہ:......کرایہ دار کو مالک کے کہنے پر عرف کے مطابق مہلت پر مکان خالی کر دینا چاہئے۔

مسئلہ:......کرایہ دار کو فوراً دوسرا مکان نہ مل رہا ہو، اور اس کے اہل خانہ و بچوں کو دشواری اور

پریشانی ہوتو مالک مکان کو چاہئے کہ اسلامی (یا انسانی) اخوت کا لحاظ رکھ کر کے ایک مدت تک مہلت دے۔

مسئلہ:......مالک مکان کی مجبوری میں کرایہ دار کو فورا مکان خالی کر دینا چاہئے، جیسے کسی مالک مکان کے دو مکان ہیں، ایک میں رہتا تھا اور دوسرا کرایہ پر دیا تھا، اچانک مالک کے مکان میں آگ لگ گئی، اب کرایہ دار کو فورا مکان خالی کر دینا چاہئے۔

مسئلہ:......اگر کسی کرایہ دار نے مکان کرایہ پر لیا اور اس بات کی صراحت نہیں کی کہ مکان میں کون رہے گا، تو کرایہ دار دوسرے شخص کو بھی اس مکان میں رکھ سکتا ہے، اگر مالک مکان یہ شرط کر دے کہ آپ ہی رہ سکتے ہیں تو اب دوسرے کسی کو اس مکان میں رکھنا جائز نہیں۔

مسئلہ:......مکان (یا دکان) کا کرایہ پر معاملہ طے ہو گیا، اور اس بات کی صراحت نہیں ہوئی کہ کب سے یہ معاملہ شروع ہوگا، تو معاملہ طے ہوتے ہی فورا مکان (یا دکان) کرایہ دار کو حوالہ کر دینا چاہئے۔

مسئلہ:......مکان (یا دکان) میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جائے گا جو مکان (یا دکان) کو خراب کرنے یا اس کو کمزور کرنے کا سبب ہو، اگر ایسا کوئی کام کرنا ہو تو مالک مکان و دکان سے اجازت لینا ضروری ہے، جیسے مکان میں آٹا پیسنے کی چکی لگالی، یا دکان میں بھٹی لگا دی، ان کاموں سے مکان یا دکان کے خراب ہونے یا کمزور ہونے کا اندیشہ ہے۔

مسئلہ:......مکان کی درستگی اور مرمت، راستہ کی آسانی اور جو باتیں کرایہ دار کے لئے تکلیف دہ ہوں، ان سب کا دور کرنا مالک مکان پر ضروری ہیں، اور ان چیزوں پر جو خرچ ہوگا وہ مالک مکان ادا کرے گا۔

مسئلہ:......کرایہ دار نے معاملہ طے کرنے سے پہلے مکان کو دیکھا، اور مکان خستہ حالت

میں تھا، پھر بھی بلا کسی شرط کے لے لیا، اور مکان کی مرمت کی کوئی شرط نہیں لگائی، تو اب مالک مکان کو مرمت پر مجبور نہیں کرسکتا۔

مسئلہ:......کرایہ پر لیتے وقت مکان اچھی حالت میں تھا، مگر بعد میں کوئی خرابی آ گئی، یا معاملہ طے کرتے وقت مالک مکان نے مرمت کی شرط کی ہو تو مالک مکان کو اس کی مرمت کرانی چاہئے، اگر نہ کرائے تو کرایہ دار قانونی چارہ جوئی کا حق دار ہوگا۔

مسئلہ:......کرایہ دار نے اپنی سہولت کے لئے مکان میں کوئی چیز بنوائی، تو اگر مالک کی اجازت کے بغیر بنوائی تو سارا خرچ کرایہ دار کے ذمہ ہوگا، مالک مکان سے وصول نہیں کرسکتا۔ اگر مالک مکان سے اس شرط پر اجازت لی کہ مکان میں جو بھی کام کراؤں گا اس کا خرچ بھی میں ہی کروں گا، تو بھی بعد میں مالک مکان سے خرچ وصول نہیں کرسکتا، اگر مالک کی اجازت سے خرچ کیا تو کرایہ دار مالک مکان سے خرچ وصول کرسکتا ہے۔

مسئلہ:......اگر کرایہ دار مکان کی زمین میں کوئی درخت لگا دے یا کوئی اور چیز اپنے خرچ سے بنا لے تو مکان چھوڑتے وقت مالک مکان کو یہ اختیار ہے کہ درخت کو کٹوا دے اور بنی ہوئی چیز کو ڈھا دے، یا پھر قیمت دے کر خرید لے، مگر کرایہ دار مالک کو اس کی قیمت دینے پر مجبور نہیں کرسکتا۔

مسئلہ:......مکان کے روزمرہ کی صفائی کی ذمہ داری کرایہ دار پر ہوگی۔

مسئلہ:......کرایہ دار نے مکان کو خراب کردیا، یا بہت زیادہ گندہ کردیا تو مالک مکان کو اس کو علیحدہ کرنے کا اختیار ہے (چاہے شرط کے مطابق ابھی معاہدہ کا وقت باقی ہو) اگر کرایہ دار خالی نہ کرے تو مالک مکان قانونی چارہ جوئی کرسکتا ہے۔

مسئلہ:......جس طرح بیع وشراء میں خیار شرط، خیار رویت اور خیار عیب کی آسانی دی گئی ہے

اسی طرح اجارہ میں بھی یہ جائز ہے، مثلاً ایک آدمی مکان یا دکان کرایہ پر لینا چاہتا ہے اور مالک مکان سے کرایہ وغیرہ کی بات چیت طے ہوگئی، مگر مالک مکان یا کرایہ دار نے کہا کہ کل آخری بات ہوگی، تو جس نے بھی یہ کہا ہے اسے دوسرے دن تک اس کے جواب کا انتظار کرنا چاہئے۔ اسی طرح کرایہ دار نے ایک مکان کا معاملہ کرلیا، مگراس نے دیکھا نہیں تھا، اب دیکھنے کے بعد اسے وہ مکان پسند نہیں آیا، یا کرایہ زیادہ محسوس ہوا تو اسے معاملہ کو فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔ اسی طرح مکان دیکھنے کے بعد کوئی ایسا عیب نظر آیا جس میں رہنے یا تجارت میں شدید پریشانی نظر آتی ہے تو اسے معاملہ کو فسخ کرنے کا اختیار ہے، اب جتنے دن وہ مکان کرایہ دار کے قبضہ میں رہا اتنے دن کا کرایہ دینا ہوگا۔

پگڑی اوراس کے چند مسائل

مسئلہ:......مکان یا دکان کرایہ پر دیتے یا لیتے وقت پگڑی کا لینا اور دینا اگر رشوت کے طور پر ہو تو ناجائز ہے۔ البتہ چند صورتیں جواز کی ہوسکتی ہیں:

(۱)......پیشگی رقم اس طرح لی کہ کرایہ میں حساب کرلیا جائے گا، مثلاً: مکان کا کرایہ پانچ سو پاؤنڈ ماہانہ ہے، اور مالک مکان نے ایک ہزار پاؤنڈ پہلے لے لئے، اور کہا کہ: پہلے مہینہ تو کرایہ پانچ سو پاؤنڈ لوں گا، اور دوسرے اور تیسرے مہینہ کا کرایہ نہیں لوں گا، یہ جائز ہے۔

(۲)......دوسری صورت یہ ہے کہ ہر مہینہ کا زائد کرایہ متعین کرلیا جائے، اور ہر مہینہ کے کرایہ میں سے ایک متعین رقم ایک ساتھ لے لی جائے، مثلاً چھ مہینہ کا معاملہ طے کیا، اور ہر مہینہ کے: ۴۰۰/ پاؤنڈ متعین ہوئے، اس طرح: ۶/ مہینہ کے: دوہزار چارسو (۲۴/سو) پاؤنڈ ہوئے، ان میں سے: ۱۲/سو پاؤنڈ پہلے لے لئے جائیں، اور بقیہ ۱۲/سو پاؤنڈ ہر مہینہ دو دو سو پاؤنڈ کے حساب سے ادا کئے جائیں، یہ صورت جائز ہے۔ اس صورت میں اجرت

کے شرائط اور حدود کی رعایت ضروری ہے، یعنی مدت کی تعیین ضروری ہوگی، اس طرح مالک کو مدت کے پورا ہونے سے پہلے مکان خالی کرانے کا حق نہ ہوگا، اسی طرح مدت پوری ہونے کے بعد از سر نو معاملہ کرنا ہوگا، وغیرہ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر مدت متعینہ گذرنے کے بعد کرایہ دار مکان خالی کرے تو مالک مکان سے کچھ واپس لینے کا حق دار نہیں ہے، اور اگر مدت گذرنے سے پہلے مکان خالی کرتا ہے تو آپس میں رضامندی سے باقی مدت کے حساب سے پہلے دی ہوئی رقم مالک مکان سے واپس لے سکتا ہے۔ مثلاً مسئلہ مذکورہ میں :۶ر مہینہ کے بعد مکان خالی کرے تو کرایہ دار کے لئے مالک مکان سے کوئی رقم لینا جائز نہیں، اور اگر :۶ر مہینہ سے پہلے مکان خالی کرے مثلاً :۴ر مہینہ کے بعد مکان خالی کر دیا تو دو مہینہ کے حساب سے :۸ر سو پاؤنڈ واپس لینا جائز ہے۔

اگر کرایہ دار مالک مکان کے علاوہ کسی اور شخص کو مکان کرایہ پر دے رہا ہے اور اس نے مکان میں اپنی طرف سے کچھ تعمیری کام کیا ہے، تو بھی وہ اپنے کرایہ دار سے پیشگی اجرت لے سکتا ہے، اور مالک مکان سے کرایہ لینے کی کوئی صورت کرایہ دار کی جانب سے درست نہ ہوگی۔

مسئلہ:...... پگڑی کو پیشگی کرایہ کے طور پر لیا جائے تو اس میں شرعاً کوئی اشکال نہیں، اور اگر بطور ضمانت یہ رقم لی جائے تو خالی کرتے وقت وہ رقم کرایہ دار کو واپس کرنا ہوگی، لیکن کرایہ دار اس رقم سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

مسئلہ:...... کرایہ دار سے ضمانت کے طور پر لی جانے والی رقم دین ضعیف کے درجہ میں ہے، اس میں مالک مکان کے لئے اس میں تصرف کی گنجائش ہے۔

مسئلہ:......ضمانت کے طور پر کرایہ دار سے جو رقم لی گئی اس میں مالک مکان اور کرایہ دار کسی پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ:......کرایہ دار کا مکان یا دکان خالی نہ کرنا اور دوسرے کرایہ دار کو بڑی رقم لے کر دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:...... مالک مکان کی طرف سے ہر پانچ سال بعد کرایہ میں اضافہ کی شرط لگانا شرعا درست ہے۔(مستفاد: کتاب النوازل ص۲۹۶ تا۳۴۷ ج ۱۲)

مسئلہ:......کرایہ دار کا مکان یا دکان خالی کرنے کے لئے مالک مکان یا مالک دکان سے رقم لینا رشوت اور حرام ہے۔(مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص۵۲۹ ج ۲۰)

اکابر کے چند فتاوی

غیر آباد جگہ پر مکان بنا کر کرایہ لینا

مسئلہ:......جنگل کی غیر آباد جگہ حکومت کی اجازت سے لے کر مکان بنائے تو اس کا کرایہ لینا جائز ہے۔(مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل (جدید) ص۱۶۴ ج۷)

پڑوسی کو تکلیف دینے والے کو مکان کرایہ پر دینا

مسئلہ:...... پڑوسی کو تکلیف دینے والے کو مکان کرایہ پر دینا گناہ ہے۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص۲۳۵ ج۶)

ماہانہ کرایہ کے ساتھ منافع میں سے متعین فیصد بطور کرایہ دینے کا حکم

سوال:......ہم بہت ساری ریٹیل دکانیں چلاتے ہیں، اور اس کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ ہم زمین داروں سے تین سال کے لئے متعین کرائے پر زمین لیتے ہیں، جس میں معاہدے کے تحت سالانہ سات فیصد کرائے کا اضافہ ہوتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ زمین دار ہم سے اپنے کاروباری منافع میں سے ایک متعینہ فیصد کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اگر دو فیصد کاروباری منافع، متعینہ ماہانہ کرایہ سے زیادہ ہو جائے تو زیادتی ادا کرنی پڑتی ہے، اور اگر کم ہو جائے تو صرف کرایہ دینا ہوگا۔ کیا شریعت کی نگاہ میں ایسا معاملہ کرنا ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:......بصورت مسئولہ بوقت عقد یہ طے ہو جائے کہ سالانہ سات فیصد کرایہ بڑھایا جائے گا تو یہ درست ہے، نیز کرایہ کے علاوہ متعینہ فیصد کا مطالبہ بھی باہمی رضامندی سے طے ہو جائے تو یہ بھی جائز اور درست ہے، پھر زمیندار جو بھی رقم وصول کریں گے وہ سب

کرایہ ہی کا ایک حصہ ہوگا۔

اصل مذہب اس بارے میں عدم جواز کا ہے، لیکن ضرورت زمانہ اور لوگوں میں اس کا عام رواج ہونے کی وجہ سے نیز آپس میں رضامندی کے سبب مفضی الی النزاع نہ ہونے کی وجہ سے ایسا معاملہ شرعاً جائز اور درست ہے۔..... ''قاموس الفقہ'' میں مذکور ہے:

آج کل مختلف تجارتوں میں کمیشن کا طریقہ مروج ہوگیا ہے، یعنی کمپنی اپنا مال فروخت کرنے والوں کو بجائے تنخواہ متعین کرنے کے فیصد متعین کردیتی ہے..... بہت سے دینی اور عصری اداروں میں جو لوگوں کے تعاون پر چلا کرتے ہیں، اب یہ طریقہ متعین مروج ہوتا جا رہا ہے کہ انہیں متعینہ تنخواہ دینے کے بجائے کچھ فیصد اجرت دے دی جائے، اور اس میں مدرسہ والے اپنے لئے عافیت سمجھتے ہیں... اس لئے یہ مسائل موجودہ دور میں علماء کے لئے گہرے فکر اور توجہ کے طالب ہیں... احناف میں مشائخ بلخ نے عرف کی رعایت کرتے ہوئے اس کی اجازت دی ہے۔ (قاموس الفقہ ص ۴۹۹ ج ا: مادہ: اجارہ)

آج کل اسی قسم کا ایک اور معاملہ ہوتا ہے جس کو (پارٹسپیشن فنڈ) آجر کے منافع میں حصہ داری سے تعبیر کرتے ہیں، اس میں بھی یہی ہوتا ہے کہ مستاجر اپنی تنخواہ کے علاوہ آجر سے فیصد کے اعتبار سے کچھ نفع بھی لیتا ہے، اور اس قسم کے عقد کو دور حاضر کے بعض علماء جائز کہتے ہیں۔ (فتاوی دار العلوم زکریا ص ۷۰۹ ج ۸، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

کرایہ دار لمبا عرصہ رہنے پر مالک نہیں بن سکتا

مسئلہ:...... کرایہ دار لمبا عرصہ رہنے پر حکومت کے قانون کی بنا پر مالک نہیں بن سکتا، اگرچہ اس نے مکان کی قیمت سے زیادہ کرایہ کیوں نہ ادا ہو۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۳۴۳ ج ۱۵)

سو سال پر کرایہ پر لینے کا حکم

مسئلہ:......مکان، دکان یا زمین سو سال پر کرایہ پر لینے کے بارے میں بعض علماء ناجائز کا فتوی دیتے ہیں، مگر دوسرے حضرات کے نزدیک جائز ہے، اور یہی راجح ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۶۲۱ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

مکان کا کرایہ ماہانہ زیادہ اور یک مشت کم

مسئلہ:......مکان کو اس شرط پر کرایہ پر دیا کہ: ہر مہینہ کرایہ ادا کرے تو: ۵۰۰/ پاؤنڈ کرایہ ہوگا او اگر ایک ساتھ پانچ سال کا کرایہ ادا کرے تو: ۴۰۰/ پاؤنڈ ماہانہ ہوگا، یہ صورت جائز ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ص ۴۷۴ ج ۱۱، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

بینک کو مکان کرایہ پر دینا

مسئلہ:......عمومی طور پر بینک سودی کاروبار میں ملوث ہے، لیکن آج کل بینکوں میں سودی کاروبار کے علاوہ دیگر معاملات بھی ہوتے ہیں، بلکہ اکثر کاروبار درآمد برآمد، تنخواہوں کی ادائیگی، بجلی اور ٹیلی فون کے بل وغیرہ اس کے ذریعہ ادا کئے جاتے ہیں، لہذا بینک کو مکان کرایہ پر دینا حرام نہیں ہوگا، ہاں بچنا اولی اور بہتر ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۶۳۶ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

سود لے کر مکان خریدنا اور اس کو کرایہ پر لگانا

مسئلہ:...... بینک سے سود لے کر مکان خریدا اور اس کو کرایہ پر لگایا تو اس کا کرایہ حرام نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ سودی رقم سے مکان خریدنا جائز نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاوی عثمانی ص ۴۱۵ ج ۳)

شراب خانہ کے لئے مکان، یا دکان کرایہ پر دینا

مسئلہ:......شراب خانہ کے لئے مکان کرایہ پر دینے کے مسئلہ میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جہاں کفار کی اکثریت ہو، وہاں شراب وغیرہ کی فروخت کے لئے مکان یا زمین کرایہ پر دینا جائز ہے، اوراس سے حاصل ہونے والی آمدنی اوراجرت کا لینا بھی درست ہے۔لیکن صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ مکروہ ہے۔

مسئلہ:...... مالک کو پہلے سے معلوم ہے کہ کرایہ دار اس میں شراب بیچے گا تو کرایہ پر دینا مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر دکان یا مکان کسی اور مقصد کے لئے دیا پھر کرایہ دار نے شراب فروخت کی تو مکروہ تنزیہی ہے۔اگر غیر مسلم شراب کی دکان چلاتا ہے تو امام صاحب رحمہ اللہ کے قول پر عمل کی گنجائش ہے۔(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۶۳۸/۶۴۰/۶۴۲ ج ۵)

گمراہ فرقوں کو عمارت کرایہ پر دینا

کسی غیر مسلم کو کوئی عمارت کسی جائز مقصد کے لئے کرایہ پر دینا فی نفسہ جائز ہے، بالخصوص جبکہ وہ رفاہی کاموں کے لئے ہو، لیکن مندرجہ ذیل باتیں ذہن میں رکھنی ضروری ہیں:

(۱)......وہ غیر مسلم جو اپنے غیر مسلم ہونے کا اعتراف کئے بغیر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے، اس کا معاملہ دوسرے غیر مسلموں سے زیادہ شدید ہے، اس کے ساتھ مستقل نوعیت کے تعلقات قائم کرنا درست نہیں۔

(۲)......اگر غیر مسلم عمارت کو رفاہی کام کے لئے استعمال کرے، لیکن اس رفاہی کام کے پیچھے اپنے عقائد کی نشر واشاعت مقصود ہو تا کہ ضرورت مند مسلمان اپنی ضروریات پوری ہوتے ہوئے دیکھ کر اس غیر مسلم کے مذہب کی طرف مائل ہوں، تو ایسے غیر مسلم کو عمارت کرایہ پر دینا جائز نہیں، بالخصوص جبکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے یہ کام کر رہا ہو تو اس

کا خطرہ اور زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ اس کے عقائد کو ناواقف مسلمان اسلام کا حصہ سمجھنے لگیں گے۔

(۳)...... وہ فرقے جو باتفاق مسلمین دائرہ اسلام سے خارج ہیں، مگر وہ اپنے آپ کو غیر مسلم ظاہر کرتے ہیں۔ ان فرقوں کو عمارت کرایہ پر دینا جائز نہیں۔

(مستفاد: فتاوی عثمانی ص ۳۶۵ ج ۳)

جمعہ کے دن دکان کھولنے کی شرط لگانا

مسئلہ:...... کسی شاپنگ سینٹر میں دوکان (یا ریسٹورنٹ) کرایہ پر لی، اور مالک نے یہ شرط لگائی کہ یہاں دکان کھولنے و بند کرنے کے اوقات کی بڑی پابندی کرنی ہوگی، اس میں یہ بھی شرط رکھی کہ غیر مسلم مینیجر دکان چلائے گا، اور کام کرنے والے بھی غیر مسلم ہوں گے، اور اس کی وجہ سے جمعہ کے دن جمعہ کے وقت بھی دوکان بند نہیں کر سکتے، تو ان شرطوں کے ساتھ دوکان کرایہ پر لینا جائز ہے۔ غیر مسلم کو مینیجر رکھنا بھی جائز ہے، اور جمعہ کے دن دکان کو بند کرنا اور کاروبار کی ممانعت جب ہے کہ خریداروں کی اکثریت مسلمانوں کی ہو، اگر غیر مسلم خریدار ہے تو جمعہ کے لئے کاروبار بند کرنا ضروری نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۶۷۰ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

متعدی بیماری کی وجہ سے کرایہ دار سے مکان خالی کرانا

مسئلہ:...... متعدی بیماری کی وجہ سے کرایہ دار سے مکان خالی کرانا نہیں چاہئے، ہاں لوگوں کو اطلاع کر دینا چاہئے تا کہ بیماری متعدی نہ ہو۔ جیسے ایک آدمی کو ایڈز کی بیماری لگ گئی تو مالک مکان کو چاہئے کہ اس کو گھر سے نہ نکالے، اہل محلّہ اور پڑوسیوں کو اس کی بیماری پر مطلع کر دے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۶۸۰ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

مجبور کرایہ دار کو مالک کا خالی کراتے وقت کوئی رقم اپنی خوشی سے دینا

مسئلہ:……اگر کرایہ دار مجبور ہو اور دوسرے مکان کا کوئی معقول انتظام نہ ہو اور مالک مکان مکان خالی کراتے وقت کوئی رقم اپنی خوشی سے دے تا کہ کرایہ دار کو دوسری جگہ مکان تلاش کرنے میں آسانی ہو جائے یا اور کوئی مقصد سے تعاون کرے تو اس رقم کا لینا درست ہے۔

نیز اگر کرایہ دار نے اپنے آرام و راحت کے لئے مکان میں جو رقم خرچ کی ہے، وہ مالک مکان اپنی خوشی سے دے تو اس کا لینا بھی جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ص ۲۵۸ ج ۳)

کرایہ دار کا مدت بڑھانے کے لئے عدالت سے اپیل کرنا

مسئلہ:……کرایہ دار مزید کرایہ کے ساتھ معاملہ کی تجدید کرنا چاہے، اور مالک کسی اور کو کرایہ پر دینا چاہے، اور اس میں مالک کا کوئی نقصان بھی نہ ہو تو کرایہ دار کو عدالت میں اپیل کرنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند مکمل و مدلل ص ۲۹۱ ج ۱۵)

مالک مکان کو مکان خالی کرانے کا حق ہے

مسئلہ:……کرایہ کا معاملہ طے کرتے وقت کوئی مدت متعین نہ کی ہو تو مالک مکان یا مالک دوکان کو کسی بھی وقت مکان یا دوکان خالی کرانے کا حق ہے، کرایہ دار اس پر انکار نہیں کر سکتا، اور حکومت کے قانون کا سہارا لے کر بلا عذر خالی نہ کرنا ظلم اور زیادتی اور غصب ہے۔

مسئلہ:……مکان خالی کراتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مہینے کے درمیان میں کرایہ دار سے مکان یا دوکان خالی نہ کرائی جائے، مہینے کے ختم پر معاملہ کو ختم کیا جائے۔

(مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۶۹۵/۶۹۶ ج ۲۱)

مسئلہ:……کرایہ دار مجبور ہو، اور اہل و عیال کے رہنے کا کوئی معقول انتظام نہ ہو تو مالک

مکان کو چاہئے کہ ایک معتد بہ وقت تک کے لئے کرایہ دار کو مہلت دے، اس پر بڑے اجر کا وعدہ ہے۔

کرایہ دار کا دوسرے کرایہ دار کو مکان دینا

مسئلہ:......ایک آدمی نے مالک سے پانچ سو پاؤنڈ ماہانہ پر مکان کرایہ پر لیا، پھر وہ دوسرے کرایہ دار کو سات سو پاؤنڈ میں کرایہ پر دے تو یہ معاملہ جائز نہیں۔ البتہ کرایہ دار مکان لے کر اس میں کوئی مرمت واصلاح کردے، جیسے رنگ کردے، کچھ سامان رکھ دے، اب زیادہ کرایہ لینا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص۶۵۷ ج۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

لفٹ کی مرمت کس کے ذمہ ہے؟

مسئلہ:...... بلڈنگ میں کمرہ کرایہ پر لیا، اس میں لفٹ بھی ہو، اگر لفٹ خراب ہوجائے تو اس کی مرمت مالک کے ذمہ ہے، کرایہ دار کے ذمہ نہیں، البتہ عرف میں یہ طے ہو کہ لفٹ کی مرمت کا خرچ کرایہ دار دیں گے، تو ان کے ذمہ ہوگا، یا معاملہ طے کرتے وقت اس کی صراحت کردی ہو کہ اگر لفٹ بگڑ جائے تو مرمت کی ذمہ داری مالک کی نہیں ہوگی بلکہ کرایہ دار کی ہوگی تو اب لفٹ کی مرمت کا خرچ کرایہ دار کے ذمہ ہوگا۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص۶۷۴ ج۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

مینٹیننس کی رقم کا حکم

مسئلہ:...... ہاؤسنگ سوسائٹی میں مینٹیننس کے نام سے جو رقم لی جاتی ہے، وہ درست ہے، اس لئے کہ وہ رقم راستہ کی مرمت یا صفائی، ڈرینج سسٹم، کچرے وغیرہ کی صفائی میں استعمال کی جاتی ہے۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص۲۹۲ ج۶)

کرایہ دار دوکان میں شراب بنانے والا گڑ بیچے تو؟

مسئلہ:...... کرایہ دار دوکان میں شراب بنانے والا گڑ بیچے تو اس کو دوکان کرایہ پر دینا جائز ہے۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص ۱۰۳ ج ۶)

زانیہ کو مکان کرایہ پر دینا

مسئلہ:......زانیہ کو مکان کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔

(مستفاد: کفایت المفتی ص ۴۷۹ ج ۱۱، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

عاقدین کی موت سے اجارہ کا حکم

مسئلہ:......عاقدین (کرایہ پر دینے والا یا کرایہ پر لینے والا) معاملہ طے کرتے وقت اس بات کی صراحت کر دیں کہ: مالک مکان یا کرایہ پر لینے والا دونوں میں سے کسی کا انتقال ہو جائے پھر بھی اجارہ کا معاملہ جاری رہے گا تو یہ عقد درست ہے، اور کسی کی وفات سے معاہدہ ختم نہیں ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص ۶۲۴ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

فریقین کی موت سے اجارہ کا حکم

مسئلہ:......کرایہ دار یا مالک مکان میں سے کسی کی موت ہو جائے تو یہ معاملہ ختم ہو جائے گا، اب وارث کو نئے سرے سے معاملہ کرنا چاہئے۔

نوٹ:...... یہ احناف کا مسلک ہے، ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک کسی کی موت سے اجارہ ختم نہیں ہوتا، مرحوم کے ورثاء معاہد کو نبھائیں گے۔ آج کے دور میں شاید اس مسلک میں زیادہ سہولت ہے، ورنہ کرایہ دار کی موت سے کہیں فورا مرنے والے کے اہل خانہ کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (اسلامی فقہ ص ۵۱۹ ج ۲)

بہت سی دفعہ زمین، دوکان یا مکان کو طویل مدت کے لئے کرایہ پر لگایا جاتا ہے، فقہی اعتبار سے اس میں ایک دشواری یہ ہے کہ فقہاء کا خیال ہے کہ فریقین میں سے کسی بھی ایک کی موت سے اجارہ فاسد ہوجائے گا، اور ظاہر ہے کہ انسان کی موت کسی بھی وقت ہوسکتی ہے، جو لوگ صنعت، تجارت اور ادارہ کو چلانے کے لئے کوئی جگہ کرایہ پر حاصل کرتے ہیں، ان کے لئے یہ بات بہت دشواری کی ہوگی کہ وہ اچانک اپنے کام اور کاروبار کو دوسری جگہ منتقل کریں۔

اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ معاملہ طے ہونے کے وقت ہی صراحت ہوجائے کہ کرایہ داری کا یہ معاملہ اتنی مدت کے لئے ہوگا، اگر اس کے درمیان فریقین میں سے کسی کی موت واقع ہوجائے، تب بھی کرایہ کا یہ معاملہ جاری رہے گا، چنانچہ علامہ حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’وتنفسخ بلا حاجة الى الفسخ بموت أحد العاقدين عندنا.....الا بضرورة كموته فى طريق مكة ولا حاكم فى الطريق فتبقى الى مكة‘‘۔

(الدرالمختار ص۵۸۶/۵۸۷ ج۶، باب فسخ الاجارة، كتاب الاجارة)

اگر فسخ کی ضرورت نہ ہو تب بھی عاقدین میں سے ایک کی موت سے ہمارے نزدیک اجارہ فسخ ہوجائے گا، سوائے اس کے کہ کوئی ضرورت ہو، جیسے مکہ کے راستہ میں انتقال ہوگیا اور راستہ میں کوئی حاکم موجود نہ ہو تو مکہ تک اجارہ باقی رہے گا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کی ضرورت پر استثناء کی صورت ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’قوله الا لضرورة، قال فى الدر المنتقى: وقد تقرر استثناء الضرويات، فمن الظن أنه ينتقض بموت المزارع أو المكارى فى طريق مكة، فانه لا ينفسخ حتى يبلغ مأمنا، لان الاجارة كما ينتقض بالأعذار تبقى بالأعذار فليحفظ‘‘۔

''الا لضرورة '' کے سلسلہ میں ''درمنتقی'' میں لکھا ہے کہ: احکام میں سے ضروریات کا مستثنی ہونا ایک ثابت شدہ بات ہے، اس لئے گمان یہ ہے کہ اگر بٹائی دار یا کرایہ دار کی مکہ کے راستہ میں موت ہوجائے تو جب تک امن کی جگہ نہ پہنچ جائے، اجارہ ختم نہیں ہوگا، اس لئے کہ جیسے عذر کی بناپر اجارہ ختم ہوجاتا ہے اسی طرح عذر کی بناپر اجارہ باقی بھی رہتا ہے۔

(الدرالمختار ص۵۸۴ ج٦، باب فسخ الاجارة، كتاب الاجارة)

فقہاء نے اس سلسلہ میں جن اعذار کا ذکر کیا ہے غور کیا جائے تو کاروبار وغیرہ کی منتقلی اس زمانہ میں اس سے زیادہ دشوار ہے، اس لئے فریقین میں سے ایک کی موت کے بعد بھی مقررہ مدت سے پہلے کرایہ کا معاملہ ختم نہیں ہوگا۔ (مستفاد: جدید فقہی مسائل ص۳۳۴ ج۲)

کافر کے ساتھ عقد اجارہ کا حکم

مسئلہ:......کافر کے ساتھ اجرت کا معاملہ کرنا جائز ہے، اجارہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں اسلام کی شرط مذکور نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص۶۲۱ ج۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

عاریت پر لی ہوئی چیز کو کرایہ پر دینا

مسئلہ:......اگر کوئی چیز عاریت پر لی، اس کا دوسرے کو کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے، البتہ مالک اجازت دے تو معاملہ جائز ہونا چاہئے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص٦٧٦ ج۵)

زمین کے اجارہ میں نقد کے ساتھ جنس کی شرط لگانا

مسئلہ:......معین مدت پر زمین کرایہ پر دینا اور پیسہ اور جنس کرایہ پر لینا طے کرنا جائز ہے، جیسے کوئی زمین اس شرط پر کرایہ پر دے ایک سال کی مدت اور پانچ سو پاؤنڈ اور سو کیلو غلہ لوں گا تو جائز ہے۔ ہاں یہ شرط جائز نہیں کہ اسی زمین کی پیداوار سے سو کیلو غلہ لوں گا۔ کسی

بھی زمین کی پیداوار کا غلہ کافی ہے۔(مستفاد: امداد الاحکام ص۵۱۴ ج۳)

غیر مسلم کو شادی ہال کرایہ پر دینا

مسئلہ:......شادی ہال غیر مسلم کو(کہ وہ اس میں گانا بجانا، شراب نوشی وغیرہ کرے گا) کرایہ پر دینا امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مکروہ ہے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک یہ معاملہ خلاف اولی ہوگا، حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہوگا۔(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص۶۴۳ ج۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

شادی ہال بک کرانے کے بعد کینسل کرنے پر ڈپازٹ کا حکم

مسئلہ:......شادی ہال بک کرانے اور کچھ رقم پہلے سے ادا کرنے کے بعد کسی وجہ سے ہال کی بکنگ منسوخ کرنی پڑے تو کرایہ دار کو پیشگی رقم واپس کرنی ہوگی، اس رقم کو رکھ لینا جائز نہیں ۔البتہ اس کا ایک حل یہ ہے کہ: شادی ہال والے بکنگ کے لئے کچھ رقم طے کرلیں اور کاغذی کارروائی، ٹیلی فون کا خرچ، دفتر کا خرچ وغیرہ اس رقم سے وصول کیا کریں تو پیشگی رقم کا رکھ لینا جائز ہے۔(مستفاد: فتاوی دار العلوم زکریا ص۶۴۳ ج۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

عقد اجارہ میں پیشگی کرایہ لینا

مسئلہ:......عقد اجارہ میں کرایہ پہلے لیا جائے یا دونوں فریق پیشگی کرایہ لینے کی شرط کرلیں تو جائز ہے۔(مستفاد: محمود الفتاوی ص۲۳۱ ج۶۔ کفایت المفتی ص۳۶۷ ج۷)

چشمہ بنانے کے دوران نقصان کا تاوان

مسئلہ:...... چشمہ بنانے کے دوران فریم یا شیشہ ٹوٹ جائے تو تاوان دوکان والے کے ذمہ ہوگا۔(مستفاد: محمود الفتاوی ص۲۴۴ ج۶)

کار، ٹیکسی وغیرہ کرایہ پر لینے اور دینے کے مسائل

مسئلہ:......تعاطی یعنی بات چیت کے بغیر طرز عمل سے بھی معاملہ طے ہوسکتا ہے، جیسے کوئی آدمی بس یا ٹیکسی میں سوار ہوا اور بس یا ٹیکسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، جو کرایہ مقرر تھا وہ اس نے دے دیا اور کوئی بات نہیں ہوئی، اسی کو تعاطی کہتے ہیں۔

مسئلہ:......اگر کوئی چیز کرایہ پر لی جائے تو دو باتیں طے ہونی چاہئے: ایک یہ کہ اس کا کرایہ کتنا ہوگا، دوسرے یہ کہ وہ کتنی مدت کے لئے یا کس کام کے لئے کرایہ پر لے رہا ہے، مثلا سواری (کار، ٹیکسی کوچ، بس وغیرہ) کرایہ پر لی تو کتنے گھنٹے کے لئے یا کتنے دنوں کے لئے یا سواری کس کام کے لئے کرایہ پر لی ہے، سوار ہونے کے لئے یا سامان منتقل کرنے کے لئے، اور وہ اسے کہاں تک یا کتنے میل تک لے جائے گا، تاکہ بعد میں دونوں میں اختلاف نہ ہو۔

مسئلہ:......اگر سواری کرایہ پر لی تو اس پر اتنے ہی آدمی سوار ہوسکتے ہیں جتنے آدمی کے سوار ہونے کے لئے وہ بنائی گئی ہے۔

مسئلہ:......اگر ٹیکسی بلائی، پھر سفر کا ارادہ ملتوی کردیا، یا ہوگیا تو ٹیکسی کو واپس کیا جاسکتا ہے، مگر ٹیکسی والے کا جو وقت اور پٹرول خرچ ہوا ہے اس کا معاوضہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ:......اگر سواری اس شرط پر لی کہ فلاں مقام تک وہ پہنچائے، اگر اس جگہ پر پہنچنے سے پہلے سواری خراب ہوگئی تو مالک پر یہ ذمہ داری ہے کہ اس جگہ تک سوار کو پہنچائے جہاں کا اس نے وعدہ کیا ہے، اگر سوار ہونے والے کو دیر ہورہی ہے، اور وہ انتظار نہیں کرسکتا تو جتنی مسافت طے ہوچکی ہے اس کا کرایہ ادا کرنے کے بعد وہ دوسری سواری پر سوار ہوسکتا ہے۔

مسئلہ:......جس جگہ کے لئے سواری لی ہے یا ٹکٹ لیا ہے، وہیں تک جانا چاہئے، اگر اس

سے زیادہ سفر کرے گا تو اس کا تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ:...... کسی شہر کی تعیین کی، مگر وہاں کئی جگہیں ہیں، تو جہاں جانا ہے اس کی تعیین ضروری ہے۔ جیسے کسی نے ٹیکسی کی کہ مجھے لندن ایئر پورٹ جانا ہے، تو اس کی تعیین بھی ضروری ہے کہ لندن کے کس ایئر پورٹ پر جانا ہے، اس لئے کہ لندن میں کئی ایئر پورٹز ہیں۔

(مستفاد: جدید فقہی مسائل ص۳۳۲ ج ۲)

مسئلہ:...... زید نے اپنی ٹیکسی عمر کو اس شرط پر چلانے کے لئے دی کہ ہر ایک سو کیلومیٹر پر: ۵۰/ پاؤنڈ دینا ہوگا، چاہے عمر گاہکوں سے: ۵۰/ پاونڈ سے زیادہ لے یا کم، اور پٹرول اسی طرح ٹیکسی کی مرمت کا کام زید کے ذمہ ہوگا، اس طرح کا کنٹراکٹ شرعا درست ہے۔

مسئلہ:...... ٹیکسی کی مرمت کی ذمہ داری مالک پر ہے، کرایہ پر لینے والے پر مرمت کی شرط لگانے سے اجارہ فاسد ہو جائے گا۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص۳۴۱ ج ٦)

مسئلہ:...... حکومت ٹیکسی کا لائسنس جس آدمی کو دیتا ہے وہ دوسرے کسی شخص کو اجرت پر وہ لائسنس نہیں دے سکتا۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص۳۴۳ ج ٦)

وقت سے پہلے کرایہ کی چیز واپس کر دے تو؟

مسئلہ:...... سائیکل جو (یا کار وغیرہ) کرایہ پر دی جاتی اس میں وقت طے ہوتا ہے، ایک دن کے لئے، آدھے دن کے لئے، آدھے گھنٹے کے لئے، اب کرایہ پر لینے والے نے اپنی ضرورت پوری کر کے، وقت سے پہلے واپس کر دی اور کرایہ پورا دیا تو جائز ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص۵٦۵ ج ۱٦، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

ٹیکسی، ڈرائیور کو کرایہ پر دینا

مسئلہ:...... ٹیکسی اس شرط پر ڈرائیور کو دینا کہ جو نفع ہوگا اس کا ساٹھ فیصد مالک کا ہوگا اور

چالیس فیصد ڈرائیور کا، یہ معاملہ درست ہے۔(مستفاد: فتاوی حقانیہ ص ۲۷۷ ج ۶)

جہاز میں کرایہ پر لی ہوئی جگہ دوسرے کو دینا

مسئلہ:......بحری جہاز میں غلہ منتقل کرنے کے لئے کرایہ پر لی ہوئی جگہ دوسرے کسی شخص کو نفع حاصل کرنے کے لئے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔(مستفاد: احسن الفتاوی ص ۳۰۱ ج ۷)

اجارہ کے چند متفرق مسائل

کتاب کرایہ پر لگانا

مسئلہ:......اجارہ یعنی کرایہ لگانے کے سلسلہ میں ایک اصول یہ ہے کہ جس چیز کے کرایہ پر لینے اور دینے کا عرف ہو، وہی چیز کرایہ پر لگائی جاسکتی ہے، اس لئے قدیم فقہاء نے کتابوں کے کرایہ پر لینے اور دینے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

’’ولا یجوز استئجار کتب الفقه والتفسیر والحدیث لعدم التعارف‘‘۔

(البحر الرائق ص۲۰۱ ج۸، باب اجارة الفاسدة ، کتاب الاجارة)

فقہ، تفسیر اور حدیث کی کتابوں کو کرایہ پر حاصل کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا عرف نہیں ہے۔

موجودہ دور میں عرف بدل چکا ہے، لائبریوں سے باضابطہ کرایہ پر کتابیں دی جاتی ہیں، اسی طرح آج کل بک بینک قائم کئے جارہے ہیں، طلبہ وطالبات کسی جماعت کی تعلیم مکمل کرلیتے ہیں تو ان کی کتابیں محفوظ کی جاتی ہیں اور بغیر کرایہ کے یا معمولی کرایہ لے کر ضرورت مند طلبہ کو دی جاتی ہیں، اس لئے موجودہ دور میں کتابوں کو کرایہ پر لینا اور دینا درست ہے، قدیم فقہاء کے دور میں بھی بعض حضرات اس کو درست قرار دیتے تھے۔

’’ویجوز فی قول الشیخ الاجارة فی مصاحف القرآن والفقه لیقرأ فیها أو لینسخها اذا احتاج الی ذلک‘‘۔(النتف فی الفتاوی ص۳۳۸، کتاب الاجارة)

شیخ کے قول کے مطابق قرآن مجید کے نسخوں اور فقہ کی کتابوں کو کرایہ پر لگانا جائز ہے، تاکہ اس میں کرایہ پر حاصل کرنے والا پڑھے یا اس کو نقل کرے، بشرطیکہ اس کی ضرورت ہو۔ (مستفاد: جدید فقہی مسائل ص۳۳۲ ج۲)

اجارہ فاسدہ میں اجرت مثل واجب ہوگی

مسئلہ:......اجرت کی تعیین کے بغیر اجارہ فاسد ہے، ایسے معاملہ میں اجرت مثل واجب ہوگی۔(مستفاد: محمود الفتاوی ص۲۳۰ ج۶)

صلح کی قیمت آئندہ کے اجارہ کی دلیل نہیں

مسئلہ:......اجارہ میں سال تک کوئی عقد طے نہیں کیا، پھر آپس میں چار سو پاؤنڈ پر صلح کر لی کہ گذرے ہوئے سال کا کرایہ چار سو پاؤنڈ مہینہ کے اعتبار سے دینا ہوگا، لیکن یہ تعیین آئندہ کے معاملہ کی دلیل نہیں بن سکتی، اب آئندہ کے لئے کسی متعین رقم کی تعیین ضروری ہے۔(مستفاد: محمود الفتاوی ص۲۳۰ ج۶)

وزن کرانے کی اجرت بائع کے ذمہ ہے

مسئلہ:......وزنی چیز کے وزن کرانے کی اجرت بیچنے والے کے ذمہ ہے، خریدنے والے سے یہ اجرت وصول کرنا ظلم ہے۔(مستفاد: محمود الفتاوی ص۲۵۳ ج۶)

درزی کا کپڑے کے ذریعہ بل وصول کرنا

مسئلہ:......کپڑے سلوانے والا طے شدہ رقم سے کم دے تو درزی اس رقم کی مقدار کپڑے سے وصول کرسکتا ہے۔(مستفاد: محمود الفتاوی ص۲۵۴ ج۶)

ملازمت کے لئے حلفیہ عہد و پیمان کرنا

مسئلہ:......ملازمت کے لئے اس طرح قسم لینا اور عہد نامہ لکھنا کہ: میں مالک کی کسی قسم کی نا فرمانی نہ کروں گا، اور کام میں سستی نہ کروں گا، اگر اس کی پابندی کا ارادہ اور نیت ہے اور اس کے بغیر مالک کام پر نہیں رکھتا تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس میں بھی انشاء اللہ کہہ

دینا ضروری ہے تا کہ اگر عہد کے خلاف ہو جائے تو گنہگار نہ ہو۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۲۶۵ ج ۱۵)

ملازمت کے لئے جانے والا سفر کے خرچ کا مستحق ہے

مسئلہ:......متولی نے امام کو بہ غرض ملازمت بلایا تو راستہ کا خرچ عرف کی وجہ سے متولی کے ذمہ ہوگا۔(مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۲۷۳ ج ۱۵)

تاخیر سے تنخواہ دینا

مسئلہ:......اہل مدرسہ کا مدرس کو کسی مصلحت سے تاخیر سے تنخواہ دینا درست ہے، جبکہ مدرس سے اس بات کی پہلے سے وضاحت ہوگئی ہو، بلا وجہ تاخیر مذموم اور قابل شکایت ہے۔

(مستفاد: فتاوی رحیمیہ ص ۱۵۴ ج ۶)

مدرس کو وقت معین کے علاوہ دوسرے وقت میں آنے پر مجبور کرنا

مسئلہ:......مدرس کو وقت معین کے علاوہ دوسرے وقت میں آنے پر مجبور کرنا درست نہیں، مگر مدرس کو بھی چاہئے کہ تعلیم کی اہمیت کے خاطر خدمت کرلیں، البتہ مدرس اس کا قانونا پابند نہیں ہے۔(مستفاد: فتاوی رحیمیہ ص ۱۵۴ ج ۶)

جائز اجرتیں

تعلیم، وعظ، امامت، فتوی لکھنے، اذان، نکاح خوانی وغیرہ پر اجرت

مسئلہ:......تعلیم، وعظ، امامت، فتوی لکھنے، اذان، نکاح خوانی وغیرہ پر اجرت لینا جائز ہے۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۷۰/۲۸۲/۲۹۶ ج۱۵)

طلبہ سے فیس لے کر پڑھانا اور اس سے تنخواہ لینا

مسئلہ:......طلبہ سے فیس لے کر پڑھانا اور اس سے تنخواہ لینا جائز ہے۔

(کفایت المفتی ص۵۰۷ ج۱۱)

گھر پر جا کر ٹیوشن پڑھانے کی اجرت

مسئلہ:......گھر اور مکان پر جا کر ٹیوشن پڑھانے کی اجرت جائز ہے۔

(فتاوی قاسمیہ ص۱۰۷ ج۲۱)

نابالغ کے مال سے معلم کو اجرت دینا

مسئلہ:......نابالغ بچے کو نماز کے ارکان وواجبات سکھانے کے لئے کسی معلم کو اجرت پر رکھنا جائز ہے، بلکہ اس کی اجرت بچے کے مال سے ادا کرنا بھی درست ہے، اگر اس کے پاس مال ہو، ورنہ باپ کے مال سے، اور اگر باپ کے پاس مال نہ ہو تو بچے کی ماں کے مال سے اجرت ادا کی جائے۔ (مستفاد: الدر المنضود ص۸۳ ج۲، باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ)

ریڈیو پر تلاوت قرآن کے اجرت

مسئلہ:......ریڈیو پر تلاوت قرآن کے اجرت کی دو صورتیں ہیں:

(۱)......اول یہ کہ تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر بھی ہو تو پھر تلاوت مجردہ نہ رہے گی، تعلیم کی حیثیت اختیار کرلے گی اور اس کا معاوضہ لینا جائز ہوگا۔

(۲)......دوسرے یہ کہ: ریڈیو کی ملازمت اختیار کرے، وہاں جانے آنے اور وقت کی پابندی وغیرہ کی تنخواہ لے، اور تلاوت کو ثواب سمجھ کر کیا کرے۔

(مستفاد: آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۷۴، ریڈیو پر تلاوت قرآن)

سرکاری مدارس میں ملازمت کی اجرت

مسئلہ:......سرکاری مدارس یا اسکول میں ملازمت جائز ہے۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص ۳۱۴ ج ۶)

مریض کی طرف سے طواف کرنے کی اجرت

(۱۳)......حضرت عطاء رحمہ اللہ کا فتوی ہے کہ جو مریض کی طرف سے طواف کرے تو مریض اس کو اجرت دے۔ (گویا طواف کی اجرت جائز)۔

عن عطاءٍ قال : یستأجِر المریض من یطوف عنه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۰۶ ج ۸، فی المریض ما یصنع به ؟ کتاب المناسک ، رقم الحدیث: ۱۴۰۲۵)

ملازم کو جو ہدیہ دیا جاتا ہے، وہ اس کا حق دار ہے

مسئلہ:......مدرس و ملازم کو جو ہدیہ وصدقہ دیا جاتا ہے، وہ اس کا حق دار ہے، مدرسہ یا انجمن کو اس کے لینے کا اختیار نہیں۔ اور اگر انجمن ایسی شرط لگائے کہ جو ہدیہ ملے وہ انجمن کا ہوگا، یہ شرط فاسد ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم دیو بند ص ۲۷۹ ج ۱۵)

مدرس کو پیشگی تنخواہ دینا

مسئلہ:...... مدرس کو پیشگی تنخواہ دینا جائز ہے، جواز کا مطلب یہ ہے کہ مہتمم اپنی ذمہ داری پر دے گا، اگر بالفرض وہ ضائع ہو تو ضمان مہتمم پر ہوگا، اور یہ جواز مصلحت کی بناء پر ہے، یعنی اگر پیشگی تنخواہ دینے میں مدرسہ کی مصلحت ہو تو جائز ہے، اور ذمہ داری دینے والے کی ہے۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۳۴۴ ج ۱۵)

مدرس رمضان کی اجرت کا مستحق ہے

مسئلہ:...... مہتمم نے رمضان کی چھٹی میں ایک مدرس سے کام کرنے کو کہا، مدرس نے چھٹی کی وجہ سے وہ خدمت انجام نہ دی تو بھی رمضان کی تنخواہ کا حق دار ہے، اس لئے کہ رمضان میں مدارس میں چھٹی ہوتی ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۷۱ ج ۱۵)

واعظ مدرس کے لئے غیر حاضری کی تنخواہ لینا

مسئلہ:...... اگر مدرس نے مدرسہ سے باضابطہ معاہدہ کرلیا ہو کہ وہ وعظ کے لئے جایا کرے گا، اور ارباب مدرسہ نے اس وقت کی رخصت منظور کرلی ہو تو مدرس کو وعظ کی وجہ سے مدرسہ سے غیر حاضری کی تنخواہ لینا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی عثمانی ص ۳۸۷ ج ۳)

استاذ کے حکم پر مہتمم کو بلا اطلاع دیئے چلے جانا

مسئلہ:...... استاذ کے حکم پر مہتمم مدرسہ کو بلا اطلاع دیئے علیحدگی اختیار کرلینا اور دوسرے مدرسہ میں خدمت شروع کردینا درست نہیں۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۶۶ ج ۱۵)

ملازم کا دوسرے کو اپنا نائب بنانا اور آدھی تنخواہ دینا

مسئلہ:...... امام یا مدرس کا رخصت کے وقت دوسرے کو اپنا نائب بنانا جائز ہے، اور اپنی تنخواہ

میں سے جس قدر دینا چاہے دے سکتا ہے، جبکہ مہتمم اور متولی نے مدرس وامام کو اس بات کا اختیار دیا ہو کہ جب تم رخصت لو تو کسی کو اپنا نائب مقرر کر لیا کرو اور اپنی تنخواہ میں سے جو چاہیں دے دیا کرو، اگر اس طرح کا معاہدہ نہ ہوا ہو تو امام و مدرس کے لئے دوسرے کو کم تنخواہ پر اپنا نائب بنانا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم دیو بند ص ۲۷۵ ج ۱۵)

ملازمت سے برطرفی کے زمانہ کی تنخواہ

مسئلہ:......ملازم کو کمپنی نے ظلماً علیحدہ کیا، پھر مقدمہ ہوا اس میں تین چار سال کا زمانہ صرف ہوا، اب عدالت نے ملازم کے حق میں فیصلہ کیا کہ ملازم بدستور ملازم ہے اور پچھے سالوں کی تنخواہ کا بھی حق دار ہے، اس صورت میں ملازم کے لئے ان سالوں کی جن میں اس نے ملازمت نہیں کی تنخواہ لینا جائز ہے، اس لئے کہ قصور اس کا نہیں تھا، کمپنی کا تھا، تاہم اگر ملازم تنخواہ نہ لے تو تقوی کی بات ہے جو انشاء اللہ موجب اجر ہوگی۔

(مستفاد: فتاوی عثمانی ص ۴۱۲ ج ۳)

امتحان کے پرچے بنانے اور ان کو دیکھنے کی اجرت

مسئلہ:......امتحان کے پرچے بنانے اور ان کو دیکھنے کی اجرت جائز ہے، جبکہ ایسی جہالت باقی نہ رہے جو مفضی الی النزاع ہو۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص ۵۶۲ ج ۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

مقررہ مدت سے پہلے ملازمت ختم کرنا اور تنخواہ لینا

مسئلہ:......کوئی ادارہ اس طرح کی اسکیم کرے کہ اگر کوئی ملازم مقررہ مدت سے پہلے ملازمت چھوڑ دے تو ادارہ اسے بقیہ مدت کا معاوضہ اور دیگر مراعات دے گا، تو اس طرح

کا معاہدہ درست ہے اور ملازم کے لئے اپنی مدت ملازمت سے پہلے علیحدہ ہونا اور ادارہ سے معاوضہ لینا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی حقانیہ ص ۲۷۵ ج ۶)

مدرس کا مختصر وقت کے لئے جانا

مسئلہ: ...... مدرس کا پانچ، دس منٹ ضرورت سے جانے پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۲۸۳ ج ۱۵)

ہڑتال کے دنوں کی تنخواہ

مسئلہ: ......اسکول کے اساتذہ نے اپنے مطالبات کے لئے ہڑتال کی اور اسکول میں باقاعدہ حاضری دیتے رہے، لیکن پڑھانا چھوڑ دیا، تو ان اساتذہ کا تنخواہ لینا درست ہے۔

(مستفاد: فتاوی حقانیہ ص ۳۶۱ ج ۶)

چھٹی کے دنوں کی تنخواہ لینا

مسئلہ: ...... مدرس کے لئے چھٹی کے دنوں کی تنخواہ لینا جائز ہے۔

(مستفاد: فتاوی رحیمیہ ص ۳۰۵ ج ۹)

ملازم بیماری کے دنوں کی اجرت کا مستحق ہوگا؟

مسئلہ: ...... ملازم بیماری کی وجہ سے خدمت انجام نہ دے سکا تو عرف کے موافق اس کا اجرت لینا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۱۷۲ ج ۱۵)

منتظم بیماری کے دنوں کی تنخواہ دے تو

مسئلہ: ...... اراکین مدرسہ مدرس کو بیماری کے دنوں کی تنخواہ دیں اور رعایت کریں تو مدرس کو ان دنوں کی تنخواہ لینا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۲۷۹ ج ۱۵)

مہتمم خلاف قاعدہ غیر حاضری پر تنخواہ دے تو؟

مسئلہ:......اگر ملازم خلاف قاعدہ غیر حاضری کرے اور مہتمم یا متولی اس کو تنخواہ دے تو اس کا لینا درست ہے۔(مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۲۷۸ ج ۱۵)

امام و مدرس کا اپنے فارغ وقت میں دوسرا کام کرنا

مسئلہ:......امام (و مدرس) اپنے فارغ وقت میں دوسرا کام کر سکتے ہیں۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۲۷۵ ج ۱۵)

وقف کے متولی کا اجرت لینا

مسئلہ:......وقف کا متولی اگر اپنی ذمہ داری نبھائے اور محنت کرے اور واقف کی اجازت ہو تو اجرت لے سکتا ہے، بغیر کام کئے اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۳۴۴ ج ۱۵)

مدرس کو خارجی وقت میں تعلیم سے روکنا

مسئلہ:...... مدرس سے ابتدائے ملازمت میں معاہدہ ہوا کہ صرف میرے بچوں کو تعلیم دینی ہے، اب معلم ان بچوں کے ساتھ دوسرے بچوں کو تعلیم نہیں دے سکتا۔ اگر فارغ وقت میں دوسرے بچوں کو تعلیم دیں تو کسی کا مدرس کو روکنے کا حق نہیں، البتہ اگر کوئی مدرس کسی سیٹھ کا خاص ملازم ہے تو سیٹھ منع کرنے سے گنہگار نہ ہوگا۔

(مستفاد: کفایت المفتی ص ۴۵۹ ج ۱۱، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

مصیبت کے دفعیہ کے لئے قرآن کریم پڑھ کر اجرت لینا

مسئلہ:......مصیبت اور بلاء کے دفعیہ کے لئے مسجد میں سوا لاکھ مرتبہ سورۂ یونس پڑھ کر اجرت

لینا جائز ہے، مگر خلاف اولی ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۲۸۰ ج ۱۵)

قبر کھودنے، کفن سینے، میت کو غسل دینے کی اجرت

مسئلہ:......قبر کھودنے، کفن سینے، میت کو غسل دینے کی اجرت جائز ہے۔

(فتاوی قاسمیہ ص ۲۰۷ ج ۲۱)

تعویذ پر اجرت

مسئلہ:......تعویذ میں قرآنی آیات یا احادیث کی دعائیں لکھ کر شفاء کے لئے دینا درست ہے۔ تعویذات پر اجرت لینا درست ہے، بشرطیکہ پہلے سے متعین کی گئی ہو، لیکن ضروری ہے کہ عمل سے واقف ہو اور ماہر ہو، فریب کرنا جائز نہیں۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص ۳۲۵ ج ۶)

فیصلہ کرنے کی اجرت

مسئلہ:......فریقوں میں فیصلہ کرانے کی اجرت لینا جائز ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص ۵۷۸ ج ۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

شامیانے وغیرہ سامان کرایہ پر لینا و دینا

مسئلہ:......شادی کے موقع پر شامیانے وغیرہ سامان کرایہ پر لینا و دینا جائز ہے۔

(مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل (جدید) ص ۱۶۴ ج ۷)

گیسٹ ہاؤس میں ناجائز کام کا حکم

مسئلہ:......گیسٹ ہاؤس کا مالک پوری احتیاط کرتا ہے، اور غلط لوگوں کو آنے کی اجازت بھی نہیں دیتا پھر بھی کوئی دھوکہ سے آجائے تو مالک پر گناہ نہیں اور ان کو کرایہ پر کمرہ دینا بھی درست ہے۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص ۲۹۸ ج ۶)

مسئلہ:......گیسٹ ہاؤس کے مالک کے لئے کمروں میں ٹی، وی لگانا جائز نہیں، تاہم اس کا کرایہ حرام نہیں ہوتا۔(مستفاد: محمود الفتاوی ص۲۹۹ ج۶)

میڈیکل اسٹور میں نشہ آور دوائیں بکتی ہوں تو؟

مسئلہ:......میڈیکل اسٹور میں نشہ آور دوائیں بکتی ہوں، تو اس میں مزدوری کرنا جائز ہے، اور اس کی اجرت حلال ہے، اس لئے کہ اس میں بکثرت حلال دوائیں بھی ہوتی ہیں، اور اس جگہ کا کرایہ بھی ناجائز نہیں ہے۔(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص۵۶۷ ج۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ)

آٹا پیسنے کی اجرت میں آٹا لینا

مسئلہ:......آٹا پیسنے والے نے یہ اجرت طے کی کہ: ایک من آٹا پیسنے کی اجرت دو سیر آٹا ہوگی، یہ معاملہ درست ہے۔(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیو بند ص۳۳۹ ج۱۵)

روٹی پکانے کی اجرت میں روٹی دینا

مسئلہ:......روٹی پکانے کی اجرت میں روٹی دینا جائز ہے۔(مستفاد: احسن الفتاوی ص۳۱۲ ج۷)

درزی کا غیر شرعی لباس بنانے کی اجرت لینا

مسئلہ:......درزی کا غیر شرعی لباس بنانے کی اجرت لینا جائز ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیو بند ص۳۲۲ ج۱۵)

بیت الخلاء اور حمام کی اجرت

مسئلہ:......حکومت سے جگہ لے کر اس پر بیت الخلاء اور حمام تعمیر کرنا اور ان کے استعمال کرنے والوں سے اجرت اور معاوضہ حاصل کرنا درست ہے، یہ کمائی حلال ہے۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص۳۲۷ ج۶)

دلالی کی اجرت

مسئلہ:......دلالی کی اجرت جائز ہے۔(مستفاد: محمود الفتاوی ص۳۰۲ ج۶)

کنواں کھودنے کے اجارہ میں گہرائی کی حد

مسئلہ:......کنواں کھودنے والے نے ایک متعینہ فٹ پر کھودنے کا معاہدہ طے کیا، مگراس حد پر پانی نہ نکلا تو جس علاقہ میں جتنی گہرائی پر عموما پانی نکل جاتا ہو، اس حد تک کھودنا مزدور پر واجب ہے، اس سے زائد کی اجرت علیحدہ لے سکتا ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ص۳۳۱ ج۷)

غیر مسلموں کو کرایہ پر برتن دینا

مسئلہ:......غیر مسلموں کو کھانے پکانے کے لئے دیگچہ (تانبے، پیتل، لوہے وغیرہ) ایسی دھات کے برتن جن میں جذب کی صلاحیت نہیں ہے، کرایہ پر دینے سے ان برتنوں کے ناپاک ہونے کا شبہ نہیں ہوسکتا، اگر جائز تقریبات میں کرایہ پر دے دیئے جائیں تو مضائقہ نہیں۔(مستفاد: کفایت المفتی ص۴۴۹ ج۱۱، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

غیر مسلم کے غیر شرعی کپڑے سینے کی اجرت

مسئلہ:......مسلمان درزی کے لئے غیر مسلم کے غیر شرعی کپڑے سینے کی اجرت لینا درست ہے، البتہ احتیاط اولی ہے۔(مستفاد: محمود الفتاوی ص۳۲۹ ج۶)

کافر کی قبر کو پختہ بنانے کی اجرت

مسئلہ:......کافر کی قبر کو پختہ بنانے کی اجرت حرام نہیں، مگراس میں کراہت ہے، اس لئے احتیاط کرنا بہتر ہے۔(مستفاد: کفایت المفتی ص۴۵۵ ج۱۱، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

ہندو کو جلانے کی اجرت

مسئلہ...... ہندو کو جلانے کی مزدوری پر اجرت جائز تو ہے، لیکن اس سے احتراز اولی ہے۔
(مستفاد: کفایت المفتی ص۴۶۴ ج۱۱، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

شراب پینے والے غیر مسلم کو مزدوری پر رکھنا

مسئلہ:......شراب پینے والے غیر مسلم کو مزدوری پر رکھنا جائز ہے۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص۳۰۱ ج۶)

رنڈیوں کی مزدوری کرنا

مسئلہ:......رنڈیوں کی مزدوری کرنا اور اس پر اجرت لینا درست ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص۳۳۹ ج۱۵)

رنڈی کے لڑکوں کو پڑھانے کی اجرت

مسئلہ:......رنڈی کے لڑکوں کو پڑھانے کی اجرت لینا درست ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص۳۳۴ ج۱۵)

زانیہ، کافرہ عورت کو دودھ پلانے پر رکھنا اور اس کی اجرت

مسئلہ:......زانیہ عورت کو بچے کے دودھ پلانے کے لئے اجرت پر رکھنا جائز ہے۔ مسلمان عورت ہندو بچے کو دودھ پلا سکتی ہے، (اور اس پر اجرت لے سکتی ہے)۔ مسلمان بچے کو کافرہ عورت دودھ پلا سکتی ہے، (اور کافرہ عورت کو دودھ پلانے کی اجرت دینا جائز ہے)۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص۳۳۸ ج۱۵)

غیر مذبوح جانور کا گوشت بیچنے والی کمپنی میں ملازمت

مسئلہ:......غیر مذبوح جانور کا گوشت بیچنے والی کمپنی میں اکاؤنٹ ڈپارٹمنٹ کی ملازمت کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ غیر مذبوح گوشت اگر چہ ہمارے لئے حلال نہیں اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں، لیکن غیر مسلموں کے لئے جائز ہے، اس لئے فقہاء نے ان کے درمیان ہونے والی بیع کو نافذ قرار دیا، اور اس کی مالیت کا اعتبار کیا ہے، لہذا اس خرید وفروخت سے انہیں جو رقم حاصل ہوئی ہے وہ عقد باطل کے ذریعے نہیں ہوئی، البتہ کسی مسلمان کو بذات خود اس خرید وفروخت میں ملوث ہونا جائز نہیں، لیکن اکاؤنٹ کی ملازمت میں اگر مسلمان کو بذات خود یہ گوشت بیچنا نہ پڑے بلکہ صرف کمپنی کے حسابات رکھنے پڑیں تو اعانت علی المعصیۃ میں داخل ہو کر حرام نہ ہوگا، کیونکہ یہ اعانت بعیدہ ہے، لہذا حاجت کے وقت اس ملازمت کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، تاہم پرہیز کرنے میں احتیاط ہے۔ (مستفاد: فتاوی عثمانی ص ۳۹۹ ج ۳)

پچھنا لگانے کی اجرت

مسئلہ:......پچھنا لگانے کی اجرت جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۳۲۲ ج ۱۵)

قصاب کی اجرت

مسئلہ:......قصابی کا پیشہ اختیار کرنا شرعا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۳۳۵ ج ۱۵)

ذبح کرنے کی اجرت

مسئلہ:......جانور کو ذبح کرنے کی اجرت جائز ہے۔

(مستفاد: کفایت المفتی ص ۴۶۷ ج ۱۱، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

غیر مسلم کا جانور ذبح کرنا اوراس کی اجرت لینا

مسئلہ:......مسلمان کے لئے غیر مسلم کا جانور ذبح کرنے کی مزدوری کرنا جائز ہے، اور اسے چاہئے کہ سنت طریقہ پر ذبح کرے، اوراس کی اجرت جائز ہے۔ البتہ اجرت میں ذبیحہ کا گوشت تجویز کرنا درست نہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ص۵۶۲ ج۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

رہن نامہ لکھنے والے کی اجرت

مسئلہ:......اگر رہن نامہ میں نفع اٹھانے کی شرط لکھی جائے تو اس کی کتابت اور کتابت کی اجرت ناجائز ہے، اور یہ شرط تحریر نہ ہو تو پھر لکھنے والے کے لئے رہن نامہ کی کتابت اوراس کی اجرت لینی جائز ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ص۴۶۹ ج۱۱، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

جائز دستاویز بنانے کی اجرت

مسئلہ:......جائز دستاویز بنانے کی اجرت جائز ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ص۴۶۷ ج۱۱،)

ویزا لگانے کی فیس اور غلط ویزا کا کام

مسئلہ:...... بیرون ملکوں کی ویزا کا کام کرنا اوراس کی فیس وصول کرنا جائز ہے، لیکن اس میں دوسروں کو رشوت دینا جائز نہیں ہے۔ جھوٹ بول کر یا دھوکا دے کر غلط فارم بنانا اور ویزا کے بہانے لوگوں کو لوٹنا حرام ہے، اوراس کی اجرت بھی جائز نہیں۔

(مستفاد: فتاوی عثمانی ص۴۰۷ ج۳)

کھانے کی مقدار متعین کئے بغیر اجرت پر رکھنا

مسئلہ:......مزدور کو کچھ رقم کے ساتھ کھانا کھلانے کی شرط کے ساتھ اجرت پر رکھنا جبکہ کھانے کی مقدار معلوم نہیں، جائز ہے، کھانے کی اتنی مقدار معلوم ہونا کافی ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا

ملے گا۔ (مستفاد: کفایت المفتی ص۴۴۹ ج۱۱، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

انٹرنیٹ سروس کی اجرت

مسئلہ:......اگر حکومت کی طرف سے غیر اخلاقی مواد بند کر دیا ہوتو انٹرنیٹ سروس (انٹرنیٹ کیفے: جہاں لوگ انٹرنیٹ استعمال کرنے آتے ہیں) مہیا کرنا اور اس کی فیس وصول کرنا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی عثمانی ص۴۰۳ ج۳)

پولیس کی ملازمت

مسئلہ:......اگر رشوت اور دوسرے ناجائز ذرائع آمدنی سے اجتناب کیا جائے تو پولیس کی ملازمت جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی عثمانی ص۳۶۵ ج۳)

سودخور کے یہاں ملازمت

مسئلہ:......کافر اور مشرک وغیرہ کی ملازمت درست ہے، اگر کوئی مسلمان سودخور ہوتو اگر ملازم کو یہ معلوم ہے کہ مجھ کو تنخواہ سود سے دیتا ہے تب تو احتراز بہتر ہے، ورنہ ملازمت میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۳۳۷ ج۱۵)

افیون کے تاجر کے یہاں ملازمت

مسئلہ:......افیون کا استعمال دوا میں درست ہے، اور بلا ضرورت دوا کے اس کا استعمال حرام ہے، لیکن شراب کی حرمت سے کم ہے، اس لئے افیون کی بیع وشراء مطلقا حرام نہیں ہے، مگر مشتبہ ضرور ہے، اس لئے اس کی ملازمت بھی حرام نہیں ہے، مگر مشتبہ ہے، اور اس سے بچنا چاہئے، کیونکہ احتیاط یہی ہے کہ مشتبہات سے بھی احتراز کیا جاوے۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۳۳۷ ج۱۵)

انشورنس کمپنی میں ملازمت

مسئلہ:......انشورنس کمپنی میں ملازمت جائز نہیں۔(مستفاد: فتاوی عثمانی ص۴۰۹ ج۳)

وکالت میں جھوٹ بولنا پڑے تو؟

مسئلہ:......وکالت میں اگر جھوٹ بولنا یا ناحق کو حق ثابت کرنا نہ پڑے تو جائز ہے، لیکن جس مقدمے میں یہ کام کرنے پڑیں اس میں وکالت جائز نہیں اور ایسی وکالت کی آمدنی بھی حرام ہے۔(مستفاد: فتاوی عثمانی ص۴۱۰ ج۳)

بینک کی ملازمت

مسئلہ:...... بینک کی ملازمت مباح ہے۔(کفایت المفتی ص۴۸۸ ج۱۱، ط: جامعہ فاروقیہ)

مسئلہ:...... بینک کی ملازمت ناجائز ہونے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ ملازمت میں سود وغیرہ کے ناجائز معاملات میں مدد ہے، دوسرے یہ کہ تنخواہ حرام مال سے ملنے کا احتمال ہے۔ ان میں پہلی وجہ یعنی حرام کاموں میں مدد کا جہاں تک تعلق ہے، شریعت میں مدد کے مختلف درجے ہیں، ہر درجہ حرام نہیں، بلکہ صرف وہ مدد ناجائز ہے جو براہ راست حرام کام میں ہو، مثلاً سودی معاملہ کرنا، سود کا معاہدہ لکھنا، سود کی رقم وصول کرنا وغیرہ، لیکن براہ راست سودی معاملے میں انسان کو ملوث نہ ہونا پڑے، بلکہ اس کے کام کی نوعیت ایسی ہو جیسے ڈرائیور، چپراسی، یا جائز ریسرچ وغیرہ تو اس میں چونکہ براہ راست مدد نہیں ہے، اس لئے اس کی گنجائش ہے۔

جہاں تک مال حرام سے تنخواہ ملنے کا تعلق ہے، اس کے بارے میں شریعت کا اصول یہ ہے کہ اگر مال حرام اور حلال سے مخلوط ہو اور حرام مال زیادہ ہو تو اس سے تنخواہ یا ہدیہ لینا جائز

نہیں، لیکن اگر حرام مال کم ہو تو جائز ہے۔ بینک کی صورت حال یہ ہے کہ اس کا مجموعی مال کئی چیزوں سے مرکب ہوتا ہے: (۱): اصل سرمایہ، (۲): ڈپازیٹرز کے پیسے، (۳): سود اور حرام کاموں کی آمدنی، (۴): جائز خدمات کی آمدنی، اس سارے مجموعے میں صرف نمبر: ۳ر حرام ہے، باقی کو حرام نہیں کہا جا سکتا، اور چونکہ ہر بینک میں نمبر: ۱ر و نمبر: ۲ر کی اکثریت ہوتی ہے، اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجموعے میں حرام غالب ہے، لہذا کسی جائز کام کی تنخواہ اس سے وصول کی جاسکتی ہے۔

یہ بنیاد ہے جس کی بناء پر علماء نے فتوی دیا ہے کہ بینک کی ایسی ملازمت جس میں خود حرام کام کرنا نہ پڑتا ہو، جائز ہے، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ اس سے بھی اجتناب کیا جائے۔ (مستفاد: فتاوی عثمانی ص ۳۹۵ ج ۳)

حکومت اجرت کا معیار مقرر کر سکتی ہے

مسئلہ:...... برطانیہ میں حکومت کی طرف سے تنخواہ کی ایک مقدار متعین ہے، اور اس میں اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے، مثلاً فی گھنٹہ دس پاؤنڈ یا بارہ پاؤنڈ، یہ صورت جائز ہے، اور ہر ادارے پر اس کی پابندی لازم ہے۔ اب برطانیہ میں جو ادارے اس میں کمی کرتے ہیں، مثلاً: مزدور کو حکومت کی معین مقدار سے کم تنخواہ دیتے ہیں یہ گناہ ہے۔

(مستفاد: فتاوی عثمانی ص ۳۸۵ ج ۳)

ناجائز اجرتیں

امام کا صرف ایک نماز پڑھا کر پوری امامت کی تنخواہ لینا

مسئلہ:......امام کا صرف ایک نماز پڑھا کر پوری امامت کی تنخواہ لینا درست نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۲۷۶ ج ۱۵)

ملازم کا وقت میں خیانت کر کے تنخواہ لینا

مسئلہ:......ملازم کا وقت میں خیانت کر کے تنخواہ لینا جائز نہیں۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص ۳۲۰ ج ۶)

مدرسہ کے اوقات میں تعویذ گنڈا کرنا

مسئلہ:......مدرسہ کے اوقات میں مدرس تعویذ گنڈا نہیں کرسکتا، اگر کرے تو لائق معزولی ہے۔(مستفاد: کفایت المفتی ص ۴۶۲ ج ۱۱، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

سفر کا کرایہ معاہدہ سے زیادہ لینا

مسئلہ:......کوئی ادارہ یا حکومت مزدور کو سفر کا کرایہ دیتی ہو تو اسی مقدار کا کرایہ لینا جائز ہے جس کا معاہدہ ہوا ہو، مثلا: پانچ میل کی مسافت ہو تو: ۵۰/ پاؤنڈ کرایہ ملے گا، اس میں خیانت کر کے زیادہ مسافت لکھوا کر زیادہ کرایہ لینا جائز نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاوی عثمانی ص ۳۹۰ ج ۳)

غلط بیانی سے تنخواہ بڑھانا

مسئلہ:......ادارہ تنخواہ بڑھاتا نہ ہو تو اس لئے غلط اوقات بتا کر- مثلا: اتنے گھنٹے اور ٹائم کام

کیا ہے- تنخواہ لینا جائز نہیں۔ (مستفاد: فتاوی عثمانی ص۳۹۲ ج۳)

غسل میت پر اجرت لینا

مسئلہ:...... غسل میت پر اجرت لینا اور دینا دراصل ناجائز ہے، لیکن ضرورت کی وجہ سے جواز کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۳۴۰ ج۱۵)

زخم کے اچھا ہونے تک علاج کا معاملہ کرنا

مسئلہ:...... ڈاکٹر یا حکیم کا زخم اچھا ہونے تک علاج کا معاملہ کرنا کہ جب تک زخم اچھا ہو وہاں تک علاج کرنا ہے، اور معاوضہ: پانچ سو پاؤنڈ ہوگا، یہ درست نہیں، البتہ بغیر معاملہ کئے زخم اچھا ہونے پر پانچ سو پاؤنڈ دے دے تو درست ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص۶۱۱ ج۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

دھوبی، درزی، حجام وغیرہ کی خدمت اور اجرت

مسئلہ:...... درزی، دھوبی، حجام، بڑھئی وغیرہ کا اس طرح معاملہ کرنا کہ زمین (یا دکان) بلا کسی اجرت وکرایہ کے لے لیں، (یا غلہ کی ایک خاص مقدار معین کردی جائے، مثلاً سال میں پچاس من غلہ مالک لے گا، اور مالک سال بھر جتنی مرتبہ ضرورت پڑے گی اس سے کام لیتا رہے گا، مثلاً، سال میں پانچ مرتبہ بال کٹوانا، دسیوں مرتبہ کپڑے دھلوانا وغیرہ، چاہے مالک کے کام کی اجرت مزدور کے ساتھ طے کئے ہوئے معاملہ سے کم ہو یا زیادہ، یہ معاملہ اجارۂ فاسدہ ہے، اس لئے درست نہیں، لیکن اگر کسی جگہ اس کا عرف ہو اور فریقین عقد کے وقت اچھی طرح سمجھ لیں اور کوئی جہالت مفضی الی النزاع نہ ہو تو وہاں اس طرح کا معاملہ کرنا درست ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ص۶۱۵ ج۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

غیر مسلم کو مسلمان کرنے کی اجرت لینا

مسئلہ:......غیر مسلم کو مسلمان کرنے کی اجرت لینا درست نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۳۲۴ ج ۱۵)

قرض کی وجہ سے کم اجرت دے یہ جائز نہیں ہے

مسئلہ:......مزدور نے مالک سے قرض لیا، اب مالک مزدور کو قرض کی وجہ سے کم اجرت دے تو یہ جائز نہیں۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص۲۲۶ ج ۶)

کمیشن پر چندہ کرنا

مسئلہ:......کمیشن پر چندہ کرنا ناجائز ہے، یہ اجارہ فاسدہ ہے، دو وجہ سے: ایک بوجہ جہالت اجر اور دوسرے اس لئے کہ اس میں اجرت عمل اجیر سے حاصل ہوتی ہے۔ جائز صورت یہ ہے کہ ان کی تنخواہ مقرر کردی جائے، اور یہ کہا جاوے کہ اگر ہزار روپئے لاؤ گے تو پچاس روپیہ علاوہ تنخواہ کے مزید انعام دیا جائے گا۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص۳۰۹ ج ۶۔ فتاوی محمودیہ ص۲۰۴ ج ۱۳)

کنڈکٹر کو رقم دے کر ٹکٹ نہ لینا

مسئلہ:......بس (ٹرین وغیرہ) کا مقررہ کرایہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی مسافر ٹکٹ لئے بغیر کنڈکٹر کو کچھ رقم دیدے تو یہ ناجائز اور حرام ہے، دونوں گنہگار ہوں گے۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص۲۴۴ ج ۶)

بس اور ریل کا ٹکٹ بیچنا

مسئلہ:......ٹرین اور بس کے ٹکٹ اگر کسی معین شخص کے لئے نہ ہو تو اس کو خرید کر دوسرے

شخص کو بیچنا جائز ہے۔ یہ بھی جب ہے کہ محکمہ ریل یا بس کی طرف سے خریدنے والے کو کسی خاص بنیاد پر رعایت نہ دی گئی ہو۔ اور جو ٹکٹ کسی مخصوص شخص کے لئے جاری کیا گیا ہو اس کو دوسرے کو بیچنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص ۲۵۶ ج ۶)

بلا ٹکٹ یا آدھا ٹکٹ سفر کرنا

مسئلہ:...... بلا ٹکٹ بس یا ٹرین میں سفر کرنا جائز نہیں، اگر اس طرح سفر کیا تو سفر کے بقدر ٹکٹ لے کر پھاڑ دے، تا کہ رقم حکومت (اور بس یا ریلوے کے محکمہ) تک پہنچ جائے۔

مسئلہ:...... ریلوے ملازم کا کسی کو بلا ٹکٹ سفر کروانا جائز نہیں، ملازم اور مسافر دونوں گنہگار ہوں گے۔

مسئلہ:...... جس عمر تک آدھا ٹکٹ بنتا ہو اس عمر کے بعد آدھا ٹکٹ لینا جائز نہیں، مثلاً: ریل کا قانون ہے کہ بارہ سال کی عمر تک آدھا ٹکٹ ہوگا، اس کے بعد پورا، اب کوئی چودہ، پندرہ سال کا بچہ بارہ سال کا نظر آتا ہو تو بھی اس کا آدھا ٹکٹ لینا جائز نہیں ہے، پورا ٹکٹ لینا ضروری ہے۔

مسئلہ:...... مسکین، نابینا، سائل وغیرہ کسی کو بھی بلا ٹکٹ سفر کرنا جائز نہیں ہے، اگر حکومت کی طرف سے اس میں کوئی رخصت ہو تو جائز ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۳۴۵/۳۴۶ ج ۱۵)

ٹیلی فون بل میں تعلق کی بناء پر کمی کرنا

مسئلہ:...... ٹیلیفون کا بل محکمہ کے اصولوں کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے، محکمہ والوں سے تعلق کی بنا پر اس میں کمی کرنا یا بالکل ادا نہ کرنا خیانت ہے۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص ۲۵۴ ج ۶، ط: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر)

ناجائز کام کے لئے منڈپ کرایہ پر دینا

مسئلہ:...... جہاں فسق وفجور، کفروشرک کا کام ہورہا ہو اس کے لئے منڈپ بنانے سے اس کی رونق میں اضافہ ہوگا، یہ گناہ پر تعاون کی ایک صورت ہے۔ جائز اور مباح نیز نیکی اور بھلائی کے کاموں کے لئے منڈپ بنا کر کرایہ پر دینا جائز اور درست ہے، اور وہ کمائی حلال ہے۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص۳۲۴ ج۶)

گیسٹ ہاؤس میں ناجائز کام کا حکم

مسئلہ:...... گیسٹ ہاؤس کے مالک کو یقین ہے کہ یہاں آنے والے جوڑے بوئے فرینڈ اور گرل فرینڈ ہیں، اور زنا کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان کو کرایہ پر کمرہ دینا گناہ پر مدد کرنا ہے اور ناجائز ہے۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص۲۹۷ ج۶)

ٹی وی، ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ کی مرمت کی اجرت

مسئلہ:...... ٹی وی کی مرمت سے حاصل کی ہوئی کمائی حرام ہے، البتہ ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ کی مرمت سے حاصل ہونے والی آمدنی درست ہے۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص۳۲۷ ج۶)

تصویر بنانے کی اجرت

مسئلہ:...... جاندار کی تصویر بنانا اسلام میں حرام اور ممنوع ہے، اور اس کا کاروبار بھی ناجائز ہے، البتہ بے جان اشیاء کی فوٹوگرافی درست ہے۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص۳۲۹ ج۶)

نوٹ:...... ضروری کام کے لئے تصویر بنانا پڑے اور اس کی اجرت لی جائے تو بضرورت اسے جائز کہا جائے گا، مثلاً پاسپورٹ بنانے کے لئے تصویر بنانا پڑے، یا عمرہ اور حج کے ویزا کے لئے تصویر لینی پڑے، یا ڈرائیونگ لائسنس کے لئے تصویر لینی پڑے، اسی طرح

اورضروری امور کے لئے تو اس کی گنجائش ہے۔مرتب

فلمی کام کرنے والوں کو کمرے کرایہ پر دینا

مسئلہ:...... فلمی کام کرنے والوں کے ساتھ اجنبی عورتیں بھی ہوں اور وہ پروگرام کرنا چاہیں تو ان کو ہوٹل کے کمرے کرایہ پر دینا گناہ پر مدد کی وجہ سے درست نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاوی رحیمیہ ص۲۷۳ ج۶)

فلمی ویڈیو کا کرایہ

مسئلہ:...... فلمی ویڈیو کو کرایہ پر لینا و دینا جائز نہیں۔

(مستفاد: آپ کے مسائل اوران کا حل (جدید) ص۱۶۶ ج۷)

ممنوع سفر کے ویزا کی کارروائی کی اجرت

مسئلہ:...... ویزا کا کام کرنے والے ٹراویلس کے لئے عورتوں کا بغیر محرم سفر کرنا، اور اجنبی کے پاس قیام کرنے والے سفر کے ویزا کا کام کرنا اوراس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص۳۳۷ ج۶)

جھیل ماہی گیروں کو کرایہ پر دینا

مسئلہ:...... زید کے ملک میں چند جھیل ہیں، ماہی گیروں کو سالانہ اجارہ پر دینا ان کا درست نہیں ہے۔(مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۳۳۴ ج۱۵)

مسئلہ:...... ایک شخص کی زمین میں سیلاب کی وجہ سے تالاب بن گیا، یہ شخص مچھلیاں پکڑنے کے لئے وہ تالاب ٹھیکا پر دیتا ہے، یہ اجارہ شرعا درست نہیں ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ص۲۷۴ ج۷)

جعلی دوا بنانے والے حکیم کی ملازمت کا حکم

مسئلہ:......حکیم کا گھٹیا (اور جعلی) دوائیں بنانا معصیت ہے، اور اس کا تعاون کرنا بھی تعاون علی المعصیت ہے، اور حرام ہے، اس لئے ایسے حکیم کے پاس ملازمت کرنا بھی گناہ پر مدد کرنا ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۳۳۸ ج ۱۵)

خنزیر کی تجارت کے متعلق خط و کتابت کرنا اور اس کی اجرت لینا

مسئلہ:......خنزیر کی تجارت کے متعلق خط و کتابت کرنا اور اس کی اجرت لینا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۳۳۹ ج ۱۵)

وکیل کو کارروائی کی ضرورت نہ پڑے تو اجرت لینا

مسئلہ:......کسی مقدمہ میں وکیل کو وکالت کی کارروائی کی ضرورت پیش نہ آئی اور فریقین میں مصالحت ہوگئی تو وکیل کے لئے اجرت لینا اور پیشگی رقم کو رکھنا درست نہیں۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۳۴۷ ج ۱۵)

زخم کے اچھا ہونے تک علاج کا معاملہ کرنا

مسئلہ:......ڈاکٹر یا حکیم کا زخم اچھا ہونے تک علاج کا معاملہ کرنا کہ جب تک زخم اچھا ہو وہاں تک علاج کرنا ہے، اور معاوضہ: پانچ سو پاؤنڈ ہوگا، یہ درست نہیں، البتہ بغیر معاملہ کئے زخم اچھا ہونے پر پانچ سو پاؤنڈ دے دے تو درست ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص ۶۱۱ ج ۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

دھوبی، درزی، حجام وغیرہ کی خدمت اور اجرت

مسئلہ:......درزی، دھوبی، حجام، بڑھئی وغیرہ کا اس طرح معاملہ کرنا کہ یہ زمین (یا دکان) بلا

کسی اجرت وکرایہ کے لے لیں، (یا غلہ کی ایک خاص مقدار معین کی جائے، مثلا سال میں پچاس من غلہ مالک لے گا، اور مالک سال بھر جتنی مرتبہ ضرورت پڑے گی اس سے کام لیتا رہے گا، مثلا، سال میں پانچ مرتبہ بال کٹوانا، دسیوں مرتبہ کپڑے دھلوانا وغیرہ، چاہے مالک کے کام کی اجرت مزدور کے ساتھ طے کئے ہوئے معاملہ سے کم ہو یا زیادہ، یہ معاملہ اجارۂ فاسدہ ہے، اس لئے یہ درست نہیں، لیکن اگر کسی جگہ اس کا عرف ہو اور فریقین عقد کے وقت اچھی طرح سمجھ لیں اور کوئی جہالت مفضی الی النزاع نہ ہو تو وہاں اس طرح کا معاملہ کرنا درست ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ص ۶۱۵ ج ۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

ملازمت کے اوقات میں اپنا ذاتی کام کرنا

مسئلہ:...... دفتر کی ملازمت کے مقررہ اوقات میں دوسرے اپنا ذاتی کام، مثلا مطالعہ کرنا، ہسپتال جانا، کسی دوست سے ملنا، وغیرہ کی اجازت نہیں، صرف فرض نماز سوا کے دوسرا کوئی کام کرنا جائز نہیں، بعض علماء نے سنن مؤکدہ کی بھی اجازت دی ہے، نوافل پڑھنا بالاتفاق جائز نہیں، البتہ دفتر میں حاضر ہو کر کوئی ایسا کام کرنے کی گنجائش ہے جس کو بوقت ضرورت چھوڑ کر مفوضہ کام بسہولت ممکن ہو۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ص ۳۰۱ ج ۷)

چوری کے مال کو حاصل کرنے کی اجرت

مسئلہ:...... چوری کا مال وظیفہ اور تعویذ گنڈے سے حاصل کرنے کے لئے اس طرح اجارہ کرنا کہ مال ملنے پر چوتھائی مال میں لوں گا، یہ اجارہ فاسدہ ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ص ۳۰۷ ج ۷)

چند شرائط پر جانور کی پرورش کا عقد اور اس احکام

مسئلہ:......فارم کے مالک نے بھینس (یا بیل یا بکری یا اونٹ وغیرہ کوئی جانور) دوسو پاؤنڈ ماہانہ کے عوض پرورش کے لئے دیا، کچھ مہینوں کے بعد مزدور نے بھینس فارم کے مالک کو واپس کی، مالک نے دیکھا کہ بھینس دبلی ہے اس لئے بجائے دوسو کے ایک سو پاؤنڈ ماہانہ کے حساب سے اجرت دی، یہ جائز نہیں، بھینس کا موٹا یا دبلا ہونا یہ اجیر کا اختیاری فعل نہیں، اور اگر اس طرح کی شرط لگائے کہ بھینس دبلی ہوگئی تو اجرت کم ہو جائے گی تو یہ عقد ہی فاسد ہو جائے گا۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص ۲۴۵ ج ۶)

مسئلہ:......بکری اس شرط پر پالنے کے لئے دی کہ جو بچہ پہلے ہوگا وہ پالنے والے (یعنی مزدور) کا ہوگا اور پھر جو بچہ ہوگا وہ مالک اور مزدور کے درمیان آدھا آدھا مشترک ہوگا، یہ صورت جائز نہیں ہے۔

اگر اس طرح عقد کیا تو بچہ مالک ہی کا ہوگا اور مزدور کو اجرت مثل ملے گی، اور گھاس، چارہ وغیرہ کا خرچ مالک کے ذمہ ہوگا۔ اگر مالک اپنی خوشی سے مزدور کو بچہ دیدے تو مزدور مالک ہو جائے گا۔

مسئلہ:......جانور کے بچہ کو اس شرط پر پرورش کے لئے دیا کہ جب بڑا ہو جائے اور اس کی جو قیمت ہوگی وہ مالک اور مزدور کے درمیان آدھی آدھی ہوگی، یہ صورت بھی جائز نہیں۔

مسئلہ:......جانور کے بچہ کو اس شرط پر پرورش کے لئے دیا کہ دو ڈھائی سال کے بعد اس کی جو قیمت ہوگی وہ ہمارے درمیان آدھی آدھی ہوگی، یہ صورت بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:......زید نے عمر کو بکری، مرغی، گائے وغیرہ اس شرط پر دی کہ تم اس کو پالو، اس کا بچہ، انڈا، دودھ وغیرہ جو فائدہ ہوگا اس میں ہم تم آدھا آدھا لیں گے، یہ معاملہ فاسد ہے، اس

طرح کے معاملہ میں بچہ، انڈا، دودھ وغیرہ مالک کا ہوگا، اور مزدور اجرت مثل کا مستحق ہوگا۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۳۳۲/۳۳۳ ج ۱۵)

جانور کی پرورش کی جائز صورت

مسئلہ: ...... گائے یا بھینس کو پرورش کے لئے آدھے حصہ پر دینا شرعاً جائز نہیں، اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔..... اس کے جواز کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ زید بکر کو بھینس کا آدھا حصہ بیچ دے، اس کے بعد اس کی قیمت معاف کردے، اور بکر سے کہے کہ: تم اس کی پرورش کرو اور دودھ آدھا آدھا ہوگا، اور بکر اس پر راضی ہو جائے۔ تاہم اس صورت میں بکر کسی وقت چارے کا آدھا خرچ وصول کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

(مستفاد: فتاوی عثمانی ص ۳۸۲ ج ۳)

جانور کے مرنے سے اجرت پر اثر

مسئلہ: ...... پرورش کے لئے جانور دیا، پھر وہ جانور مر گیا تو اجرت ساقط ہوگئی۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص ۲۴۶ ج ۶)

اجیر کا تنخواہ دے کر دوسرے سے کام کرانا

مسئلہ: ...... مزدور سے اگر شرط لگائی کہ تجھے ہی جانور کی پرورش کرنی ہے، اور جانور کو چرانا ہے تو اب یہ مزدور کسی اور سے جانور کی پرورش نہیں کرا سکتا، اگر کوئی شرط نہ کی ہو تو مزدور کسی اور مزدور سے بھی جانور کی پرورش کرا سکتا ہے۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص ۲۴۹ ج ۶)

جانور کی جفتی کرانے کی اجرت کا عدم جواز اور جواز کا حل

مسئلہ: ...... جانور کی جفتی کرانے کی اجرت جائز نہیں۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ص ۲۴۸ ج ۶)

مسئلہ:......جانور کی جفتی کا بلا اجرت کوئی حل نہ ہو تو اجرت طے نہ کی جائے، اخلاقاً کچھ رقم دے دی جائے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے۔(دوسرے اہل علم سے بھی یہ مسئلہ معلوم کرلیا جائے)۔(مستفاد: محمود الفتاوی ص۲۴۹ ج۶)

مسئلہ:......آج کل نرسی گایوں میں بیج رکھتے ہیں، یعنی انجکشن کے ذریعہ نر کا مادہ منویہ مادہ کے رحم میں پہنچاتے ہیں، جس سے وہ گابھن ہوجاتی ہے، اس مادہ منویہ کی خرید وفروخت جائز ہے، کیونکہ وہ مال ہے، نر کے مادہ کے ساتھ دیگر اعمال بھی ہوتے ہیں، اس لئے اس کی خرید وفروخت ہوتی ہے جو جائز ہے۔

(تحفۃ القاری ص۳۲ ج ۵، کتاب الاجارۃ، تحت رقم الحدیث:۲۲۸۴)

مسئلہ:......آج کل انجکشن کے ذریعہ نر کا نطفہ مادہ کے رحم میں پیوست کردیا جاتا ہے، یہ طریقہ صحیح ہے، اور اس سے عمدہ نسل کے بہت سے جانوروں کا حصول آسان ہوگیا ہے، البتہ نطفہ کی بیع جائز نہیں ہے، اس لئے نطفہ تبرعاً دیا جائے اور اس عمل کی اجرت لی جائے تو صحیح ہے۔(نعمۃ الباری ص۸۵۰ ج۴، کتاب الاجارۃ، تحت رقم الحدیث:۲۲۸۴)

زمین اجارہ پر دینا

مسئلہ:......زید نے عمر کو اپنی زمین چار سال کے لئے چار سو روپئے میں رہن رکھی، اور کہا کہ : چار سال تم زمین میں جو کاشت چاہو کرو، چار سال کے بعد میں زمین واپس لوں گا، اور تمہارا روپیہ واپس نہیں دوں گا، یہ رہن نہیں ہے، یہ اجارہ ہے، چار سال تک عمر زمین کا مالک ہے، اور زید نے جو چار سو روپئے لئے ہیں وہ کرایہ ہیں۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص ۵۵۷ ج ۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

زمین غلہ کے بدلے اجرت پر دینا

مسئلہ:......زید عمر کو زمین اس شرط پر دیتا ہے کہ تمہیں کاشت میں سے: ۵۰ر من غلہ مجھے دینا ہے، یہ اجرت ہے، اور جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ص ۵۵۸ ج ۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ)

آفات کی وجہ سے اجرت ساقط ہو جائے گی

مسئلہ:......ایک شخص نے دس سال پر زمین کرایہ پر لی، مگر قریب میں سیلاب آ گیا اور حکومت نے کرایہ دار کے کرایہ پر لی ہوئی زمین کی مٹی اٹھالی، اس لئے وہ زمین کاشت کے قابل نہ رہی، تو جب سے زمین کاشت کے قابل نہ رہی ہو اس وقت سے اس کی اجرت ساقط ہو جائے گی، اور اس سے پہلے کے سالوں کی اجرت دینی پڑے گی۔

(مستفاد: فتاوی حقانیہ ص ۲۶۶ ج ۶)

درختوں کو کرایہ پر لینا

مسئلہ:......درختوں کو کرایہ پر لینا درست نہیں۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص ۵۸۱ ج ۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

فصل کا خوشہ چنوانے کی اجرت

مسئلہ:......اس طرح معاملہ طے کرنا کہ فصل کٹنے وقت جو خوشہ گر جائے اسے چن کر آدھا مزدور خود رکھ لے گا اور آدھا مالک کو دے گا، اس طرح کا معاملہ جائز نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص۵۹۳ ج۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

کٹے ہوئے کھیت سے کھیتی کاٹنے کی اجرت

مسئلہ:......مزدور سے یہ شرط لگانا اس کھیتی کو کاٹنے کے بعد اسی سے تمہاری مزدوری دی جائے گی، یہ جائز نہیں ہے، اگر یہ طے کر لیا جائے کہ اتنی مقدار غلہ تمہیں مزدوری میں دیا جائے گا، اس کھیت کا یا کسی بھی کھیت کا تو یہ شرط جائز ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص۵۸۶ ج۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

سرسوں کا تیل نکالنے کا عوض تیل سے

مسئلہ:......سرسوں کا تیل نکالنے کے عوض اسی تیل کو اجرت قرار دینا جائز نہیں ہے، یہ اجارہ فاسدہ ہے، اس لئے کہ جو چیز فی الحال موجود نہیں، بلکہ مزدور کے عمل سے حاصل ہوگی اسی کو مزدور کے لئے اجرت مقرر کرنا جائز نہیں ہے، اور اس لئے بھی کہ اجرت مجہول ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص۵۹۱ ج۱۶، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

ٹیوب ویل کا پانی اجارہ پر دینے کا حکم

مسئلہ:......ٹیوب ویل کے مالک اور زمین کے مالک کے درمیان اس طرح معاملہ ہو کہ زمین کا مالک اپنی زمین کے لئے پانی کے عوض ٹیوب ویل کے مالک کو سو روپئے فی گھنٹہ دے گا، ایسا عقد جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی حقانیہ ص۲۵۳ ج۶)

اجرت سے متعلق چند آیات کریمہ

(۱)......﴿ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرۡعَوۡنَ قَالُوۡٓا اِنَّ لَنَا لَاَجۡرًا اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ ﴾۔

(پ:۹ رسورۂ اعراف، آیت نمبر:۱۱۳)

ترجمہ:......اور (آخرکار) بہت سے جادوگر فرعون کے پاس آگئے (اور) انہوں نے کہا کہ: اگر ہم (حضرت موسی علیہ السلام پر) غالب آگئے تو ہمیں کوئی اجر (انعام) بھی ملے گا؟۔

(۲)......﴿ فَانۡطَلَقَا وقفة حَتّٰٓى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهۡلَ قَرۡيَةِ نِ اسۡتَطۡعَمَاۤ اَهۡلَهَا فَاَبَوۡا اَنۡ يُّضَيِّفُوۡهُمَا فَوَجَدَا فِيۡهَا جِدَارًا يُّرِيۡدُ اَنۡ يَّنۡقَضَّ فَاَقَامَهٗ ط قَالَ لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَيۡهِ اَجۡرًا ﴾۔

(پ:۱۶ رسورۂ کہف، آیت نمبر:۷۷)

ترجمہ:......پھر دونوں روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ایک گاؤں پر گزر ہوا، ان دونوں نے گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ان کی میزبانی کرنے سے انکار کردیا کہ اتنے میں انہیں اسی گاؤں میں ایک دیوار ملی جو گرنے کے قریب تھی، ان صاحب نے اس کو سیدھا کردیا، موسی نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس پر مزدوری لے لیتے۔

(۳)......﴿ فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰٮهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ ز قَالَتۡ اِنَّ اَبِىۡ يَدۡعُوۡكَ لِيَجۡزِيَكَ اَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَنَا ﴾۔(پ:۲۰ رسورۂ قصص، آیت نمبر:۲۵)

ترجمہ:......تھوڑی دیر بعد ان دونوں عورتوں میں سے ایک ان کے پاس شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی، کہنے لگی: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں، تاکہ آپ کو اس بات کی اجرت (انعام) دیں کہ آپ نے ہماری خاطر جانوروں کو پانی پلایا ہے۔

(۴)......﴿ قَالَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا يٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡهُ ز اِنَّ خَيۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِىُّ الۡاَمِيۡنُ ﴾،

(پ:۲۰ رسورۂ قصص، آیت نمبر:۲۶)

ترجمہ:......ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے کہا: ابا جان! آپ ان کو اجرت پر کوئی کام دے دیجئے۔ آپ کسی سے اجرت پر کام لیں تو اس کے لئے بہترین شخص وہ ہے جو طاقت ور بھی ہو، امانت دار بھی۔

(۵)......﴿ قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ هٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ج فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ ﴾۔(پ:۲۰/سورۂ قصص،آیت نمبر:۲۷)

ترجمہ:......لڑکیوں کے والد(حضرت شعیب علیہ السلام) نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا اس شرط پر تمہارے ساتھ نکاح کردوں کہ تم آٹھ سال تک اجرت پر میرے پاس کام کرو گے، پھر اگر تم دس سال پورے کردو تو وہ تمہاری طرف سے (احسان ہوگا)۔

(۶)......﴿ فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَکُمۡ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ ﴾۔(پ:۲۸/سورۂ طلاق،آیت نمبر:۶)

ترجمہ:......پھر اگر وہ عورتیں تمہاری خاطر (یعنی تمہارے لئے بچے کو) دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو۔

اجرت سے متعلق چند احادیث وآثار

(۱)......ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : الصلح جائز بين المسلمين ' الا صُلحا حرّم حلالا أو أحل حراما ، والمسلمون على شُروطِهم ' الا شرطا حرّم حلالا أو أحل حراما۔

(ترمذی، باب ماذكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الصلح بين الناس ، كتاب الاحكام رقم الحديث:۱۳۵۲۔ابوداؤد، باب فى الصلح ، كتاب القضاء ، رقم الحديث:۳۵۹۴)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے، مگر وہ صلح جس

میں کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال کیا جائے، اور مسلمان اپنی (طے شدہ شرطوں) پر ہیں، مگر وہ شرط جو کسی حرام کو حلال کردے یا کسی حرام کو حلال کرے۔

(۲)......قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : المسلمون عند شروطهم۔

(بخاری، باب اجر السّمسرة ، كتاب الاجارة ، قبل رقم الحديث:۲۲۷۴)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہوتے ہیں۔

(۳)......عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : أعْطُوا الأجيرَ أجرَه ' قبل أن يَجِفَّ عَرَقُهُ۔

(ابن ماجہ، باب اجر الاجراء ، كتاب الرهون ، رقم الحديث:۲۴۴۳)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔

(۴)......عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم قال : قال الله تعالى : ثلاثةٌ أنا خَصمُهم يوم القيامة : رجل أعطى بی ثمّ غَدَر ' ورجل باع حُرا فأكل ثمنَه ' و رجل استأجر أجيرًا فاستَوفى منه ولم يُعطِه أجرَه۔

(بخاری، باب اثم من منع أجر الأجير ، كتاب الاجارة ، رقم الحديث:۲۲۷۰)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: میں قیامت کے دن تین شخصوں کے خلاف مدعی ہوں گا: ایک وہ شخص جس نے میرے نام سے کسی کو پناہ دی، پھر بے وفائی کی (اور اس کو قتل کردیا)، دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کرکے اس کی قیمت کھالی، تیسرا وہ شخص جس نے کسی آدمی کو اجرت پر مزدور رکھا اس سے پورا کام لیا، لیکن اس کو اجرت نہ دی۔

(۵)......عن ابی سعید الخدری و أبی هریرة رضی الله عنهما : عن النبی صلی الله علیه وسلم : لا یستام الرّجلُ علی سوم أخیه ' ولا یخطُب علی خِطبته ' ولا تناجَشوا ' ولا تبایَعوا بِالقاء الحَجَر ' ومَن اسْتأجر اجیرا فَلْیُعلِمْه أجره۔

(المختار شرح کتاب الآثار ص ۵۵۱، باب السوم علی سوم اخیه ، رقم الحدیث:۵۷۰۔ سنن کبری بیہقی ص ۱۲۲ ج ۱۲، باب لا تجوز الاجارة حتی تکون معلومة ، کتاب الاجارة ، رقم الحدیث:۱۱۷۶۱)

ترجمہ:......حضرت حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص کسی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے، نہ اس کے پیغام نکاح پر پیغامِ نکاح بھیجے، اور بیع نجش نہ کرو، اور نہ پتھر مار کر بیع کرو، اور جو شخص کسی مزدور کو کرائے پر لے اسے چاہئے کہ مزدوری بتادے۔

(۶)......عن أبی سعید الخدری رضی الله عنه : ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن استیجار الاجیر حتی یبین له اجره۔

(مراسیل ابی داؤد ص ۱۶۷ (۱۳۳)، باب ما جاء فی التجارة ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث:۱۸۱)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ: مزدور سے معاملہ طے ہو اور اجرت متعین نہ کی جائے۔

(۷)......عن أبی هریرة و ابی سعید قالا : من استاجر اجیرا فَلْیُعْلِمْهُ أجره۔

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو شخص مزدور کو اجرت پر رکھے تو اس کو چاہئے کہ اس کو اجرت بتادے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۴۹ ج ۱۱، من کره ان یستعمل الاجیر حتی یبین له اجره ، کتاب البیوع والاقضیة ، رقم الحدیث:۲۱۵۱۳)

(۸)......عن انس بن مالک رضی الله عنه قال : حجم رسولَ الله صلی الله علیه وسلم ابو طیبة ' فأمر له رسول الله صلی الله علیه وسلم بصاعٍ من تمرٍ ' وأمر أهلَه أن یُّخَفِّفُوا عنه مِن خَراجِه۔

(بخاری، باب من اجری امر الامصار، الخ ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث:۲۲۱۰)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو فصد لگائی تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ: انہیں ایک صاع کھجوریں دی جائیں اوران کے مالکوں کوحکم دیا کہ وہ ان کے خراج میں کمی کردیں۔

(۹)......واکترَی الحسنُ من عبد الله بن مِرْدَاسٍ حِمَارا ' فقال : بِکَمْ ؟ فقال بِدَانِقَیْن فرَکِبه ' ثم جاء مرّة اُخری ، فقال : الحِمار الحِمارَ ' فرکبه ولم یُشارِطْه ، فبعث الیه بنصفِ درهم۔

(بخاری، باب من اجری امر الامصار الخ ، کتاب البیوع ، قبل رقم الحدیث:۲۲۱۰)

ترجمہ:......حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مرداس سے گدھا کرایہ پر لیا تو ان سے اس کا کرایہ پوچھا، انہوں نے بتایا: دو دانق ہے، پھر وہ گدھے پر سوار ہوگئے، پھر دوسری مرتبہ وہ کسی ضرورت سے آئے اور کہا کہ مجھے گدھا چاہئے، پس اس پر سوار ہوگئے اور کرایہ طے نہیں کیا، پھر ان کے پاس نصف درہم بھیج دیا۔

(۱۰)......عن عُتبة بن النُّدَر رضی الله عنه یقول : کنّا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فقرأ ﴿ طٰسٓ ﴾ حتّی اذا بلغ قِصّة موسی قال : انّ موسی علیه السلام اٰجرَ نفسَه ثمانِی سِنینَ أو عَشْرًا علی عِفّة فَرْجِه و طعامِ بطنِه۔

(ابن ماجہ، باب اجر الاجراء ، کتاب الرهون ، رقم الحدیث:۲۴۴۴)

ترجمہ:......حضرت عتبہ بن ندر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، آپ ﷺ نے ﴿طٰسٓ﴾ کی تلاوت شروع فرمائی جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے قصہ پر پہنچے تو فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے آٹھ یا دس سال اپنے آپ کو مزدوری (اور اجرت) پر رکھا اس شرط پر کہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں گے اور کھانے کا نظم کریں گے۔

(۱۱)......عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : ما بعث الله نبیا الا رعی الغنمَ ، فقال اصحابُه : وانت ؟ فقال : نعم ، كنتُ أرْعاها علی قَراريطَ لأهل مكة۔

(بخاری، باب رعی الغنم علی قراریط ، کتاب الاجارة ، رقم الحدیث:۲۲۶۲)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی بھیجا انہوں نے بکریاں چرائی ہیں، آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے پوچھا: آپ نے بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، میں چند قیراط کے بدلے مکہ والوں کی بکریاں چراتا تھا۔

(۱۲)......ابا هريرة رضی الله عنه يقول : نشأتُ يتيما ' وهاجرتُ مسكينا ' وكنت أجيرا لابنة غَزوان بطعام بطنی وعُقْبة رِجْلِی أحْطِبُ لهم اذا نزلوا ' وأحَدوا لهم اذا رَكِبوا ' فالحمد لله الذی جعل الدِّين قِوَاما ' وجعل أبا هريرة اِماما۔

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میری نشو ونما (اور پرورش) یتیمی کی حالت میں ہوئی ، میں نے ہجرت مسکینی کی حالت میں کی اور میں غزوان کی بیٹی کا صرف کھانے اور اونٹ پر چڑھنے کی باری پر مزدور تھا، جب وہ (باری باری) اونٹ پر

چڑھنے کے لئے اترتے تو میں ان کے لئے (ایندھن) لکڑیاں جمع کرتا، اور جب وہ سوار ہوتے تو میں گا کر ان کے جانوروں کو چلاتا، لہٰذا میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے دین کو مضبوط کیا اور ابو ہریرہ کو لوگوں کا پیشوا بنایا۔

(ابن ماجہ، باب اجر الاجراء، کتاب الرهون، رقم الحديث:۲۴۴۵)

(۱۳)......عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: اصاب نبى الله عليه وسلم خصاصة فبلغ ذلک عليا فخرج يلتمس عملا يصيب فيه شيئا لِيُقِيت به رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتى بستانا لرجل من اليهود فاستقى له سبعة عشر دلوا كل دلو بتمرة فخيره اليهودى من تمرة سبع عشرة عجوة فجاء بها الى نبى الله صلى الله عليه وسلم۔(ابن ماجہ، باب اجر الاجراء، كتاب الرهون، رقم الحديث:۲۴۴۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کو (ایک مرتبہ) شدید بھوک لگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ کام کی تلاش میں نکلے تاکہ کچھ مل جائے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرسکیں، چنانچہ آپ (کام تلاش کرتے کرتے) ایک یہودی کے باغ میں آئے اور اس کے لئے سترہ ڈول (پانی کے) کھینچے، ہر ڈول کے بدلے ایک کھجور (پر معاملہ طے تھا) یہودی نے اپنی کھجوروں میں سے سترہ عجوہ کھجوریں لینے کا اختیار دیا، چنانچہ آپ یہ کھجوریں لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

تشریح:......ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں ایک کھجور کے بدلے ایک ڈول کھینچتا تھا اور یہ شرط لگالی تھی کہ عمدہ کھجور لوں گا۔

(۱۴)......اسی قسم کی روایت ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کی بھی ہے کہ: ایک انصاری

رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا بات ہے آپ کے چہرۂ انور کا رنگ بدلا ہوا لگ رہا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بھوک (کی وجہ سے) تو انصاری اپنے گھر پہنچے (تاکہ کھانے کی کوئی چیز مل جائے مگر) گھر میں بھی کچھ نہ تھا، تو کام کی تلاش میں نکلے، دیکھا کہ ایک یہودی باغ میں پانی دے رہا ہے، تو انصاری رضی اللہ عنہ نے یہودی سے کہا کہ: کیا میں تیرے باغ کو پانی دوں، اس نے کہا: ٹھیک ہے، انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: ہر ڈول کے بدلے ایک کھجور لوں گا، اور یہ شرط لگائی کہ: کالی، سوکھی اور خراب کھجور نہ لوں گا، بلکہ اچھی اور عمدہ کھجور لوں گا، انہوں نے باغ کو پانی دے کر دو صاع کھجوریں حاصل کیں اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔

(ابن ماجہ، باب الرجل يستقى كلّ دلوٍ بتمرةٍ و يشترط جَلِدة ، كتاب الرهون ، رقم الحديث: ۲۴۴۷/۲۴۴۸)

(۱۵)......قال عَمْرٌو : قلتُ لطاوُسٍ : لو تركتَ المُخابَرَة ، فانّهم يزعُمون انّ النبى صلى الله عليه وسلم نهى عنه ، قال : أى عَمْرو : اِنّى أُعطِيهِم واُعِينُهم واِنّ أعلَمَهُم أخبرنى- يعنى ابن عباس رضى الله عنهما- انّ النبى الله صلى الله عليه و سلم لم يَنْهَ عنه ولكن قال : أن يَمْنَح أحدُكم أخاه خير له من أن يأْخُذَ عليه خَرْجا معلوما۔ (بخاری، باب ، كتاب المزارعة ، رقم الحديث:۲۳۳۰)

ترجمہ:......حضرت عمرو رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے عرض کیا: کاش تم مخابرہ (زمین کی بعض پیداوار کے بدلے اس میں کھیتی کرنا) کو ترک فرما دیتے، اس لئے کہ یہ لوگ (حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ وغیرہ) کہتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا تھا، حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے فرمایا: اے عمرو! میں لوگوں کو

(زمین) دیتا ہوں اوران کی مدد کرتا ہوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے سب سے بڑے عالم یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے خبر دی کہ: نبی کریم ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا، بلکہ آپ ﷺ نے صرف یہ فرمایا تھا کہ: اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو اپنی زمین بلا معاوضہ دے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اس سے کچھ معاوضہ لے۔

(۱۶)......عن عائشة رضی اللہ عنها : واستأجرَ النبی صلی الله علیه وسلم و ابو بکر رجلا من بنی الدیل ' ثم من بنی عَبْدِ بنِ عدی هادیا خِرِّیتًا– والخِرِّیتُ : الماهِر بالهدایة – الخ۔

(بخاری، باب استئجار المشرکین عند الضرورة ، الخ ، کتاب الاجارة ، رقم الحدیث:۲۲۶۳)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل کے ایک مرد کو اجرت پر رکھا جو بنوعبد بن عدی کے خاندان سے تھا، اس کا تقرر بطور ماہر رہبر کے کیا تھا۔

(۱۷)......عن ابن عباس انّ نفرا من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم مَرُّوا بماءٍ فیهم لَدِیغٌ – أو سلیم – فعرض لهم رجل من أهل الماء فقال : هل فیکم مِن راقٍ ؟ اِنّ فی الماء رجلا لدیغا– أو سلیما– فانطلق رجل منهم فقرأ بفاتحة الکتاب علی شاءٍ فبرأ ' فجاء بالشّاء الی اصحابه فکرهوا ذلک و قالوا : أخذتَ علی کتاب الله اجرا ؟ حتّی قَدِموا المدینة فقالوا : یا رسول الله ! اخذ علی کتاب الله اجرا ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : انّ احقّ ما أخذتم علیه اجرا کتابُ الله۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے چند صحابہ رضی اللہ عنہم ایک پانی کی گھاٹ کے پاس سے گذرے، ان

گھاٹ والوں میں ایک شخص وہ تھا جس کو بچھو- یا سانپ- نے ڈنک لگایا ہوا تھا، پھر ان کے کے پاس اس پانی کی گھاٹ کے لوگوں میں سے ایک مرد آیا اور کہا: کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ کیونکہ اس پانی میں ایک مرد ہے جس کو بچھو- یا سانپ- نے کاٹ لیا ہے، پس صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ اس شخص کے پاس گئے اور اس پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر چند بکریوں کے عوض دم کیا، پس وہ مرد ٹھیک ہوگیا، پھر وہ بکریاں لے کر اپنے اصحاب کے پاس آئے تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بات کو ناپسند کیا اور فرمایا: تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے حتی کہ وہ مدینہ منورہ آ گئے، پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس شخص نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ تعالی کی کتاب ہے۔ (بخاری، باب الشرط فی الرُّقیة بقطیع من الغنم ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۵۷۳۷)

(۱۸)......ولم یر ابنُ سِیرین و عطاءٌ و ابراهیمُ والحسنُ بأجر السِّمسار بأسا، وقال ابن عباس : لا بأس ان یقول : بع هذا الثوب ، فما زاد علی کذا و کذا فهو لک ، وقال ابن سیرین : اذا قال : بعه بکذا فما کان من ربح فلک أو بینی و بینک ، فلا بأس به۔ (بخاری، باب اجر السمسرة ، کتاب الاجارة ، قبل رقم الحدیث:۲۲۷۴)

ترجمہ:......حضرت ابن سیرین، حضرت عطاء، حضرت ابراہیم، اور حضرت حسن رحمہم اللہ دلال کی اجرت (کو جائز کہنے) میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ یوں کہے کہ: اس کپڑے کو بیچ دو، اگر اتنی رقم سے زیادہ میں بکا تو وہ رقم تمہاری ہے۔

اور حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: اس چیز کو اتنے میں بیچو، اس میں جو نفع ہو

وہ تمہارا ہے، یا میرے اور تمہارے درمیان ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۹)......عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن عَسبِ الفحل۔ (بخاری، باب عسب الفحل ، کتاب الاجارة ، رقم الحدیث:۲۲۸۴)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے نر کی جفتی کرنے سے منع فرمایا۔

(۲۰)......عن ابی مسعود الانصاری رضی الله عنه انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن ثمن الکلب ، ومهرِ البَغِیّ ، وحُلوان الکاهن۔

(بخاری، باب کسب البغی والاماء ، کتاب الاجارة ، رقم الحدیث:۲۲۸۲)

ترجمہ:......حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے کتے کی قیمت اور طوائف کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا۔

(۲۱)......عن ابی عطاء قال : شهدت شریحا واختصم الیه رجلان اکتری احدهما من الآخر دابة الی مکان معلوم فجاوز ، فضمنه شریح۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۲۷ ج ۱۰، الرجل یکری الدابة فیجاوز بها ، کتاب البیوع والاقضیة ، رقم الحدیث:۲۰۵۳۱)

ترجمہ:......حضرت ابو عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں قاضی شریح رحمہ اللہ کے پاس حاضر تھا، ان کے پاس دو آدمی مقدمہ لے کر آئے کہ ایک آدمی نے دوسرے سے ایک سواری ایک خاص مقام تک کے لئے لی تھی، وہ اس سے آگے لے گیا، قاضی شریح رحمہ اللہ نے سواری کے مالک کو ضمان دلوایا۔

(۲۲)......عن ابی هیثم العطار قال : استأجرتُ حمّالا یحمل لی شیئا فکسره ،

فخاصمتُه الی شریح فَضَمَّنَه ، وقال : انما استأجرک لِتُبْلِغَه ولم یستأجرک لِتُکْسِره۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۶۰۳ ج۱۰، فی الاجیر یضمن ام لا ؟ کتاب البیوع والاقضیة ، رقم الحدیث:۲۰۸۷۳)

ترجمہ:......حضرت ابوہیثم عطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے ایک مزدور کو کرایہ پر لیا کہ وہ میرا بوجھ اٹھائے، اس نے میرا سامان توڑ دیا، میں اس کا مقدمہ لے کر قاضی شریح رحمہ اللہ کی عدالت میں گیا، تو قاضی شریح رحمہ اللہ نے اسے ضامن قرار دیا اور فرمایا کہ: انہوں نے تمہیں اس لئے اجرت پر لیا تھا کہ تم سامان کو پہنچاؤ، تم کو اس لئے نہیں لیا تھا کہ تم اسے توڑ دو۔

(۲۳)......کان محمد یکره أن یَستأجِر العَرصَة فیبنی فیها من أجرها۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۴۹ ج۱۱، فی الرجل یستأجر الدار و غیرها ، کتاب البیوع والاقضیة ، رقم الحدیث:۲۳۵۷۰)

ترجمہ:......امام محمد رحمہ اللہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ: کوئی شخص گھر کے صحن کو کرایہ لے اور اس کی اجرت سے وہاں عمارت تعمیر کر دے۔

(۲۴)......عن ابن عون قال : کان رجل آجر نفسَه سنة بالف درهمٍ ‘ قال : فقال لی : سل محمدا ، فانهم قد عَجَّلوا لی، فسألتُه ؟ فقال : لا أعلم به بأساً۔

ترجمہ:......حضرت ابن عون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے اپنے آپ کو ایک سال کے لئے ہزار درہم کے بدلے میں کرایہ (مزدوری) پر دیا، اس نے مجھ سے کہا کہ: امام محمد رحمہ اللہ سے دریافت کرو، تحقیق ان لوگوں نے میرے ساتھ جلدی کی ہے، میں نے امام محمد

رحمہ اللہ سے اس کے متعلق دریافت کیا؟ آپ نے فرمایا: میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۴۹ ج۱۱، فی الرجل یستأجر فیُجعل له شیئا ، کتاب البیوع والاقضیة ،

رقم الحدیث:۲۳۵۷۲)

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۵/ربیع الاول:۱۴۴۶ھ مطابق:۹/ستمبر۲۰۲۴ء

پیر

مدرس کو وقت معین کے علاوہ اپنے دوسرے کسی کام سے روکنا

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

مدرس کو وقت معین کے علاوہ اپنے دوسرے کسی کام سے روکنا

سوال:......کیا مسجد کمیٹی اور مدارس کے منتظمین کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اپنے ماتحت ائمہ اور مدرسین کو اس بات کا پابند کریں کہ وہ مساجد و مدارس کی ذمہ داری کے ساتھ اپنے خارجی اوقات میں بھی کوئی کام نہ کریں؟ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس وقت بعض مدارس اور مساجد کی کمیٹی کے ذمہ داروں نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ اس طرح کا رویہ شروع کر دیا ہے۔

جواب......حامدا و مصلیا و مسلما: مسجد کمیٹی اور مدارس کے منتظمین کا اپنے ماتحت ائمہ اور مدرسین کو اس بات کا پابند کرنا کہ وہ مساجد و مدارس کی ذمہ داری کے ساتھ اپنے خارجی اوقات میں بھی کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتے، نہ شرعا درست ہے نہ اخلاقا۔

مسجد و مدارس کی خدمات بہت بڑی ذمہ داری ہے، اور ان کا بڑا اجر ہے، مدرسین وائمہ کا بڑا مقام ہے، یہ حضرات امت کے بڑے محسن ہیں، امت کہ ان محسنین خدام میں سے اکثر حضرات ذمہ داروں کی کڑوی کسیلی سنتے ہیں، دن رات محنت کرتے ہیں، بڑی قربانی سے اپنی مفوضہ ذمہ داریاں بہت احسن طریقے سے نبھاتے ہیں، اور اکثر جگہوں پر وہ حضرات کم سے کم تنخواہ میں یہ خدمت انجام دے رہے ہیں، پھر بھی ان حضرات سے اس طرح کا معاملہ کرنا قابل تعجب امر ہے۔

مساجد کے ذمہ داروں اور مدارس کے منتظمین کو اللہ تعالی سے ڈرنا چاہئے، یہ عہدے عارضی ہیں، عنقریب ختم ہو جائیں گے، ان خدام دین کے ساتھ زیادتی کا قیامت کے دن حساب لیا جائے گا، اس لئے ذمہ داروں کی خدمت میں اس عاجز کی بہت مؤدبانہ درخواست ہے کہ اپنے اس رویہ سے باز آئیں اور توبہ کریں، اور ان خدام دین کی دل سے

قدر کریں، ان کا ادب کریں، ان کے ساتھ دنیوی رسم ورواج کی طرح مزدوروں والا معاملہ نہ کریں۔

اس بات کی وضاحت بھی مناسب ہے کہ ائمہ اور مدرسین حضرات کو بھی چاہئے کہ اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھانے کی پوری کوشش کریں، ان میں قطعا کسی طرح کی کوئی کوتاہی نہ کریں۔ مساجد اور مدارس کے ذمہ داروں کو بھی غور کرنا چاہئے کہ ان خدام دین کو اپنے فارغ اوقات میں کوئی دوسرا مشغلہ کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ بظاہر یہی لگتا ہے کہ ان حضرات کی مجبوری ہوگی اور اپنی تنخواہ سے ان کا گذران مشکل ہوگا، اسی لئے وہ حضرات اپنے فارغ اوقات میں اور کوئی مشغلہ اختیار کرنے کے لئے مجبور ہوئے ہوں گے۔ اس لئے ذمہ داروں کو چاہئے کہ ان خدام دین کی تنخواہوں میں اضافہ کریں اور ان کو اتنی تنخواہ دیں کہ وہ کسی اور مشغلہ کے محتاج نہ رہیں، اور وہ حضرات اپنے فارغ اوقات میں بھی مدارس و مساجد کی خدمت کو قابل فخر سمجھیں۔ اپنے اکابر کے چند فتاوی کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کا فتوی

مسئلہ:...... مدرس کو وقت معین کے علاوہ دوسرے وقت میں آنے پر مجبور کرنا درست نہیں، مگر مدرس کو بھی چاہئے کہ تعلیم کی اہمیت کے خاطر خدمت کرلے، البتہ مدرس اس کا قانونا پابند نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ص۱۵۴ ج۶)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ کا فتوی

مسئلہ:...... امام (ومدرس) اپنے فارغ وقت میں دوسرا کام کرسکتے ہیں۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۲۷۵ ج ۱۵)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا رحمہ اللہ کا فتوی

مسئلہ:...... مدرس سے ابتدائے ملازمت میں معاہدہ ہوا کہ صرف میرے بچوں کو تعلیم دینی ہے، اب معلم ان بچوں کے ساتھ دوسرے بچوں کو تعلیم نہیں دے سکتا۔ اگر فارغ وقت میں دوسرے بچوں کو تعلیم دیں تو کسی کا مدرس کو روکنے کا حق نہیں، البتہ اگر کوئی مدرس کسی سیٹھ کا خاص ملازم ہے تو سیٹھ منع کرنے سے گنہگار نہ ہوگا۔

(مستفاد: کفایت المفتی ص ۴۵۹ ج ۱۱، ط: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ کا فتوی

مسئلہ:...... ''مدرسین اجیر خاص ہیں، کیونکہ وقت کے پابند ہیں'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت اجارہ کے بعد وہ اجیر نہیں ہے، اس کو دوسرے کسی کام سے نہیں روکا جا سکتا، اجیر خاص کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ چوبیس گھنٹے کا ملازم ہے اور کارِ منصبی کے علاوہ تمام امور سے ممنوع ہے۔

اس لئے کسی مدرس کو دوسرے کام کرنے سے روکنا عقد اجارہ کے خلاف ہوگا۔ رہا یہ کہ دوسری جگہ کام کرنے سے کار منصبی میں فرق آتا ہے اور اس کا تدارک نہ ہو سکے عقد اجارہ کو فسخ کرنے کا اختیار مہتمم مدرسہ کو حاصل ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب عثمانی رحمہ اللہ کا فتوی

مسئلہ:...... احقر کی رائے یہ ہے کہ مدرس کو اوقات کار (اوقات اجارہ) کے بعد اپنا پابند بنانا شرط فاسد ہے، اسی طرح اوقاتِ کار چھ یا آٹھ گھنٹوں کے بجائے چوبیس گھنٹے متعین کر کے ملازم کو مسلسل دن رات کا پابند بنانا شرط فاسد ہے، اور اس میں کئی طرح کی قباحتیں ہیں:

(الف)......ملازم اور غلام میں کام اور وقت کے متعین ہونے اور نہ ہونے ہی کا فرق ہے، اور پابندی کی یہ شرط اشبہ بالا جارہ نہیں، البتہ اگر یہ اجارہ نہ ہوتا بلکہ نفقہ ہوتا تو شاید اس کی گنجائش ہوتی، کیونکہ زوجہ کسی وقت اطاعت بعل سے انکار نہیں کرسکتی (الا لعذر شرعی) اور امیر المؤمنین بھی کسی وقت مصالح المؤمنین سے اغماض نہیں کرسکتا، مگر فی الوقت مدارس میں اجارہ بلکہ اجارۂ محضہ کی صورت رائج ہے۔

(ب)...... یہ وہ شرط ہے جس پر عمل کرنا مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہوجاتا ہے، لہٰذا اس شرط کو تسلیم کرنا اور کرانا گناہ میں مبتلا ہونا اور گناہ میں مبتلا کرنا ہے۔

(ج)...... یہ سلف صالحین رحمہم اللہ کے تعامل کے خلاف ہے، دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور اور تھانہ بھون میں اس کے خلاف ہی تعامل رہا ہے، اور مدرسین فارغ اوقات کو اپنے جملہ مشاغل حتی کہ کاروباری مصروفیات میں صرف کرتے رہے ہیں، اکابر رحمہم اللہ کے واقعات اس پر شاہد ہیں، بلکہ یہ مصروفیات اسلامی معاشرے میں علماء کی شمولیت اور برکت کی حامل رہی ہیں۔

(د)...... یہ شرط بظاہر مفسد اجارہ بھی ہے، کیونکہ یہ مقتضائے عقد اجارہ کے خلاف بھی ہے، اور غیر معروف بھی، بلکہ غیر معمول بھی، البتہ چونکہ اس شرط پر عمل کرنا چونکہ ناممکن ورنہ مشکل ضرور ہے، اس لئے اگر اس شرط کو فاسد قرار دے کر اجارہ کو صحیح قرار دیا جائے تو بھی کچھ بعید نہیں۔

(ہ)......علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مدرس اجارہ کو اوقاتِ کار کے بعد طلب معاش کی اجازت ہونی چاہئے، کیونکہ انہوں نے ساکنینِ مدرسہ کو جن کا وظیفہ اور نفقہ وقف کی طرف سے متعین ہو طلبِ معاش کے لئے سفر کی اجازت دی ہے، اور

اسے عذر شرعی قرار دیا ہے، اور اس سفر کی بناء پر اس کا وظیفہ متعینہ ساقط نہ ہونے کا حکم ذکر کیا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت درج ذیل ہے:

’’(قوله و نظم ابن شحنة الغيبة الخ) اقول : حاصل ما في شرحه تبعا للبزازية أنه اذا غاب عن المدرسة : فاما أن يخرج من المصر أو لا ، فان خرج مسيرة سفر ثم رجع ليس له طلب ما مضى من معلومه بل يسقط ' وكذا لو سافر لحج و نحوه ' وان لم يخرج لسفر بأن خرج الى الرُستَاق : فان أقام خمسة عشر يوماً فأكثر : فان بلا عذر كالخروج للتنزه فكذلک ' وان لعذر كطلب المعاش فهو عفو ' الا أن تزيد غيبته على ثلاثة اشهر ' فلغيره أخذ حجرته ووظيفته : أى معلومه وان لم يخرج من المصر ' فان اشتغل بكتابة علم شرعي فهو عفو ' والا جاز عزله ايضا ' واختلف فيما اذا خرج للرستاق وأقام دون خمسة عشر يوماً لغير عذر فقيل : يسقط ' و قيل : لا ، هذا حاصل ما ذكره ابن الشحنة فى شرحه ‘‘۔

’’و ملخصه : أنه لا يسقط معلومه الماضى ' ولا يعزل فى الآتى اذا كان فى المصر مشتغلا بعلم شرعى أو خرج لغير سفر ' وأقام دون خمسة عشر يوماً بلا عذر على أحد القولين أو خمسة عشر فأكثر ، لكن لعذر شرعى كطلب المعاش ' ولم يزد على ثلاثة اشهر ‘‘۔

شامی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین ماہ یعنی ربع سے کم طلب معاش کی اجازت ہے، اگرچہ اس کا وظیفہ بحیثیت ساکن مدرسہ طے شدہ اور جاری ہو، اور اس طلب معاش کی وجہ سے نہ اس کا وظیفہ ساقط ہوگا اور نہ وہ مستحق عزل ہوگا۔

اگرچہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی بیان کردہ یہ تفصیل ایک خاص صورت کے بارے میں

ہے جس کی وضاحت خود علامہ شامی رحمہ اللہ نے درج ذیل عبارت سے کی ہے:

”قوله : (قلت وهذا) أى التفصيل المذكور فى الغيبة انما هو فيما اذا قال : وقفت هذا على ساكنى مدرستى ' وأطلق ' أما لو شرط شرطاً تبع كحضور الدرس أياما معلومة فى كل جمعة فلا يستحق المعلوم الا من باشر ' خصوصا اذا قال : من غاب عن الدرس قطع معلومه فيجب اتباعه“۔

(شامی ص۶۲۹/۶۳۰/۶۳۱ ج۶، مطلب فيما اذا قبض المعلوم و غاب قبل تمام السنة ، كتاب الوقف ، ط : مكتبة دارالباز ، مكة المكرمة)

علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت سے یہ امر ضرور واضح ہے کہ طلبِ معاش ایک عذر شرعی ہے اور مال وقف میں اس کی رعایت کا حکم ہے، تو مدارس میں اس عذر شرعی کی رعایت بطریق اولی ہونی چاہئے، البتہ یہ امر بہر حال لازم ہے کہ مدرّسِ اجارہ کے لئے طلب معاش کا یہ عمل محض ضمنی ہو، مقصودی نہ ہو، اور اس کی وجہ سے مدرس کے اوقاتِ اجارہ اور عملِ اجارہ میں کسی قسم کی اختیاری کوتاہی واقع نہ ہو۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ کا فتوی

ملازم پر یہ شرط عائد کرنا کہ وہ خارج اوقات میں کوئی معاشی کام نہ کرے، شرط فاسد ہے، ہاں مؤجر کو یہ حق ہے کہ وہ خارجی کام کی صورت میں ملازم کی تنخواہ کم مقرر کرے۔

(مستفاد: فتاوی عثمانی ص ۳۶۹/تا: ۳۷۰ ج ۳)

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۲۹/رجب: ۱۴۴۶ھ مطابق: ۲۹/جنوری ۲۰۲۵ء

بدھ

ڈاڑھی مونڈنے کی اجرت حلال ہے یا نہیں؟

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

ڈاڑھی مونڈنے کی اجرت حلال ہے یا نہیں؟

سوال:...... جو نائی لوگوں کی ڈاڑھی مونڈے اس کی اجرت حلال ہے یا نہیں؟۔

الجواب:...... حامدا و مصلیا و مسلما: ہمارے اکابر کے فتاوی میں بعض حضرات نے ڈاڑھی مونڈنے کی اجرت کو درست قرار نہیں دیا۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل ص۴۰ ج۶۔ فتاوی دار العلوم زکریا ص۶۳۰ ج ۵، ط: اشرفیہ، دیوبند)

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے ایک جگہ اس کی اجرت کو مکروہ تحریر فرمایا ہے۔ (فتاوی محمودیہ ۱۲۳ ج ۱۷، ط: فاروقیہ، کراچی)

اسی طرح حضرت مولانا مفتی سلمان منصور پوری مدظلہ نے ایک جگہ کراہت لکھی ہے۔ (یاد رہے موصوف نے ایک جگہ حلال بھی لکھا ہے)۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۴۷۸ ج ۱۲)

مگر بعض فتاوی میں اس کی اجرت کے حرام ہونے کی نفی بھی ہے۔

(کتاب النوازل ص۱۷۰ ج ۱۶۔ فتاوی محمودیہ ۱۲۳ ج ۱۷، فاروقیہ، کراچی۔ فتاوی قاسمیہ ص ۶۵۷ ج ۲۳/اور ص ۲۳۷ ج ۲۱)

بعض کام ایسے ہیں جو فی نفسہ تو جائز نہیں، یا مکروہ ہیں، مگر اس کی اجرت کو اہل علم کی ایک جماعت نے حلال کہا ہے، جیسے:

(۱)...... عورتوں کا مردوں کے اختلاط کے ساتھ کام کرنا جائز نہیں، مگر اس کام کی اجرت حلال ہے، اسے حرام نہیں کہا جا سکتا۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۳۵۴ ج ۱۷)

(۲)...... بلا ضرورت تصویر سازی جائز نہیں، مگر اس کی اجرت امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہے۔

(۳)...... ڈھول تاشے اور آلات لہو ولعب کا تیار کرنا گناہ پر مدد کی وجہ سے ناجائز ہے، لیکن

اس کی اجرت حلال ہے۔

(۴)......جھوٹا سرٹیفکیٹ حاصل کر کے سرکاری یا مدرسہ میں کام کرنا جائز نہیں، مگر اس کام کی اجرت درست ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ص ۴۷۷ ج ۱۸۔ فتاوی قاسمیہ ص ۵۵۸ ج ۲۱)

(۵)......درزی کا عورت کے لئے ایسا لباس سینا جوان کے واجبی پردہ کے دائرہ سے باہر ہو جیسے ہاف آستین، اسی طرح بالکل چست لباس جس سے جسم کی بناوٹ نظر آئے جائز نہیں، مگر ایسے لباس سینے کی اجرت حلال ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۳۵۴ ج ۱۷۔ فتاوی قاسمیہ ص ۵۵۴ ج ۲۱۔ فتاوی دار العلوم زکریا ص ۱۴۳ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند۔ محمود الفتاوی ص ۸۲ ج ۳)

(۶)...... نامحرم عورتوں کو اپنے ہاتھ سے چوڑیاں پہنانا حلال نہیں، تاہم اس طرح کے کام کی اجرت حرام نہیں۔ (کتاب النوازل ص ۴۸۰ ج ۱۲)

(۷)......مورتیوں والا سونے کا زیور بنانا یا بنوانا سب حرام ہے، تاہم اس طرح کے زیور کو جب وزن سے فروخت کیا جائے گا تو اس کی قیمت حرام نہ ہوگی۔

(مستفاد: کتاب النوازل ص ۱۵۹ ج ۱۶)

(۸)......سودی قرض لینا جائز نہیں، مگر سودی قرض لے کر جو کاروبار کیا ہے اور اس میں جو نفع ملا وہ حلال ہے۔ (مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۵۶۵ ج ۲۱)

(۹)......بعض حضرات لاؤڈ اسپیکر کا استعمال شادیوں میں گانے بجانے کے لئے کرتے ہیں، تو لاؤڈ اسپیکر کرایہ دینے والوں کا ان سے کرایہ لینا جائز ہے۔ ناجائز کام کرنے کے ذمہ دار وہ حضرات خود ہیں، کرایہ دینے والوں کا اجرت لینا جائز ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ (میرٹھ) ص ۱۶۶ ج ۲۴۔ فتاوی قاسمیہ ص ۵۷۱ ج ۲۱)

(۱۰)......فلم ایکٹروں اور سنیما کی شوٹنگ کے لئے ہال کرایہ پر دینا مکروہ ہے، مگر اس کا کرایہ حلال ہے۔

(۱۱)......فلم ایکٹروں اور سینما کی شوٹنگ والے ہال کی نگرانی کرنے والے کی اجرت جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص۵۷۳ ج۲۱)

(۱۲)......مسلمان انجینئر کے لئے شراب خانہ کی تعمیر کی اجرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا ص۶۲۸ ج۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

(۱۳)......مسلمان کے لئے غیر مسلم کا مکان تعمیر کرنا، اور اس مکان میں مندر بنانے کی اجرت لینے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ص۳۰۹ ج۷۔ فتاوی قاسمیہ ص۶۵۷ ج۲۳)

(۱۴)......غیر مسلموں کے عبادت خانہ کی تعمیر میں مسلمان کا کام کرکے اجرت لینا حرام نہیں۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا ص۶۳۰ ج۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند۔ کتاب النوازل ص۱۶۱ ج۱۶)

(۱۵)......شراب اور سنیما کے لئے مکان کرایہ پر دینا اور اس کی اجرت لینا امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا ص۶۳۸ ج۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

(۱۶)...... بینک کو مکان کرایہ پر دینا گناہ پر مدد کرنا ہے، اس لئے مکروہ تنزیہی ہے، لیکن اس کا کرایہ لینا جائز ہے۔

(مستفاد: فتاوی رحیمیہ ص۲۷۶ ج۹۔ فتاوی قاسمیہ ص۵۸۰ ج۲۱۔ فتاوی دارالعلوم زکریا ص۶۳۶ ج۵ ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

(۱۷)......غیر مسلم کو فوٹو گرافی کے لئے مکان کرایہ پر دینا مناسب نہیں، مگر اس کا کرایہ جائز اور حلال ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ص۴۴۸ ج۱۱ (مطول)۔ فتاوی قاسمیہ ص۶۷۸ ج۲۱)

(۱۸)...... بینک کریڈٹ کارڈ کی مشین دکان پر رکھے، اس کا کرایہ دکان دار کے لئے لینا

جائز ہے۔(مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۵۸۷ ج ۲۱)

(۱۹)......شراب، میتہ اور خنزیر کو بطور اجرت اپنے ٹرک پر لاد کر کرایہ وصول کرنا صاحبین کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، اور اس کی کمائی بھی مکروہ ہے، مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے کرایہ کو وصول کرنے کی گنجائش ہے۔(مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۷۲۲ ج ۲۱)

(۲۰)......شراب کی خالی بوتلوں کو فیکٹری میں پہنچانے کی اجرت جائز ہے۔

(مستفاد: کتاب النوازل ص ۲۷۱ ج ۱۲)

(۲۱)...... ٹی وی کی مرمت کا کام مکروہ ہے، مگر اس کی اجرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہے۔(مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۷۴۰ ج ۲۱)

(۲۲)...... پتنگ بنانا اعانت علی المعصیت کی وجہ سے مکروہ ہے، لیکن اس کی اجرت فی نفسہ جائز ہے۔

(مستفاد: فتاوی رحیمیہ ص ۲۷۲ ج ۶۔ فتاوی محمودیہ ۱۳۴ ج ۱۶۔ احسن الفتاوی ص ۱۸۶ ج ۸۔ فتاوی قاسمیہ ص ۷۴۹ ج ۲۱)

(۲۳)...... پٹاخہ اسراف اور فضول خرچی کا ذریعہ ہے، اس کی تجارت بھی مکروہ ہے، مگر اس کی آمدنی کو حرام نہیں کہا جائے گا۔

(کتاب الفتاوی ص ۲۰۴ ج ۵۔ فتاوی دار العلوم زکریا ص ۱۴۷ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

(۲۴)......سگریٹ پینا جسم کے لئے نقصان دہ ہے، اس لئے اس کا پینا مکروہ ہے، اور اس کی تجارت بھی مکروہ ہے، مگر اس کی آمدنی کو حرام نہیں کہا جائے گا۔

(فتاوی دار العلوم زکریا ص ۱۳۴ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

(۲۵)......ٹائی کفار وفساق کے استعمال کی چیز ہے، اس کی تجارت مکروہ ہے، اس کو فروخت

کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے، البتہ اس سے حاصل شدہ آمدنی کو حرام نہیں کہا جائے گا۔

(فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۱۳۹ ج ۵، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

(۲۶)......حجامت اور پچھنا لگانے کا پیشہ مکروہ ہے، مگر اس کی اجرت حلال ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۳۲۲ ج ۱۵)

چونکہ ایک حدیث میں آیا ہے: ''کسب الحجام خبیث'' اس روایت میں کسب حجام کو خبیث فرمایا۔

(مسلم، باب تحریم ثمن الکلب ' الخ ، کتاب المساقاة والمزارعة ، رقم الحدیث:۱۵۶۸)

اس لئے علماء نے اس کمائی کو مکروہ لکھا: ''أی مکروہ لدنائته''۔

(مرقاة ص ۳۸ ج ۶، باب الکسب وطلب الحلال ، کتاب البیوع ، ط: مکتبہ امدادیہ، ملتان)

مگر اجرت حلال ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے حجامت کرائی اور اس کی اجرت ادا فرمائی: عن ابن عباس رضی الله عنهما : عن النبی صلی الله علیه وسلم احتجم ' و أعطی الحجّام أجره واستعط۔ (بخاری، باب السَّعُوط ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۵۶۹۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فصد لگوائی اور فصد لگوانے والے کو اس کی اجرت دی، اور ناک میں دوا ڈالی۔

اسی طرح نائی کے لئے ڈارھی مونڈنا جائز نہیں اور یہ گناہ پر معصیت ہے، مگر اس کی اجرت کو حرام نہیں کہا جائے گا۔ اگر اس مسئلہ میں شدت اختیار کی گئی اور اس کی اجرت کو حرام قرار دیا جائے تو لاکھوں مسلمانوں کی روزی کو حرام قرار دینا پڑے گا۔ پھر ان کی دعوت قبول کرنا بھی جائز نہ ہوگا، ان سے مساجد ومدارس اور دینی کاموں کے لئے چندہ وصول کرنا بھی جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۶۵۷ ج ۲۳۔ ص ۲۳۷ ج ۲۱)

نوٹ:......آخر میں اہل علم کے لئے چند عربی عبارات نقل کی جاتی ہیں، تاکہ ان کو دلائل کے سمجھنے میں سہولت رہے۔

(۱)......و فی نوادر هشام عن محمد رحمه الله تعالی : رجل استأجر رجلا لیصوّر له صورا أو تماثیل الرجال فی بیت أو فسطاط فانی اکره ذلک واجعل له الاجْرَ، قال هشام : تأویله اذا کان الاصباغ من قبل الاجر..... وان استاجره لینحت له طنبورا أو بربطا ففعل طاب له الاجر الا انه یاثم به۔

(فتاوی عالمگیری ص۴۵۰ ج۴، الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع ، کتاب الاجارة)

(۲)......و فی فتاوی أهل سمرقند رحمهم الله : اذا استأجر رجلا ینحت له أو طنبورا ' أو بربطا ' ففعل یطیب له الأجر ' الا انه یأثم ، وفی الاعانة علی المعصیة ' وانما وجب له الاجر فی هذه المسألة۔

(المحیط البرهانی ۳۴۶ ج۱۱، الفصل:۱۵ / بیان ما یجوز من الاجارات ، کتاب الاجارة ، رقم : ۱۳۷۹۳۔البحر الرائق ص۳۶ ج۸ (دار العلمیة ، بیروت)باب الاجارة الفاسدة ، کتاب الاجارة)

(۳)......والاجرة انما تکون فی مقابلة العمل۔

(شامی ۳۰۷ ج۴، باب المهر ، مطلب : انفق علی معتدة الغیر ، کتاب النکاح ، دار الباز، مکة)

(۴)......لا یکره بیع الجاریة المغنیة ' والکبش النطوح ' والدیک المقاتل ' والحمامة الطیارة ' لانه لیس عینها منکرا ، وانما المنکر فی استعماله المحظور۔

(تبیین الحقائق ص۲۹۷ ج۳، باب البغاة ، قبیل کتاب اللقیط)

(۵)......ولو استأجر الذمی مسلما لیبنی له بیعة أو کنیسة ' جاز و یطیب له الاجر۔

(فتاوی عالمگیری ص۴۵۰ ج۴، الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع ، کتاب الاجارة)

(۶)......رجل آجر بيتا ليتخذ فيه نارا ' أو بيعة ' أو كنيسة ' أو يباع فيه الخمر ' فلا بأس به ، وكذا كل موضع تعلقت المعصية بفعل فاعل مختار۔

(خلاصۃ الفتاوی ۳۷۶/۳۷۷ ج ۴۔امجد اکیڈمی، لاہور۔بحوالہ: فتاوی محمودیہ ص ۱۳۷ ج ۱۶، فاروقیہ کراچی)

(۷)......لا يكره بيع الزنانير من النصرانى ' والقلنسوة من المجوسى۔

(فتاوی عالمگیری ص ۴۵۰ ج ۴، الباب السادس عشر فى مسائل الشيوع ، كتاب الاجارة۔

مجمع الانهر ص ۱۸۸ ج ۴ (دارالكتب العلمية، بيروت) كتاب الكراهية ، فصل فى الكسب)

(۸)......(و) جاز تعمير كنيسة (در مختار) وفى الشامية : قال فى الخانية : ولو آجر نفسه ليعمل فى الكنيسة ويعمرها لا بأس به ، لانه لا معصية فى عين العمل۔

(شامی ص ۵۶۲ ج ۹، فصل فى البيع ، باب الاستبراء ، كتاب الحظر والاباحة ، دار الباز، مكة)

(۹)......(و) جاز (اجارة بيت بسواد الكوفة)..... (ليتخذ بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيه الخمر) و تحته فى الشامية : لان الاجارة على منفعة البيت ، ولهذا يجب الاجر بمجرد التسليم ، ولا معصية فيه ، وانما المعصية بفعل المستأجر ، وهو مختار ، فينقطع نسبته عنه۔

(شامی ص ۵۶۲ ج ۹، فصل فى البيع ، باب الاستبراء ، كتاب الحظر والاباحة ، دار الباز، مكة ۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ ص ۲۱۳ ج ۹، عنوان: بيع منهى عنه)

(۱۰)......(ومن حمل لذمى خمرا بأجر طاب له) عند الامام ، (وعندهما يكره) له ذلک ' لوجود الاعانة على المعصية۔

(مجمع الانهر ص ۱۸۸ ج ۴ (دارالكتب العلمية، بيروت) كتاب الكراهية ، فصل فى الكسب)

(۱۱)......**واذا استأجر الذمی من المسلم دارا لیسکنها فلا بأس بذلک ، وان شرب الخمر فیها ' أو عبد فیها الصلیب ' أو أدخل فیها الخنازیر لم یلحق المسلم فی ذلک شیء۔**

(تاتارخانیہ ص۱۳۳ ج۱۵، فصل الاستیجار علی المعاصی ، کتاب الاجارۃ ، رقم :۲۲۴۴۵)

(۱۲)......**أو خیاطا أمره أن یتخذ له ثوبا علی زی الفساق یکره له أن یفعل ' لان سبب التشبه بالمجوس والفسقة۔**

(شامی ص۵۶۲ ج۹، فصل فی البیع ، باب الاستبراء ، کتاب الحظر والاباحة ، دار الباز ، مکة)

(۱۳)......**ان بلالا قال لعمر بن الخطاب رضی الله عنه : ان عُمالک یأخذون الخمر والخنازیر فی الخراج ، فقال : لا تأخذوها منهم ، ولکن ولوهم ببیعها وخذوا أنتم من الثمن۔**

فهذا عمر رضی الله عنه قد أجاز لاهل الذمة بیع الخمر والخنازیر ، وأجاز للمسلمین أخذ اثمانهما فی الجزیة والخراج ، وذلک بمحضر من الصحابة ' ولم ینکر علیه منکر۔

(اعلاء السنن ص۱۱۷ ج۱۴، باب حرمة بیع الخمر ، کتاب البیوع ، قبیل: باب بیع جثة المشرک)

نوٹ:...... کسی اہل علم اور ارباب افتاء کو اس فتوی سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ مسائل میں اختلاف دور اول سے رہا اور رہے گا۔ نہ مجھے اس فتوی کے تعاقب کرنے والوں کو کوئی جواب دینا ہے اور نہ ان سے الجھنا اور بحث کرنا ہے۔ البتہ صحیح دلائل کی بنیاد پر بلا تکلف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ **والله تعالی اعلم و علمه احکم واتم**

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۱۶ر جمادی الاخری ۱۴۴۵ھ مطابق: ۳۰ر دسمبر ۲۰۲۳ء، سنیچر